1046
28.1.76

سفر حجاز
134756

فہرست مضامین

دیباچہ	۱ — ۶	باب (۱۳) روضۂ جنت	۱۲۳ — ۱۳۲
الوداع	۱ — ۷	باب (۱۴) مسجد نبوی	۱۳۳ — ۱۴۲
باب (۱) روانگی۔ بمبئی	۸ — ۱۵	باب (۱۵) انوارِ مدینہ	۱۴۳ — ۱۵۲
باب (۲) بمبئی۔ جہاز	۱۶ — ۲۴	باب (۱۶) آثارِ مدینہ	۱۵۳ — ۱۶۳
باب (۳) جہاز	۲۵ — ۳۳	باب (۱۷) دیارِ حبیب	۱۶۴ — ۱۷۵
باب (۴) جہاز۔ سمندر	۳۴ — ۴۲	باب (۱۸) چیل چلاؤ	۱۷۶ — ۱۸۵
باب (۵) سمندر۔ کامران	۴۳ — ۵۲	باب (۱۹) احرام پوشی	۱۸۶ — ۱۹۵
باب (۶) کامران، احرام	۵۳ — ۶۱	باب (۲۰) جدہ۔ مکہ	۱۹۶ — ۲۰۵
باب (۷) جدہ	۶۲ — ۷۰	باب (۲۱) سوادِ مکہ	۲۰۶ — ۲۱۴
باب (۸) جدہ۔ راہِ مدینہ	۷۱ — ۸۱	باب (۲۲) حرم شریف	۲۱۵ — ۲۲۳
باب (۹) مدینہ	۸۲ — ۹۱	باب (۲۳) حریم قدس	۲۲۴ — ۲۳۴
باب (۱۰) آستانۂ نبوت	۹۲ — ۱۰۰	باب (۲۴) کعبۂ مقصود	۲۳۵ — ۲۴۴
باب (۱۱) گنبدِ خضراء	۱۰۱ — ۱۱۰	باب (۲۵) دیارِ خلیل	۲۴۵ — ۲۵۵
باب (۱۲) زیارت اور آدابِ زیارت	۱۱۱ — ۱۲۲	باب (۲۶) عمرہ	۲۵۶ — ۲۶۵

28.176
سفر حجا
134756

فہرست مضامین

دیباچہ	۱-۶	باب (۱۳) "روضۂ جنت"	۱۲۳-۱۳۲
الوداع	۱-۷	باب (۱۴) مسجد نبوی	۱۳۳-۱۴۲
باب (۱) روانگی بمبئی	۸-۱۵	باب (۱۵) انوارِ مدینہ	۱۴۳-۱۵۲
باب (۲) بمبئی۔جہاز	۱۶-۲۴	باب (۱۶) آثارِ مدینہ	۱۵۳-۱۶۳
باب (۳) جہاز	۲۵-۳۳	باب (۱۷) دیارِ حبیب	۱۶۴-۱۷۵
باب (۴) جہاز۔سمندر	۳۴-۴۲	باب (۱۸) ہیں چلاؤ	۱۷۶-۱۸۵
باب (۵) سمندر۔کامران	۴۳-۵۲	باب (۱۹) احرام پوشی	۱۸۶-۱۹۵
باب (۶) کامران، احرام	۵۳-۶۱	باب (۲۰) جدہ۔مکہ	۱۹۶-۲۰۵
باب (۷) جدہ	۶۲-۷۱	باب (۲۱) سوادِ مکہ	۲۰۶-۲۱۴
باب (۸) جدہ۔راہِ مدینہ	۷۲-۸۱	باب (۲۲) حرم شریف	۲۱۵-۲۲۳
باب (۹) مدینہ	۸۲-۹۱	باب (۲۳) حریم قدس	۲۲۴-[illegible]
باب (۱۰) آستانۂ نبوت	۹۲-۱۰۰	باب (۲۴) کعبۂ مقصود	۲۳۵-۲۴۴
باب (۱۱) گنبد خضرا	۱۰۱-۱۱۰	باب (۲۵) دیارِ خلیل	۲۴۵-۲۵۵
باب (۱۲) زیارات اور آدابِ زیارت	۱۱۱-۱۲۲	باب (۲۶) عمرہ	۲۵۶-۲۶۵

Marfat.com

باب (۲۷) آغازِ حج	۲۶۶-۲۷۵	باب (۳۶) حج رب البیت	۳۶۰-۳۶۷
باب (۲۸) منیٰ (قبل حج)	۲۷۶-۲۸۵	باب (۳۷) رخصتی	۳۶۷-۳۷۶
باب (۲۹) عرفات نمبر (۱)	۲۸۶-۲۹۶	باب (۳۸) "جملہ معترضہ"	۳۷۷-۳۸۵
باب (۳۰) عرفات نمبر (۲)	۲۹۷-۳۰۷	باب (۳۹) جدہ۔جہاز	۳۸۶-۳۹۴
باب (۳۱) مزدلفہ	۳۰۸-۳۲۰	باب (۴۰) جہاز بمبئی وطن	۳۹۵-۴۰۲
باب (۳۲) منیٰ بعد حج نمبر (۱)	۳۲۱-۳۳۰	ضمیمہ اول حکومت حجاز اور خدمت حجاج	۴۰۳-۴۱۳
باب (۳۳) " " نمبر (۲)	۳۳۱-۳۴۰	ضمیمہ دوم عام ہدایات	۴۱۴-۴۱۹
باب (۳۴) " " نمبر (۳)	۳۴۱-۳۵۰	ضمیمہ سوم منازل سفر از جدہ تا مدینہ	۴۲۰-۴۲۱
باب (۳۵) مکہ	۳۵۱-۳۵۹		

Marfat.com

۷۸۶

دیباچہ

134756

از مولانا الحاج سید سلیمان صاحب ندوی ناظم دارالمصنفین،

اُس عہد سے جب سے خدا نے اس "وادی غیر ذی زرع" کے ویرانہ کو اپنی بستی فرمایا اور عالم کے بتکدہ مین اپنا یہ سب سے پہلا گھر بنایا، اور اپنے سب سے پہلے عاشق ابراہیمؑ کی زبانی آیندہ تمام دنیا کے عشاق کے نام یہ پیام بھیجا کہ سال مین ایک دفعہ یہان کی گلیان اور پہاڑیان ان کے ہجوم و ازدحام کا روز بازار بنین، خدا جانے حسنِ ازل کے کتنے شیدائی، یہان آئے اور چلے گئے، اور "محبوب نادیدہ" کے کتنے طلبگار، اس کو ڈھونڈھنے آئے، اور واپس پھرے، ہر ایک کو یہان جو کچھ نظر آیا، اُس نے چاہا کہ وہ دوسرون کو بھی دکھائے، اور جو اُس پر گذری ہو وہ دوسرون کو بھی سنائے، طور کا جلوہ دنیا نے ایک ہی دفعہ دیکھا ہی، تاہم اسکی داستانِ حسن و عشق ابتک دہرائی جارہی ہی، اور ہمیشہ دہرائی جائیگی، مگر یہان تو یہ جلوہ ہر سال نظر آتا ہی، پھر اگر اس کی داستان ہر ملک، ہر زبان اور ہر طرز و طریقۂ ادا مین سال بسال دہرائی جاتی رہے تو تعجب انگیز کیا ہی؟

مسلمانون نے دنیا کے ہر علم و فن کو حاصل کیا، مگر جس کو حاصل کیا اپنے دین و ملت ہی کی راہ سے حاصل کیا، انکا نقطۂ نظر ہر علم و فن کی خدمت مین کتاب الٰہی ہی کی خدمت اور اسی کے حکم کی تعمیل رہی، مسلمانون نے جغرافیہ کے فن کو بیحد وسعت دی،

Marfat.com

دنیا کے گوشہ گوشہ کو جہان تک اسلام کی روشنی پہونچی وہ اس کے پرتو مین آگے بڑھتے گئے، مگر ان کی یہ تمام گوشہ نشین اور سرگرمیان قل سیروا فی الارض کے تحت مین تھین اور اس کے بعد جو جاذبہ شوق ان کو بیتاب رکھتا تھا، اور دیوانہ وار ان کو اپنے گھرون سے بیقرار نکال لیتا تھا، اور سفر کی تمام مشکلات کو ان کی نگاہون کے سامنے ہیچ بلکہ اس راہ کی تمام تکلیفون کو راحت بنا دیتا تھا، وہ وہ ندائے عام تھی جو حضرت ابراہیمؑ کی زبانی سنائی گئی تھی، وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ الآیۃ،

جب سے یہ ندا دی گئی، ہر زمانہ مین لاکھون شیدائیون کی زبانون نے اس پر لبیک کہا، اور جب موسم آیا لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے اپنے گھرون کو اپنے اہل و عیال، اپنے آرام و آسایش کو چھوڑ کر مسافرانہ اٹھ کھڑے ہوئے اور صحرا و بیابان و دشت و جبل، دریا اور سمندر کو طے کرکے بادیہ حجاز پہونچے، اور اس بے آب و گیاہ صحرا کی زیارت سے اپنی روح کی پیاس بجھائی،

مسلمانون مین جو بھی بڑا سے بڑا سیاح گذرا ہے اس کے دل کی اصلی منزل اور سفر کا کعبہ مقصود یہی سرزمین تھی، وطن سے حج و زیارت کے لئے نکلے، راستہ کے عجائب و غرائب، ملکون کے دلکش مناظر، اور قومون کے عجیب و غریب احوال مشاہدہ کرتے ہوئے اس خطہ پاک مین پہونچے، فرائض سے فرصت پائی، تو آگے کا رستہ لیا، اور پھر موقع ملا، تو اسی مرکز پر لوٹ کر آگئے، اور پھر کسی دوسری سمت کو نکل گئے، ابن حوقل بغدادی، اصطخری فارسی، حکیم ناصر خسرو، ابن جبیر اندلسی، ابن بطوطہ مغربی، اور جیسیون سیاح اسی قسم کے ہین، جنھون نے اپنے سفر کا آغاز اسی نیت سے کیا، اور

Marfat.com

پھر جب سیر و سیاحت کی چاٹ لگ گئی تو دنیا کے گوشہ گوشہ کو چل پھر کر دیکھ لیا اور اپنے مشاہدات کو سفرنامہ کی صورت مین قلمبند کر دیا،

تمام دنیاے اسلام مین ہر سال ہزارون حاجی کرۂ زمین کے مختلف دائرون سے بخط مستقیم یہان آتے ہین اور جاتے ہین، اُن مین سے بیسیون صاحب قلم ہر سال اپنے اپنے مشاہدات کو ہر زبان مین حوالۂ قرطاس کرتے ہین، اس سے اندازہ ہوگا کہ ہر سال مشاہدات ارضی کا کتنا بڑا ذخیرہ ہر سال دنیا مین اضافہ ہوتا ہی،

ہندوستان سے کم و بیش بیس ہزار حاجی ہر سال مکہ معظمہ جاتے ہین، ان مین دو چار ایسے صاحب ذوق ضرور ہوتے ہین، جو اپنے سفر کے واقعات اور اپنے دل کے جذبات کو کاغذ کے منظر عام پر لاتے اور دوسرون کو سناتے اور دکھاتے ہین، اور اُن سے اہل ضرورت حسب ضرورت فائدہ اٹھاتے ہین،

ہندوستان مین شاید شیخ عبدالحق محدث دہلوی پہلے بزرگ ہین جنھون نے سنہ ۹۹۸ھ مین اس سفر کی یادگار مین "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کا تحفہ اہل وطن کے سامنے پیش کیا، اور جو کچھ وہان دیکھا تھا، وہ یہان آکر دوسرون کو دکھایا، اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے سنہ ۱۱۴۴ھ مین "فیوض الحرمین" وغیرہ رسائل مین اپنے روحانی مناظر و مشاہدات کی کاغذ کے صفحون پر تصویر کھینچی، لیکن سفرنامہ کی حیثیت سے شاہ صاحب کے ایک ذی رتبہ شاگرد مولانا رفیع الدین مرادآبادی قابل ذکر ہین جنھون نے سنہ ۱۲۰۲ھ مین حرمین کا سفر کیا، اور احوال الحرمین کتاب لکھی،

اس کے بعد مین ہر سال حاجیون مین سے کوئی نہ کوئی بزرگ واپس آکر اپنا سفرنامہ عموماً ترتیب دیتے ہین، اور ان مین مختلف پہلوؤن سے ہر صاحب ذوق اپنی

Marfat.com

بیداری اور دل بستگی کی باتین لکھتے ہین خصوصیت کے ساتھ قاضی سلیمان صاحب پٹیالوی مرحوم کا سفرنامہ سبیل الرشاد، اور برنی صاحب کا سفرنامہ صراط الحمید ذکر کے قابل ہین

ہمارے صاحب دل اور درد آشنا دوست مولنا عبدالماجد صاحب دریابادی کی زندگی مین مدت سے بتدریج جو انقلاب ہو رہا تھا، میرے خیال مین اسکی تکمیل ۱۳۴۷ھ مین ہوئی جب وہ حجاز کے سفر کے لئے روانہ ہوئے، اور جو احوال و مشاہد انھون نے کتابون مین پڑھے تھے، انکا سفرِ حج مین جاکر برای العین مشاہدہ کیا، اور وہان جو عینی مشاہدات قلبی کیفیات اور روحانی تاثرات ان پر وارد ہوئے، انھون نے اپنے اخبار سچ کے صفحات مین خطوط کی صورت مین منعکس کیا، موجودہ مجموعہ انھین مسلسل مضامین کا یکجا ذخیرہ ہے،

اس سے پہلے جو سفرنامے لکھے گئے تھے، یا وہ صرف عالم جذبات کی باتین تھین یا محض ایک سیاح و وقائع نگار کے روزنامچے تھے، یا فقیہانہ مسائل اور حج و مناسک کے ہدایت نامے تھے، یا حجاز و سفرِ حج کے لئے مسافرون کی گائڈ بکین تھین، اس سفرنامہ کی خصوصیت ان سب متفرق حیثیتون کی دلکش جامعیت ہے، سفرنامہ کے مختلف ابواب اور مباحث مین اسکا مصنف کہین مورخ ہے، کہین فقیہ، کہین محدث، کہین صوفی، کہین شاعر اور کہین سیاسی، غرض اس کتاب مین وہ سب کچھ ہے جسکی حاجی کو اپنے سفر کے آغاز سے لیکر پورے حج تک مختلف حالتون اور کیفیتون مین ضرورت پیش آتی ہے، سفر کے واقعات، حج و مناسک کے مسائل، مختلف مقامات کی دعائین، سفر کے ضروری ہدایات، حجاز کے ملکی حالات، آمد و رفت اور سفر کے وسائل، سواری، پانی، کرایہ، مکانات، مطوفین، راستے، مکہ معظمہ، اور مدینہ منورہ کے شہری حالات، اماکنِ مقدسہ، اور وہان کے ضروری آثار

یہ تمام معلومات اس میں یکجا ہیں،

لیکن اس سفرنامہ کی اصلی حیثیت اور حقیقی عزت میری نگاہ میں دو باتوں سے ہے، ایک اسکی انشاپردازی کہ مصنف کے قلم نے اسمیں انتہائی سادگی کا کمال حسن دکھایا ہی، سہل الفاظ، سادہ ترکیبیں، اور پھر شاعرانہ تخیل، اس لیے انشا کی حیثیت سے اس کی اہمیت بہت کافی ہی، دوسری چیز دہ تاثرات اور وجدانیات ہیں، جو اس کتاب کے فقرہ فقرہ سے نمایاں ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہی کہ صاحب دل مصنف نے کاغذ کی سطح پر اپنے دل کے ٹکڑے پھیلا دیئے ہیں،

میں تو سفرِ حجاز کی یہ بھی برکت سمجھتا ہوں کہ اُن کے قلم نے ان کے دل کی ایسی ترجمانی کی ہی، اور روح نے جسم کا ایسا قالب اختیار کیا ہی، کہ باطن ظاہر، محجوب منکشف، اور نادیدہ، دیدنی ہو گیا ہی، مجھے امید ہی کہ فاضل مصنف کی تصنیفات میں ان کے قلم کی یہ سرسری تحریریں، سب سے زیادہ دیرپا، سب سے زیادہ سودمند اور سب سے زیادہ مقبول ہونگی،

مسئلہ حجاز میں موصوف کے سیاسی مسلک سے ہر چند ہمکو پورا اتفاق نہ ہو تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا، کہ انھوں نے یہ صفحات لکھکر ہماری زبان، ادب، تاریخ، جغرافیہ، فقہ اور تصوف سب پر احسان کیا ہی، اور ظاہر و باطن، لفظ و معنی اور روح و جسم کے مختلف مناظر و مظاہر کا ایک ایسا دلکش نظارہ گاہ تیار کیا ہی، کہ ہر خیال و ذوق کا آدمی اپنے اپنے خیال و ذوق کے مطابق اس سے بہرہ مند ہو سکتا ہے،

ہمارے فاضل فلسفی، اور لایق انشاپرداز دوست کا مذہبی رنگ و زبردست

پختہ ہوتا جاتا ہی، یہان تک کہ وہ کہین کہین صوفیانہ "رواداری اور صلح کل" کی وسیع
شاہراہ سے نکلکر فقیہانہ تشدد کے تنگ کوچہ مین کھڑے نظر آتے ہین کیا عجیب بات ہی کہ ایک
پرانی تعلیم گاہ کا مولوی دوست نئی تعلیم گاہ کے گریجویٹ دوست کی حد سے زیادہ
مولویت کی شکایت کر رہا ہے، (وتلک الایام نداولہا بین الناس)
دعا ہی کہ اللہ تعالیٰ، اپنے حبیب کے صدقے ان صفحات کے لکھنے والے کو اجر جزیل
اور پڑھنے والون کو بیش از بیش توفیق نیک عطا فرمائے،

سید سلیمان ندوی
۳ رشوال ۱۳۴۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الوداع[۱]

واتموا الحج والعمرة للہ (بقرہ ع ۲۴) الحج اشہر معلومات (بقرہ ع ۹) ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا وھدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (آل عمران۔ رکوع ۱)

عن عائشة انھا قالت یارسول اللہ نری الجھاد افضل العمل افلا نجاھد قال لا لکن افضل الجھاد حج مبرور (بخاری) عن ابن مسعودؓ قال رسول اللہ صلعم تابعوا بین الحج والعمرة فانھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضة ولیس للحجة المبرورة ثواب الا الجنة (ترمذی) عن ابی امامة قال رسول اللہ صلعم من لم تمنعہ من الحج حاجة ظاھرة او سلطان جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا وان شاء نصرانیا (جمع الفوائد)

لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک

---

[۱] منقول از سچ، مورخہ ۰ ر مارچ ۱۹۲۶ء

یہ الوداع، ماہ رمضان کی سالانہ الوداع نہین، ناظرین سچ سے ان کے خادم مدیر سچ کی الوداع ہے،

حج بیت اللہ چند شرائط کے جمع ہوجانے پر، ہر مسلمان پر اُسی طرح فرض عین ہی جسطرح ہر روز پانچ وقت کی نماز، یہان نماز ہی کا فریضہ کب ادا ہوپاتا ہی، جسمین نہ کچھ خرچ ہے، اور نہ کوئی خاص محنت، کہ فریضہ حج کے نہ ادا کرنے کا رونا رویا جائے! عمر کی گھڑیان خاموشی اور تیزی کے ساتھ گذرتی ہین، دن ہفتون مین، ہفتے مہینون مین، مہینے برسون مین تبدیل ہوتے رہے، اور اس فریضہ کی ادائی کا خیال تک نہ آیا، کلام مجید کی آیات مین اور رسول برحق کی احادیث مین، خدا معلوم کتنی بار ادائے حج کی فرضیت اور تاکید نظر سے گذری، اور عدم ادائے حج کی وعیدین بار بار پڑھین، پر قلب کی غفلتون نفس کی شرارتون اور ہوش وخرد کی ہرزہ کاریون نے ہمیشہ مشورہ یہی دیا، کہ یہ اوامر واحکام دوسرون ہی کے لئے ہین، اپنے کو ان سے کیا تعلق! اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ عمر کی کتنی بیش بہا فرصتین، اور زندگی کی کتنی جا کرنے والی مہلتین، اسی غفلت، اسی بے حسی، اور اسی قساوتِ قلب کی نذر ہوگئین!

ہندوستان کے طول وعرض مین بے شمار سفر، بہ ضرورت اور بلا ضرورت کر ڈالے لیکن جو ایک ہی جگہ سفر کرنے اور حاضری دینے کی تھی، وہان سر کے بل چلنا کجا، پیرون کے بل بھی جانا نصیب مین نہ آیا! بنگلون اور کوٹھیون، حویلیون اور ڈیوڑھیون کے گرد چکر لگانے مین ایک عمر گذر گئی، پر وہ آستان پاک، جو اس قابل تھا کہ اس کے گرد طواف کرنے مین ساری عمر تمام کردی جاتی، اور اسی پر پروانہ وار اپنی جان نثار کردی جاتی، گردش تقدیر نے محروم رکھا تو اسی کی جبین سائی سے! ملک کے گوشہ گوشہ کی سیر کر ڈالی، پر نہ توفیق ہوئی تو ایک اس سرزمین کی زیارت سے مشرف ہونے کی جس کی سربلندی پر آسمان کو بھی رشک

ہے، جہاں کھڑے ہو کر اللہ کے خلیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے رب کی توحید کی منادی کی تھی، اور جس کی ریگ کے ذروں پر اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نقشِ قدم آج تک ثبت ہیں!

محرومیوں کی حکایت دراز، اور کوتہ بختیوں کا سلسلہ طویل، لیکن، رحمت باری بے حساب اور فضل خداوندی بیکراں، بڑے بڑے مجرم اپنی سیہ کاریوں کی پوٹ لیکر آئے اور اور بحرِ کرم کے ایک قطرہ نے سارے دفتروں کی سیاہیاں دم بھر میں سفیدی سے بدل دیں روتے کانپتے آئے اور ہنستے کھلکھلاتے واپس گئے، اقلیمِ سخن کے تاجدار، خسرو نامدار نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے، ؎

قطرۂ زآب رحمت توبس است　　　　شستنِ نامۂ سیاہ ہمہ!

اور ایک دہقانی کج مج زبان نے اپنی بولی میں یوں عرض کیا ہے۔ ؎

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی ہے فزوں حد سے　　　　دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوا پایا!

بالآخر، جس کی رحمت ابرِ کرم بنکر سوکھی کھیتیوں کو آن کی آن میں سرسبز و شاداب کر دیتی ہے، اسکی مشیت اسکی متقاضی ہوئی، کہ ایک محرومِ عمل، مردہ قلب کو اپنے حرم محترم کی حاضری وطواف، اور اپنے حبیب پاک صلعم کی آرامگاہ کی زیارت سے مشرف فرمائے چنانچہ ارادہ ہوا، منصوبہ بندھے، اور زبان پہلی بار لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک کے تلفظ پر کھلی!

اللہ اللہ! کجا ایک ننگِ خلایق اور کہاں وہ قدوسیوں اور نورانیوں والی سرزمین! کہاں ایک روسیاہ کے ناپاک قدم اور کہاں وہ معصوموں اور ملکوتیوں کی سجدہ گاہ!

Marfat.com

ایاز قدرِ خود بشناس عقل اس خوش قسمتی پر دنگ، خرد اس بوالعجبی پر حیران!

ہے آرزو کہ ابر ورپرُ نم کو دیکھئے!

اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے!

لیکن ربوبیت کے عجائب کاروبار ہین، اپنا نام رب العالمین ارشاد فرمایا ہی، رب الصالحین نہین فرمایا، مرتبۂ کمال پر صرف اتقیا، و صالحین، ابرار و اخیار ہی نہین پہونچائے جاتے، ربوبیت کا تعلق اشرار و فجّار سے بھی ہے، دستگیری صرف نیکون ہی کی نہین، بدون اور بدتر سے بدتر بدون کی بھی ہوتی رہتی ہے، ہوائے بہار جب چلتی ہے تو چمن کے خوشبو دار پھولون اور چراگاہ کی گھاس کی پتیون دونون کو مہکا دیتی ہے، ؎

اے بدر ماندگی پناہِ ہمہ، کرمِ تست عذر خواہِ ہمہ!

غرض نیت قائم ہو چکی ہے، حج کے مہینے تین ہین، شوال، ذیقعدہ، و عشرۂ اول ذی الحجہ، الحج اشھر معلومات، جس تاریخ کو ماہ مبارک رمضان ختم ہوتا ہی، ٹھیک اسی تاریخ سے موسم حج کی ابتدا ہوجاتی ہے، انشاءاللہ تعالیٰ یکم شوال کو گھر سے نکلنا ہوگا، اور ۳ رشوال کو ۱۰ بجے شب کے اکسپرس سے لکھنؤ سے بمبئی کے لئے روانگی، اور ۵ رشوال کو بمبئی پہونچ کر مغل کمپنی کے پہلے جہاز سے عزم سفر، پہلے زیارت دیار حبیبؐ و حاضری روضۂ انور، جتنے دنون تک بھی قسمت یاوری کرے، پھر آغازِ ذی الحجہ مین فریضۂ حج کیلئے مکہ معظمہ، بعد ادائے فریضہ قصدِ مراجعت، اور اگر زندگی باقی ہے، تو انشاءاللہ اول عشرۂ محرم مین واپسئ وطن، یہ سارے ارادے اپنے ہین، اور بندون کو اپنے ارادون کے نفاذ پر جو قدرت ہی، اُس کا حال معلوم! ہوگا وہی جو کچھ بندہ کا چاہا نہین بلکہ بندون

کے پروردگار و مالک کا چاہا ہوگا، کیا ایک مشتِ خاک اور کیا اُس کے ارادے! ارادہ کا حق تو اُسی کو ہے جس کے ہاتھ مین موت و زندگی، عافیت و سلامتی کی کنجیان ہین، مولا کی شانِ کریمی دیکھئے، کہ مولانا مناظر احسن صاحب جیسے صاحبِ ذوق و صاحبِ علم بزرگ اور بعض اور عزیزون اور مخلصون کی معیت کی سعادت اور رفاقت کی دولت بھی نصیب مین آرہی ہے، انشاء اللہ العزیز،

سچ اس مدت مین کیونکر جاری رہ سکے گا؟ افسوس ہے کہ اسکی کوئی قابلِ اطمینان صورت نہ نکل سکی مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا، کہ اسکی اشاعت بارہ تیرہ ہفتون کے لئے بند رہے وسطِ جون تک اس خادم کی واپسی کی توقع ہے، ایک آدھ ہفتہ کے آرام کے بعد شروع جولائی سے پھر اسی خدمت کا اجرا ہوسکتا ہے، البتہ وسطِ مارچ سے آخر مارچ تک کے پرچون کے مضامین فراہم کئے جاتا ہون، میری عدم موجودگی مین مولوی ظفر الملک صاحب ان پرچون کو شایع فرمادین گے، اس حساب سے ناظرین کو صرف تین مہینے کے لئے زحمتِ انتظار برداشت کرنی ہوگی، سچ سے محبت و حسن ظن رکھنے والے بھائیون کے لئے یہ مدت بھی بہت ہے، اور خوب جانتا ہون، کہ انھین اس قدر انتظار بھی نہایت شاق گذریگا، لیکن سچ پوچھئے، تو التوا کی مدت کون ایسی بڑی مدت ہے، اور سچ کا نکلتے رہنا ہی کیون اتنا اہم اور ضروری فرض کرلیا گیا ہے، جو اس کی سہ ماہہ التوا پر اس قدر رنج و غم کیا جائے! آخر

غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین!

دورانِ سفر مین کچھ لکھنے کی نوبت ہی کیون آنے لگی، لیکن اگر کچھ لکھنے کی نوبت آئی تو اسکی اشاعت کے اولین حقدار روزنامہ ہمدرد (دہلی) کے صفحات ہین،

آدابِ سفرِ حج سے ہے، کہ اس سفر کو سفرِ آخرت کا نمونہ سمجھے، احرام کی چادرون کو کفن کی چادرون کا نمونہ تصور کرے، اور چلتے وقت اپنے تمام ملنے والون اور اپنے سے تمام تعلق رکھنے والون سے اپنی خطاؤن کی معافی طلب کرے، ناظرینِ سچ تک فرداً فرداً پہونچنا ممکن نہین، ان کے حقوق کی ادائی مین مدیرِ سچ کی جانب سے خدا معلوم کتنی غفلتین اور کتنی کوتاہیان ابتک ہوئی ہونگی، اور خدا معلوم کتنون کی دل آزاریان اوراق کے ذریعہ سے ہو چکی ہونگی، سب کی خدمت مین بمنت و بجاجت گذارش ہے کہ اپنے اس خادم کی بڑی اور چھوٹی، دانستہ اور نادانستہ ساری خطاؤن کو اللہ کے واسطے صدقِ دل سے معاف فرمائین، وہ جو حاکمون کا حاکم ہے، ان کی خطاؤن کو بھی معاف فرمائیگا اس دربار کے سچے سفیرؐ کی بشارتین اور وعدے موجود ہین،

التماسِ عفو کے بعد دوسری گذارش سچ کی برادری سے یہ ہے کہ اس خادم کو دعائے خیر سے محروم نہ رکھا جائے اور زاہد و فاسق سب کی سننے والے کی بارگاہ مین باربار عرض کیا جائے، کہ اس گنہگار کو حجِ مبرور اور زیارتِ مقبول نصیب ہو! حکم ملا ہے کہ توشۂ سفر کا سامان رکھو، اور پھر خود ہی ارشاد ہوا ہے، کہ بہترین توشۂ سفر تقویٰ ہی ہے، (و تزودوا فان خیر الزاد التقویٰ) یہان تقویٰ کا سایہ بھی نہین پڑنے پایا، سہارا جو کچھ ہے وہ کسی رؤف و رحیم کی رحمتِ بے حساب اور کرمِ بے انداز کا ہی، اور اس کے بعد اگر کسی توشہ کی طلب و ہوس ہے، تو وہ اہلِ دل کی دعائین ہین، زہے نصیب، اس کے، جس کے نصیب مین یہ توشہ آجائے!

شانِ کریمی کے حوصلے دیکھنا! کیسے نامۂ سیاہ کو نوازا جا رہا ہے! کس ننگِ خلائق

کو سرفراز کیا جا رہا ہے! شاعر نے صدیوں پیشتر اپنی تخیل کی رو میں کہا تھا ؎

بطواف کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند　　　تو برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی!

وہاں تو شاعری تھی یہاں اپنی طرف دیکھ کر دل دھڑک رہا ہے، اور ہمت جواب دے رہی ہے کہ کہیں اپنے حق میں یہ شاعری ماجرائے حقیقت نہ بن جائے! مولی ہر بیکس کی لاج تیرے ہاتھ میں ہے! ہر مفلس کا آسرا تیرا ہی دست کرم ہے! بلایا ہے تو اپنے در سے محروم نہ واپس کرنا! اپنے اس قہر و غضب سے پناہ میں رکھنا کہ اس آستان پاک تک پہونچکر بھی تیرا بھکاری خالی ہاتھ واپس آئے! اندھے کی آنکھیں روشن کرکے رہنا، نہ ہو کہ خانہ تک پہونچکر صاحب خانہ کے دیدار سے محرومی رہے، نہ ہو کہ مکان پر حاضری کے بعد بھی لامکان والے مکین کی تجلیات حجاب ہی میں رہیں! بیت کے ساتھ رب البیت کے انوار جمال کی زیارت نصیب ہو! مردوں کو جلانے والے مالک! مایوسوں کو خوشخبری دینے والے مولی! بیکسوں کی دستگیری کرنیوالے آقا! دلوں کے زخم پر مرہم رکھنے والے پروردگار! تجھ سے بھاگا ہوا تیرا نافرمان غلام تیرے اور تیرے حبیب ﷺ کے آستان پاک پر سر رکھنے کو حاضر ہو رہا ہے! دعاؤں کا قبول کرنا تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اور دعاؤں کی توفیق دینا بھی تیرے ہی ہاتھ میں!

اے خدا پاک بے انباز و یار　　　دست گیر و جرم ما را در گذار

یاد دہ ما را سخنہائے رقیق　　　کہ ترا رحم آورد آن اے رفیق

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو　　　ایمنی از تو، مہابت ہم ز تو

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن　　　مصلحی تو اے تو اصلاح سخن

سبحان اللہ الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

Marfat.com

باب (۱)

روانگیِ بمبئی

عید ہر سال آتی ہے، اب کی عید ہر سال کی معمولی عید نہ تھی، کسی کے آستانے پر ذوقِ جبین سائی دل کو بیتاب کئے ہوئے تھا کسی کے دربار میں حاضری کا دن ایک ایک کرکے گنا جا رہا تھا، رمضان ختم ہوا عید آئی، انتظار کی گھڑیاں کٹیں، وعدۂ دیدار پورا ہونے کی ساعت آئی، ہجر کے بعد وصل مہجوری کے بعد حضوری، انتظار کے بعد دیدار، پیاس کے بعد سیرابی، جس کارفرماے فطرت نے ازل سے یہ قانون رکھدیا ہے اسی نے ماہِ مبارک کا خاتمہ موسمِ حج کے آغاز پر رکھا ہے، الحج اشہر معلومات، حج کا مشہور و معروف موسم عین اس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب آخری روزہ اور آخری افطار آخری تراویح اور آخری سحری سے فراغت ہو چکتی ہے، مبارک ہیں ماہ مبارک کی راتوں کی وہ بیداریاں، جو کسی کی آرزوے دید میں بسر ہوں، اور مبارک ہیں ماہ مبارک کے بھوک اور پیاس ضعف اور تڑپ والے وہ دن جنکا خاتمہ کسی کی گلی کے طواف و سعی پر ہو!

انبساطِ عید دیدن روے تو!
عیدگاہِ ما غریبان کوے تو!

سفر سیر و تفریح کے لئے نہ تھا، تحصیلِ علوم و تکمیلِ فنون کے لئے نہ تھا، علمی و ادبی تحقیقات تاریخی و اثری تفتیش کے لئے نہ تھا، کشمیر و شملہ کا نہ تھا، لندن و پیرس، آکسفورڈ و کیمبرج کا نہ تھا، ہان وہان کے لئے بھی نہ تھا، جہان گرج گرج کر تقریرین کیجاتی ہین اور جھگڑ جھگڑ کر رزولیوشن پاس ہوتے ہین! سفر جلجلاتی ہوئی ریگ والی زمین کی طرف تھا، گرمی کے موسم مین اس آسمان کی چھت کے نیچے تھا جس کا آفتاب تمایا ہوا ہوتا ہے، ٹیلون اور پہاڑون، آبشارون اور سبزہ زارون کی طرف نہ تھا، خشک اور چٹیل میدانون، بے آب و گیاہ ویرانون، اور آگ اور خاک برسانے والے ریگستانون کی جانب تھا! ایک گنہگار امتی، اپنے شفیع اور شفیق آقا کے آستانے پر حاضر ہو رہا تھا، بندے کی حاضری اپنے مولا کے دربار مین تھی، بھاگا ہوا غلام، تھک کے اور ہار کر، پچھتا کر اور شرما کر، پھر اپنے مالک کی طرف رخ کر رہا تھا، ذرہ آرزومند تھا، کہ آفتاب کی تابش سے جگمگا اٹھے، قطرے کو ہوس ہوئی کہ بحر بیکران کے وصل کا لطف اٹھائے، مشتِ خاک کو یہ دماغ ہوا کہ نورِ پاک کے جاروب کشون کی فہرست مین اپنا نام لکھائے، جو کچھ نہ تھا اسے یہ ولولہ ہوا، کہ جو سب کچھ ہے، اس سے تعلق و پیوند پیدا کیجئے!

ہے آرزو کہ ابروِ پرخم کو دیکھئے!
اس حوصلے کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے!

حاضری کا حکم دینے والے کا حکم ہے، کہ زادِ راہ ساتھ لے کر چلو (وتزودوا) اور خود ہی زادِ راہ کی تشریح بھی فرما دی ہی، کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، فان خیر الزاد التقویٰ، یہان قحط تھا، تو اسی جنس کا، محرومی تھی تو اسی سرمایہ سے

تہیدستی تھی تو اسی توشۂ راہ سے! دل ہچکچایا طبیعت رکی، ارادہ کا قدم ڈگمگایا، مگر معًا یاد آیا کہ وہ خدائے قدیر و رحیم جو ہر روز تاریکی کو نور مین بدلتا رہتا ہی، سڑے ہوئے فضلہ اور عفونت پھیلانے والی کھاد سے طرح طرح کے رنگا رنگ گل بوٹے، پھل پھول میوے اور غلے وغیرہ اگاتا رہتا ہی، بیجانون مین جان پھونکتا رہتا ہی، کیا وہ تباہ کارون کو اپنے دربار مین حاضری کی نعمت سے سرفراز کرنے پر قادر نہین؟ کیا درماندون اور خستہ حالون کے دامن کو گوہر مراد سے بھر دینا اس کے فضل و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کیا وہ صرف نیکون اور پاکون، پارساؤن اور پاکبازون ہی کا والی و وارث، رب اور مالک ہے؟ اور مدہوشانِ غفلت اس کے لطف و رحمت سے، خدانخواستہ ہمیشہ محروم ہی رہین گے؟

ٹوٹی ہوئی ہمت بندھی، دھڑکتا ہوا دل تھما، ڈگمگاتے ہوئے پیر سنبھلے، چند روز قبل حیدرآباد جانا ہوا تھا، وہان کے متعدد اہلِ دل بزرگون کی گفتگوئین اور صحبتین دل مین شوق اور ولولہ پیدا کر چکی تھین، اس سے قبل دہلی کے زندہ جاوید محبوب الٰہی نظام الدینؒ کے دربار سے اجازت مل چکی تھی، ماہ رمضان المبارک مین دیوبند اور تھانہ بھون کے دو زندہ خاصانِ حق کی زبان سے مزید حوصلہ افزائی ہو گئی، اتنی ساری تائیداتِ غیبی کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت ازلی سوچتا اور ہچکچاتا رہتا، تو وہ انسانون کے بجائے جمادات مین شمار کرنے کے قابل تھا، عزم کر دیا گیا، لکھنؤ اور حیدرآباد سے بعض کرمفرماؤن نے اپنے اپنے تجربون کے مطابق ضروریاتِ سفر سے متعلق یادداشتین بھی مرتب کر کے روانہ

کردی تعیین[1] یکم شوال کو بعد ادائے ظہر، ادعیۂ مسنونہ و ماثورہ پڑھتا ہوا گھر سے باہر نکلا، مسجد سے رخصت ہوا، جد اعلیٰ حضرت شیخ محمد آیتبخش چشتی نظامی (م ۱۳۴۴ھ) اور دوسرے بزرگون کے مزارات پر فاتحہ پڑھی، قصبہ کے مسلمان، ساری دنیا کے مسلمانون کی طرح، اس وقت سخت باہمی زور آزمائی مین مصروف ہین، ہر فریق دوسرے کی عزت و آبرو کا دشمن، یہان تک کہ آج عید کا دن بھی انھین گلے نہ ملا سکا تھا، لیکن مقلب القلوب کی کارسازی، کہ اپنے ایک ناکارہ و ننگ وطن ہموطن کو رخصت کرنے کے لئے ہر فریق اپنی پوری محبت و خلوص کے ساتھ آمادہ ہوگیا، عین عید کی مشغولیت مین تیز دھوپ مین پا پیادہ، سب کا دو میل تک آنا، اور رہ رہ ہر قدم پر اپنے جوش محبت کا ثبوت دیتے رہنا کوئی معمولی بات نہ تھی،

وطن سے روانگی کے بعد پہلی منزل لکھنؤ کی تھی، اور لکھنؤ بھی اپنے گوناگون تعلقات کے لحاظ سے بمنزلۂ وطن ہی ہے، یکم شوال کو شب مین یہان پہونچے تھے اور سوم شوال (۱۵ مارچ) یوم جمعہ کو شب ہی مین یہان سے روانہ ہوئے، دوپہر سے بزرگون اور دوستون کی تشریف آوری کا جو سلسلہ شروع ہوا، تو ٹھیک اس لمحہ تک، کہ جب تک دس بجے شب کو گاڑی چھوٹ نہ لی، برابر جاری رہا، امام ضامن کے روپیے اور "ناشتہ" کے خوان پر خوان چلے آرہے ہین، اور رخصت کرنے والون مین شہر کے نامور بیرسٹر اور وکلاء، اطبا، اور ڈاکٹر، اخبارات کے اڈیٹر [illegible]

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی، پروفیسر ہارون خان شروانی (جامعہ عثمانیہ) مولوی ظفر الملک صاحب علوی اور مولوی شاہ محمد الیاس برنی کی امداد اس سلسلہ مین شکرگذاری کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے،

Marfat.com

ندوہ کے علماء، انگریزی کالجون کے پروفیسر اور طلبہ فرنگی محل کا سارا خاندان، عام احباب و اعزہ ——— کوئی کس کس کے نام گنائے، اور سب کی مکمل فہرست یاد رکھنے کا دماغ کس کو ہے؟ بڑے اور چھوٹے، عالم اور عامی، سب نے جس خلوص و محبت کیساتھ رخصت کیا ہے، اس کی یاد کا نقش جلد مٹنے والا نہین، احادیث نبوی مین جمعرات اور ہفتہ کا سفر مبارک بتایا گیا ہے، کریم کی کریمی ملاحظہ ہو، کہ دریاباد اسٹیشن سے گاڑی ایسے وقت چھوٹی کہ چہارشنبہ کا آفتاب غروب ہو رہا تھا، اور شب پنجشنبہ کا آغاز ہونے کو تھا، اور لکھنؤ سے روانگی کے وقت شب شنبہ کو شروع ہوئے کئی گھنٹے گذر چکے تھے؛ راستہ مین بھوپال اسٹیشن پر دوستون اور عزیزون ہی نے نہین، بلکہ ایسے مہربانون نے بھی جنکی خدمت مین اس کے قبل نیاز تک حاصل نہ تھا، جس مسافرنوازی کا ثبوت دیا، اُس کا معاوضہ بجز دعائے خیر کے اور کیا ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو دارین مین فائز المرام کرے!

---

۱۷ مارچ، یکشنبہ، کو علی الصباح بمبئی پہونچے، ناواقفون کے لئے بمبئی کا مرحلہ بھی کچھ کم کٹھن نہین، اَن پڑھ دیہاتیون کا ذکر نہین، اچھے اچھے پڑھے لکھے شہری، اگر انکا کوئی دوست یا آشنا یہان موجود نہین تو پہلی دفعہ بمبئی پہونچکر چکرا جاتے ہین، بمبئی مین حاجیون کے لئے متعدد وسیع آرام دہ مسافرخانے بنے ہوئے ہین، جہان آدمی بغیر کسی کرایہ کے ٹھہر سکتا ہے، حاجی سیٹھ صابو صدیق مرحوم کا مسافرخانہ کرافرڈ مارکٹ (جہان دنیا بھر کی چیزین ملجاتی ہین) سے متصل اور بڑے اسٹیشن (وکٹوریہ ٹرمنس) سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے، یہ سب

زیادہ آرام دہ ہی، اس کے داروغہ مولوی حضرت اللہ صاحب جن کے چہرہ کی نورانیت ان کی باطنی پاکیزگی کا آئینہ ہے، اور اُن کے نائب منشی عبدالستار صاحب سبھی کے غائبانہ کرم فرماؤن مین تھے، خیال تھا، کہ قیام اسی مسافرخانہ مین ہوگا۔ ۱۹۱۲ء مین والد ماجد مرحوم مع والدہ صاحبہ کے جب حج کو تشریف لے گئے تھے، تو وہ بھی یہین مقیم ہوئے تھے، لیکن ابھی بڑا اسٹیشن دور تھا، اور پوری طرح صبح بھی نہین ہونے پائی تھی کہ بھائی کلہ اسٹیشن پر مولانا شوکت علی مع اپنے رفقا کے نمودار ہوئے، اور حکم ہوا کہ وکٹوریہ ٹرمنس پہنچ کر دارالخلافۃ چلنا ہوگا، کس کی مجال تھی کہ بابائے خلافت کے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔

"دارالخلافۃ" کوئی مسافرخانہ یا مہمان سرا نہین، مرکزی خلافت کمیٹی کے دفتر کا نام ہی، خدا کا شکر ہے کہ کرایہ پر بیشمار روپیہ صرف کرنے کے بعد اب جمعیۃ خلافت کے پاس اپنا ذاتی مکان ہوگیا ہی، یہ مکان بھائی کلہ اسٹیشن سے دو فرلانگ پر، لولین (کسی نے اس کا ترجمہ "کوے جانان" خوب کیا ہے) مین واقع ہے، وسیع دومنزلہ عمارت، صحن کشادہ، خاموش و پرسکون فضا، بمبئی مین ایسی عمارت ہاتھ آجانا خوش قسمتی ہے، مرکزی عمارت کے حصۂ زیرین مین دفتر جمعیۃ خلافت و دفتر روزنامۂ خلافت، بالاخانہ پر مولانا شوکت علی کی فرودگاہ، نیز "معزز" حضرات مہمانون کے لئے آراستہ و مرصع ڈرائنگ روم، اور دوسرے کمرے (یہان یہ سوال نہ پیدا کیجئے کہ جمعیۃ خلافت کو ان پرتکلف آرایش و زیبایش سے کیا واسطہ، قرن صحابہ کی خلافت راشدہ اور چودھوین صدی ہجری کی خلافت کمیٹی مین اب کیا

Marfat.com

اتنا فرق بھی نہ ہو!) پہلو کی دوسری عمارت کا بالاخانہ مولانا محمد عرفان کی فرودگاہ، اور اسلامی سادگی کی سچی تصویر، نیچے کے حصہ مین خلافت بکڈپو، اور روزنامہ خلافت کے ایڈیٹوریل اسٹاف کے لئے کمرے، مرکزی عمارت کے نیچے کے دو کمرے ہمارے قافلہ کیلئے خالی کر دیئے گئے۔ ان مین عورتین اطمینان و آرام سے رہین، مرد دن بھر ادھر اُدھر رہتے، رات کو کچھ صحن اور برآمدہ مین لیٹ رہتے اور کچھ زبردستی مولانا عرفان کے کمرے پر قابض ہو جاتے، مولانا شوکت علی کا تار لکھنؤ ہی مین مل گیا تھا، کہ کوئی اچھا جہاز شروع شوال مین نہین جائیگا، بمبئی پہونچکر معلوم ہوا کہ دس بارہ روز کا انتظار ناگزیر ہے ـــــ دل کا شوق مضطرب، مہینون کی مدت دنون مین اور دنون کا وقت منٹون مین کس طرح کٹ جائے! لیکن بلانے والا اگر خود ہی حکم بھیجدے، کہ دوڑتے ہانپتے ہوئے نہین، راستہ مین دم لیتے ہوئے، اور قدم قدم پر ستاتے ہوئے دربار مین حاضر ہو، تو فرمائیے، جانے والے کا دل آخر کیون کڑھے؟

بمبئی، ہندوستان کا شاید سب سے بڑا "یاجوجی" شہر ہے، لندن اور پیرس، نیویارک اور شکاگو کی زیارت سے جو لوگ مشرف نہین ہوئے ہین، وہ ان کا ایک ہلکا سا نمونہ بمبئی مین دیکھ سکتے ہین، ویسی ہی ہر طرف آسمان سے باتین کرنے والی اونچی اونچی عمارتین وہی روپیہ کی گرم بازاری، وہی دوکانداری مین انہماک، وہی عیش کی فراوانی، وہی جسی ونفس پرستی، وہی برق و دخان کی پرستاری، وہی ملون، انجنون، اور کارخانون کا زور، وہی ریل، ٹریم، اور موٹر کارون کا شور، وہی صبح سے لیکر رات تک اور شام سے لیکر صبح تک چیختے اور چلاتے ہوئے، شور مچاتے اور دھوان اڑاتے، ڈھکیلتے اور کچلتے ہوئے یاجوج کی مشینین اور

اور بے قراری، بھاگ دوڑ، شور وغل، چیخ پکار، شورش و اضطراب! دن کو چین نہ رات کو سکون، اور اسی کا نام اس دورِ یاجوجی میں "ترقی" و "تہذیب" ہے! حیرت صرف اس پر ہے، کہ اس غلبۂ یاجوجیت کے باوجود اب تک یہاں کی مسجدیں کیونکر اس قدر آباد و پُر رونق ہیں، اور اتنے نمازی اور دیندار مسلمان یہاں کیسے نظر آتے ہیں!

Marfat.com

باب (۲)
بمبئی - جہاز

سفر کا ایک اہم جزو، رفقائے سفر ہوتے ہین، سفرِ حج مین یہ اہم جزو بہت زائد اہم ہو جاتا ہے، مین نے جس وقت سے سفرِ حج کا ارادہ کیا تھا، اسی وقت سے بیوی بھی آمادہ تھین اور آمادگی محض زبان تک محدود نہ تھی، بلکہ اپنا زیور علٰحدہ کرکے روپیہ کا بھی انتظام کر لیا تھا، خوشدامن صاحبہ (والدۂ خان بہادر شیخ مسعود الزمان بیرسٹر باندہ) بھی عرصہ سے تیار تھین، میرے آرام کے خیال سے انھون نے ایک مرد ملازم میرے ہی گھر کا پروردہ ہمراہ لیا، رامپور کی ایک عزیزہ بہن ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھین میری درخواست پر ان کے حقیقی بھائی بھی جو حیدرآباد مین منصف ہین بڑی تیزی و مستعدی کے ساتھ آمادۂ رفاقت ہو گئے، اس طرح میرا اصلی قافلہ کل چھ شخصون کا ہوا، جنکا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، لکھنؤ کی ایک اور عزیزہ (بیوۂ ڈپٹی نہال الدین احمد مرحوم) بھی مع اپنے بھائی شیخ حیدر علی قدوائی کے ہمراہ ہو لی تھین، انکے علاوہ گدیہ کے مولوی عبدالباری صاحب ندوی (استاد جامعہ عثمانیہ) مع اپنے والدین اور چار دوسرے اشخاص کے ہمراہ ہو لئے، اور اسی قافلہ مین مولانا سید مناظر احسن صاحب (شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ) بھی شامل تھے، جنکا تعارف ناظرین سچ سے بالکل غیر ضروری ہے،

Marfat.com

اس طرح مل ملا کر ہم سب سولہ آدمی ساتھ تھے، لیکن میرا اصلی قافلہ وہی چھ آدمیون کا تھا، سفرِ حج کا ساتھ بڑا نازک ساتھ ہوتا ہے، اچھے اچھے گہرے دوستون کی مدۃ العمر کی دوستیان اس سفر مین ٹوٹتے دیکھی ہین، اور بھائی سے بھائی کو، باپ سے بیٹے کو، پیر سے مرید کو، اس سفر مین چھوٹ جاتے سنا، اسی خوف سے مین نے شروع سے بڑی احتیاط رکھی، کہ قافلہ بہت بڑا نہ ہونے پائے، اور جو لوگ ساتھ ہون بھی، وہ حتی الامکان اپنا اپنا انتظام دوسرے سے علیحدہ رکھین، آیندہ کے تمام عازمانِ حج کی خدمت مین مخلصانہ گذارش ہی، کہ جب تک کسی دوست یا عزیز پر یہ اعتماد نہ ہو کہ وہ غیر معمولی تحمل و بے نفسی اور صفاتِ اطاعت و انقیاد کا مالک ہی، ہرگز اسے شریکِ قافلہ نہ بنایا جائے، اور کھانے پینے، رہنے سہنے کا الگ الگ انتظام تو واجبات مین سے ہی،

بمبئی مین شروع شروع بحمد اللہ اپنے کو مخفی رکھنے مین کامیاب رہا، لیکن قیام جون جون بڑھتا جاتا تھا، اخفاء کا اہتمام دشوار تر ہوتا جاتا تھا، آخر ایک روز ایک صاحب یہ پیام لیکر آئے، کہ انگریزی روزنامہ انڈین ڈیلی میل کے نمایندہ صاحب مع کیمرہ کے تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہین یعنی میرا بیان شایع کرنے کیساتھ ساتھ مجھ عجیب الخلقت کی تصویر سے بھی روشن خیال ناظرین کی ضیافتِ طبع کیجائیگی! گویا اکبر کے اس الہام کی ایک تازہ شرح شایع ہو کر رہیگی، ؎

عشاق کو بھی مالِ تجارت سمجھ لیا — اس قہر کو ملاحظہ للہ کیجئے
بھرتے ہین میری آہ کو فونوگراف مین — کہتے ہین فیس لیجئے اور آہ کیجئے!

یہان بجائے "فونوگراف" کے "فوٹوگراف" سے کام لیا جانے والا تھا، اور پیام

کے ساتھ ہی ساتھ "فیس" کی جانب بھی اشارہ تھا، جواب مین عرض کیا گیا، کہ تصویر کھنچوانا، اور اخبار کے لئے بیان لکھوانا الگ رہا، یہان تو آغازِ سفر سے اخبار پڑھنا ہی سرے سے ترک کر دیا گیا ہے، یہان تک کہ ایک روزنامہ (خلافت) کے دفتر مین رہنے کے باوجود اُس اخبار کو آج تک ہاتھ نہین لگایا ہی، اور اپنے روزنامہ (ہمدرد) کی تو شکل تک بھی نہین دیکھی خیر یہ مصیبت تو ٹل گئی، لیکن سچ کی محبت اور قدر افزائی جس گروہ کے دل مین اللہ نے ڈال دی ہے، اُس کی نظر سے بچے رہنا کیونکر ممکن تھا، بالآخر ان محبت کرنے والے بھائیون کی آمد و رفت شروع ہوئی، خود اپنے اپنے کاروبار کا ہرج کر کر کے آتے تھے، اور اپنے گھرون پر لیجا کر کھانا کھلاتے تھے عزیزی معین الدین حارث، جامعہ ملیہ کے ایک قابلِ فخر گریجویٹ ہین، اور اب اپنا ایک روزانہ اخبار بھی نکال رہے ہین، انھون نے، اور میمن برادری کے ایک نوجوان احمد عبداللہ "غریب" صاحب نے سادگی و خلوص کے ساتھ "دعوتِ شیراز" کا نمونہ دکھا دیا، ان کے ہان کی سادگی کا پورا مقابلہ حاجی قاسم نور محمد چھاپرا صاحب تاجر چوب کی ضیافت کے تکلفات نے کر دیا، حاجی صاحب کو سچ سے خدا معلوم کیون اتنا حسنِ ظن پیدا ہو گیا ہی، پہلے قیامگاہ پر تحائف لیکر آئے، پھر اپنے ہان دعوت دھوم دھام سے کی، اور پھر جہاز پر پھلون کی بڑی سی ٹوکری خود لیکر آئے، اور ہر موقع پر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی طرف سے کسی عنایت یا احسان کا احساس مطلق نہین رکھتے، بلکہ اپنی خدمت گزاریون کو اپنے لئے باعثِ فخر و سرمایۂ سعادت سمجھ رہے ہین!

بمبئی مین قیام بارہ دن کرنا پڑا، جہاز کی روانگی کی روز امید بندھتی تھی، مگر ہر صبح کی خبر شام کو غلط نکلتی تھی، یہ بارہ دن کی مدت ضروریات سفر کی فراہمی اور سامان کی خریداری مین گذری، حجاز مین اب ہر قسم کی چیزین ملنے لگی ہین، جہاز پر بھی کھانے کا فی الجملہ انتظام ہوگیا ہی، اس لئے سامان بجائے زیادہ لیجانے کے، کم سے کم لیجانا چاہئے، ورنہ ایک تو بار برداری مین خرچ اچھا خاصہ پڑجاتا ہی، دوسرے اس کی حفاظت ونگہداشت کی فکر مین قلب کو ہر وقت تشویش رہا کرتی ہے، اور پھر چیزون کے ٹوٹنے پھوٹنے سے نقصان الگ ہوتا رہتا ہی، چنانچہ یہی ارادہ تھا، کہ سامان بہت مختصر اور ہلکا لیا جائیگا، اور اسی ارادہ سے بمبئی کے بازارون مین خریداری کے لئے نکلے، لیکن پھر بھی سولہ آدمیون کی ضرورتین پیش نظر تھین، ہوتے ہوتے کل سامان کا انبار اچھا خاصہ ہوگیا، بستر، کپڑون کے کئی کئی جوڑے (اگر ایک آدھ رنگین جوڑا بھی ساتھ رہے تو بہت آسانی رہتی ہے) اور پیچش، بدہضمی، بخار وغیرہ کی مجرب دوائین، گھر سے ہمراہ لیکر نکلے تھے باقی سامان بمبئی مین خرید کیا، ہر شخص کی ضروریات سفر دوسرے سے مختلف ہوتی ہین، تاہم حسب ذیل سامان بمبئی سے خرید کرنا غالباً علی العموم مفید ثابت ہوگا

احرام کی چادرین (یا تولئے) ڈک چیر (کپڑے کی کرسی) تھرماس، چٹائی، (بہت کام آتی ہی) ٹارچ (چوربتی) لالٹین، ہینڈبیگ، انگیٹھی، کوئلہ، کیتلی، ٹین کا پیپا (پانی رکھنے کے لئے) مشکیزہ، منجمد دودھ، ڈلیا، ستو، کھڑی، چائے [illegible] اور جنکو فرش پر سونے مین زیادہ تکلیف محسوس ہوتی ہو وہ سفری چارپائیان بھی خریدلین، اس سارے سامان کی فراہمی مین بہت زیادہ مدد سیٹھ محمد روشن صاحب

Marfat.com

(تاجر چوب) اور اُن کے صاجزادے میان سراج احمد سے ملی جنھون نے اپنے وقت
اور اپنے موٹر کوئی دن کئی کئی گھنٹے ہم غریب الوطنون کی خدمت کے لئے وقف رکھا
اور جن کی رہبری سے ہر سودے مین بڑی کفایت رہی،

حج اور سفرِ حج، صحیح معنی مین ایک مجاہدہ ہے، خودی پر ضرب پوری قوت و شدت کے ساتھ پڑتی ہی، اور بندہ کو بندگی پوری طرح سکھائی جاتی ہی، اسی کا ایک کرشمہ ہے کہ بندہ کا ارادہ قدم قدم پر توڑا جاتا ہی، اور کوئی نقشۂ اوقات (پروگرام) خواہ کتنے ہی غور وفکر کے بعد تیار ہوا ہو، سالم و ثابت نہین رہنے دیا جاتا: دریاباد سے قصد یہ تھا کہ موٹر لاری پر روانگی ہوگی، اور راستہ مین بانسہ کی مشہور و متبرک درگاہ پر حاضری دیتا ہوا لکھنؤ پہونچونگا، لاریان دریاباد سے روزانہ ایک نہین، تین تین روانہ ہوتی رہتی ہین، مگر اُس روز ہر امکانی تلاش و کوشش کے بعد ایک بھی نہ مل سکی، مجبوراً ٹرین سے روانہ ہونا پڑا تھا، گاڑی اس قدر لیٹ آئی، کہ راستہ مین اترکر بانسہ حاضر ہونے کا وقت باقی نہین رہا، یہ سب کچھ توعین آغازِ سفر کے وقت پیش آیا تھا، لکھنؤ سے ۳۰ شوال کو شب کے وقت روانگی کا قصد مصمم تھا، ۲۰ کی سہ پہر کو بمبئی سے تار پہونچا کہ جہاز ابھی نہین جا رہا ہے، چند روز کے لئے ارادہ ملتوی کرو، اُسی وقت جوابی تار دیگر مزید تفصیل دریافت کی، ۳۰ کی دوپہر تک کچھ جواب نہ ملا، دفترِ خلافت کو ٹیلیفون دینا چاہا، معلوم ہوا کہ ٹیلیفون کا سلسلہ ٹوٹا ہوا ہی، غرض روانگی سے صرف چند گھنٹے قبل تک تذبذب و تردد ہی رہا تھا، یہی صورت بمبئی مین بھی قائم رہی، ہر روز جہاز کے دفتر ہی سے مستند و معتبر اطلاعین موصول

ہوتی تھین، لیکن ہر پچھلی اطلاع پہلی اطلاع کو غیر مستند و غیر معتبر ثابت کر دیتی تھی! انسانی خودی کا سب سے بڑا مظہر اُس کا ارادہ ہوتا ہی، اسی ارادہ کو چکنا چور کیا جاتا ہے، مغرور و نادان انسان، حج کے قصد سے نکلا ہی، پھر بھی اپنے ہی ارادہ کو غالب و حاکم رکھنا چاہتا ہی! اپنی بےبسی کے اعتراف اور اپنی ہیچ مایگی کے اقرار کو اٹھا ہے، پھر بھی اپنے ہی کو اختیار و قدرت والا ثابت کرنا چاہتا ہی، عبدیت و بیچارگی، بندگی وبیکسی کا سبق لینے کو چلا ہی، پھر بھی اپنی ہی خدائی قائم رکھنا چاہتا ہی! ——— انکسار و افتقار، درماندگی و شکستگی کی تعلیم اگر اس سفر مین بھی نہ ہوگی، تو کب ہوگی؟

بارہ دن تک ہماری پوری پارٹی دار الخلافۃ مین مہمان رہی، مہمانی کے یہ معنی نہین کہ اتنے روز تک ہم سب کا بار خلافت فنڈ پر پڑتا رہا، اس کے برعکس ہم سب کے کھانے پینے کے بل برابر تیار ہوتے رہے، اور چلتے وقت ہم سب اپنے اپنے حسابات آنہ پائی سے بیباق کر کے آئے، بلکہ اکثر مہمانون نے اصلی حساب سے زائد ہی خلافت فنڈ کی خدمت مین نذر کر دیا، جس قدر کفایت یہان ٹھہرنے مین ہوئی، بمبئی کے کسی ہوٹل مین ممکن نہ تھی، اور جس قدر آرام یہان ملا، یہ بھی اتنے خرچ مین بمبئی کے کسی ہوٹل مین ممکن نہ تھا، مولانا شوکت علی ہر وقت جس طرح خاطر داریون مین لگے رہتے تھے، اور اُن کی وجہ سے ہر معاملہ مین جتنی سہولت رہی، اس کا شکریہ الفاظ کے ذریعہ سے ادا کرنا دشوار ہی، عزیزی زاہد علیخان سلمہٗ "زاہد خشک" نہین، اس باب مین شاید باپ سے بھی کچھ قدم آگے ہین، مولانا عرفان (ناظم مالیات خلافت) قمر صاحب (ایڈیٹر روزنامۂ خلافت) مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دہلوی، ان سب کی کوششین

Marfat.com

اور عنایتین رسمی شکریہ کی حدود سے بالاتر ہین،

اکثر حاجیون کے سامنے ایک سوال، روپیہ کے رکھنے کا ہوتا ہی نقد روپیہ سب اپنے ساتھ رکھئے . تو خواہ مخواہ ایک بار اور ہر وقت کی فکرِ حفاظت کا اضافہ ہوتا ہے، ہندوستان مین متعدد کوٹھیان اور ایجنسیان ایسی ہین جہان روپیہ بآسانی جمع ہو جاتا ہی اور حجاز مین بحفاظت تمام ملجاتا ہے، دہلی کے حاجی علیجان مرحوم کی کوٹھی، اس بارے مین قدیم اور سب سے زیادہ مشہور ہے، ان کا کاروبار بڑے پیمانہ پر ہے، اور مکہ و مدینہ دونون جگہ ان کے معزز و دیانتدار کارکن موجود ہین، ہم لوگون کو اس توسط کی ضرورت نہین پڑی، ہم نے اپنا بیشتر روپیہ بمبئی کے مشہور سیٹھ محمد عمر بھائی چاند بھائی خازن جمعیۃ خلافت (ناگدیوی اسٹریٹ) کے حوالہ کر دیا، اور جدہ مدینہ منورہ، و مکہ معظمہ، ان کے ایجنٹون کے نام چٹھیان لے لین، تھوڑا سا روپیہ شیخ ابراہیم عبد اللہ الفضل (نیو کوئنس روڈ چوپاٹی) کے پاس بھی جمع کرا دیا، یہ ذریعہ بھی بہت معتبر ہے، شیخ عبد اللہ الفضل نجدی الاصل ہین، اور سلطان ابن سعود کے خاص مقربون مین ہین، ان کے ایک بھائی شیخ عبد الرحمن الفضل، جدہ کے مشہور تاجر ہین، اور دوسرے بھائی محمد الفضل مکہ معظمہ مین نائب گورنر ہین، الفضل صاحب سے بمبئی مین ملاقات بھی ہوئی، اب کی سال یہ بھی عازمِ حج ہین، اور مجھ سے چند روز کے بعد روانہ ہونگے جہاز پر جو لوگ جا رہے ہین، کپتان کے پاس بھی اپنا روپیہ امانت رکھا سکتے ہین، 134756

بمبئی اور کراچی مین حاجیون کی جہازی کمپنیاں تین ہین مغل لائین، نمازی اور شوستری، نمازی اور شوستری مسلمانون کی ہین لیکن ان پر مشترکہ کمپنیون کا اطلاق مشکل ہی ہو سکتا ہی خصوصاً شوستری تو بہت ہی چھوٹی ہی مغل لائن کسی زمانہ مین مسلمانون کی تھی، اب اس پر تمامتر قبضہ اس کے ایجنٹ مسٹر ٹرنر ماریسن اینڈ کمپنی کا ہی، دراصل ان سب کے جہاز مال لادنے کے ہین، اور سال کے بیشتر حصہ مین یہی کام کرتے بھی رہتے ہین حج کے موسم مین انھین "مال گاڑیون" کو "سواری گاڑی" بنا دیا جاتا ہی، اور ان پر بے جان مال و اسباب کی جگہ جاندار حاجیون کو لادا جانے لگتا ہی، ٹرنر ماریسن کمپنی کے چھ ڈائرکٹر ہین، ان مین صرف ایک مسلمان ہین باقی پانچون انگریز، کمپنی کی شاخین رنگون سے لیکر سوئز تک خلیج بنگال، بحر ہند، خلیج فارس، بحر عرب، بحر روم مین ۲۳ مختلف مقامات پر قائم ہین، کارکن زیادہ تر انگریز ہی ہین، لیکن بحرین، بندر عباس، بوشہر، جدہ، کراچی، کویت، مکلا وغیرہ مین مسلمان ایجنٹ ہین، بمبئی کا ایجنٹ براؤن نامی ایک انگریز ہے، لوگ اس کے مزاج و اخلاق کی تعریف کرتے ہین، کمپنی آٹھ جہازون کی مالک ہی، اور جہازون کی تعداد نیز عام انتظامات کے لحاظ سے دوسری کمپنیون سے بڑی اور بہتر ہی، اسی کمپنی سے سفر کرنا طے پایا، اب تک اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مقابلہ کی کشمکش کے وقت بعض کمپنیاں اپنا کرایہ بہت گھٹا دیتی ہین، اب کی یہ صورت اُس وقت تک نہ تھی، اور نہ آئندہ اسکی توقع رکھنی چاہئے، ہر کمپنی کا کرایہ یکسان اور بڑی سی بڑی سرکاری شرح کے مطابق تھا یعنی:۔

تیسرے درجہ کیلئے ۱۹۵ روپیہ آمد و رفت (کفایت) واپسی ہی کے

سکنڈ کلاس کیلئے ۴۵۰ روپیہ آمدورفت ٹکٹ مین ہوتی ہی اور
فرسٹ کلاس کیلئے ۵۵۰ " " واپسی کی مدت ۱۰ مہینے ہوتی ہی
جہاز کے ٹکٹ لیتے وقت وہ منظر پیش نظر ہوجاتا ہے، جو کسی میلہ کے زمانہ مین ریلوے اسٹیشنون پر تھرڈ کلاس کے ٹکٹ گھرون کا ہوتا ہی! وہی ریل پیل، وہی دھکم دھکا. وہی انسانیت کی جگہ حیوانیت کی نمایش اور غلبہ! پھر پاسپورٹ حاصل کرنے کا معرکہ اس پر مستزاد، لیکن ہملوگون کے حق مین خلافت کمیٹی کا وجود آیۂ رحمت ثابت ہوکر رہا، ع،

حلِ این نکتہ ہم از روے نگار آخر شد!

مولانا شوکت علی، اور دوسرے کارکنانِ خلافت کی نگاہِ توجہ نے اس مشکل کو آسان کردیا، اور گھر بیٹھے ہم لوگون کو پاسپورٹ اور ٹکٹ حاصل ہوگئے،

Marfat.com

باب (۳)

جہاز

جہاز کی روانگی کی تاریخ خدا معلوم کتنی بار بدلی، ہماری اطلاعیں براہ راست کمپنی کے دفتر سے حاصل شدہ ہوتی تھیں، ٹرنر مارلیسن کے دفتر میں ایک صاحب قاری محمد بشیر اعظم گڈھی بڑے کام کے اور مستعد آدمی ہیں، وہ بیچارے ہمارے ہر کام کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، اس پر بھی ہر اطلاع غلط ہی ثابت ہوتی رہی، اور روانگی برابر ٹلتی رہی، اسمین خاصہ قصور ہم لوگون کا بھی تھا، جو اپنی ناواقفیت اور ناتجربہ کاری سے حاجیون کے جہاز کو ریل پر قیاس کئے ہوئے تھے، ان جہازون کے چھوٹنے مین بہت سے ایسے موثرات کام کرتے رہتے ہین، جنکا کئی روز قبل سے صحیح اندازہ کر لینا، کمپنی کے افسرون کے اختیار سے باہر ہوتا ہے، اس لئے بہت قبل سے کوئی تاریخ قطعی طور پر متعین نہین ہو سکتی، بہرحال ایک آدھ روز قبل متعین طور پر معلوم ہوا کہ جہاز اکبر ۲۸ مارچ کو روانہ ہوگا، یہ جہاز کچھ ایسا پرانا نہین، ۲۴ء کا بنا ہوا ہے، اور کمپنی کے جہازون مین اوسط درجہ کا ہے، وزن ۴۰۴۳ ٹن ہے، ۲۶ء مین خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء کے معزز ارکانِ وفد اسی جہاز پر گئے تھے، روانگی کی تاریخ کا بالآخر تعین سنکر مایوس اور پریشان حال حاجیون کی جان مین جان آگئی، ہم لوگ بھی انتظار سے اکتا چلے تھے،

Marfat.com

صبر و ضبط کا امتحان کافی ہو چکا تھا، اور وہ جو گھر سے یہ امید لیکر چلا تھا کہ وسط شوال مین ارض مبارک مین پہونچ جائیگا، اسے وسط شوال تک بمبئی ہی مین رکا رہنا پڑا تھا، ۲۷ و ۲۸ کی درمیانی شب خاص شوق و اشتیاق مین گذری،

جمعرات ۲۸ مارچ، ۱۶ شوال جہاز ۱۱ بجے شب کو چھوٹنے والا تھا لیکن حاجیون کو حکم یہ ملا تھا کہ ۸ بجے صبح اپنا سامان جہاز پر رکھدین، اور خود ۳ بجے سہ پہر کو بھپارہ (ڈس انفکشن) کے لئے حاضر ہوکر قبل مغرب جہاز پر سوار ہو جائین، اس حکم کی تعمیل مین سامان صبح روانہ کر دیا گیا تھا لیکن اسکی روانگی مین کسی قدر دیر ہو گئی تھی، دوسرے حاجی بہت قبل سے پہونچکر ساری اچھی جگہین اپنے اسباب سے گھیر چکے تھے، حج کا سفر اللہ نے اس لئے رکھا ہے کہ بندہ کو بندہ بننے کی عادت پڑے، بندہ، بندگی، ایثار و بے نفسی کا سبق حاصل کرے، لیکن بندون مین ٹھیک اس کے برعکس خود غرضیون کا زور ہوتا ہے، اور ہر شخص اسی فکر مین لگا رہتا ہے کہ دوسرون کو دھکا دیکر، ڈھکیل کر، ڈرا دھمکا کر جس طرح بھی ممکن ہو اپنے لیے بہتر سے بہتر جگہ حاصل کرے، اور دوسرون کے حقوق اور انکی تکلیفون کا مطلق لحاظ نہین رہتا، عموماً کامیاب وہی رہتے ہین جو ہاتھ پیر کے زبردست ہوتے ہین، یا پھر وہ جو جہاز کے ملازمون کو دے دلا کر اپنا کر لیتے ہین، سہ پہر کو ہم لوگ بھپارہ گھر حاضر ہوئے، جس کی عمارت پرنس ڈاک سے ایک آدھ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے، یہان کا سمان دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، حاجیون کی باعث اس وقت انسانون کی جماعت نہ تھی، بھیڑ بکریون کا ایک غول تھا، جسے پولیس کے کانسٹبل اور شفاخانہ کے ملازم جس طرح چاہین ہانکتے ہین!

سنتے ہین کہ بمبئی مین ہماری مہربان سرکار کی طرف سے کوئی محکمہ محافظ حجاج بھی قائم ہے، "محافظت" کی نئی اور انوکھی صورت آج دیکھنے مین آئی کہ بیچارے عوام کالانعام کا ذکر نہین، اچھے اچھے معزز وذی مرتبت حاجی، فرسٹ کلاس کے ٹکٹ رکھنے والے تیز دھوپ مین حیران وپریشان، ہجوم مین دھکے کھاتے پھرتے ہین! اور عورتون بیچاریون کی حالت اس سے بھی کہین ابتر! یہ سزا ہے یاجوجی حکومت کی طرف سے اس جرم کی، کہ اس بیسوین صدی کی روشنی مین بھی لندن اور پیرس، اور روما اور ویانا، آکسفرڈ اور کیمبرج، گلاسکو اور ایڈنبرا، نیویارک، اور واشنگٹن، کو چھوڑ کر عرب کے ریتیلے بیابان، اور پتھریلے ویرانہ کی طرف ذوق وشوق سے رخ کیا جارہا ہے۔ احادیث نبوی مین یہ بے شبہہ ارشاد ہوا ہے، کہ حج یاجوج کے زمانہ مین جاری رہے گا، لیکن یاجوجی حکومتین حاجیون کے ساتھ کیا برتاؤ کرینگی، اور حاجیون پر کیا کچھ گذرتی رہیگی، ہمکا تعلق سننے سے نہین، دیکھنے سے، مطالعہ سے نہین، مشاہدہ سے، اور اخبارات سے نہین تجربہ سے ہے! یہ سچ ہے، کہ اللہ کے راستہ مین نکلنے والون کے لئے ہر تکلیف مین راحت، اور ہر توہین مین عزت ہے، لیکن جو یاجوجی قومین آج اپنے دست وبازو پر نازان ہین، وہ سن رکھین، کہ یہ امتحان اللہ کی راہ مین نکلنے والون کے صبر وضبط کسر نفس وخود شکنی کا نہین، بلکہ خود زمین وآسمان کے پروردگار کے حلم کا امتحان ہے!

شوکت صاحب کل شب مین دہلی روانہ ہوگئے تھے، آج انکی جانشینی [illegible] کے حصہ مین آئی، بمبارڈ اور جہاز کے سارے معرکے زاہد صاحب ہی کی مدد سے سر ہوئے، اور "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے پرانے مقولہ کی آج نئی تصدیق حاصل ہوئی۔

Marfat.com

اللہ اس ہونہار نوجوان کو اپنے حفظ وامان مین رکھے، اور اسے پختہ دیندار مسلمان بنادے، انجمن خدام النبی کے کارکن بڑی محبت اور سیرچشمی کے ساتھ حاجیون کو برف وشربت سے سیراب کرتے ہوئے دکھائی دیئے، کاش سرکار دولتمدار کے محکمہ محافظ حجاج مین اتنی ہی ہمدردی وانسانیت ہوتی! گھنٹون کے انتظار کے بعد بھیارہ خانہ مین ہم لوگون کی بھی "ڈاکٹری" ہوئی، یعنی برائے نام ہماری نبضون پر ہاتھ رکھکر، دو سکنڈ مین اس سوانگ کو ختم کردیا گیا، اور عصر کے آخر وقت تک سب کے سب حاجی جہاز پر سوار ہو گئے، مجموعی تعداد قریب پندرہ سو کے پہونچی، اس وقت سے لیکر شب کے گیارہ بجے تک جو جہاز کے چھوٹنے کا وقت تھا، انسانون کے اتنے بڑے مجمع کو جسمین بوڑھے اور بچے تندرست اور بیمار، توانا اور کمزور سبھی تھے، حوائج بشری سے بالکل پاک اور منزہ فرض کرلیا گیا، گویا جہاز کا عرشہ جنت کا صحن تھا، جہان کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت نہ پیش آئیگی! جہاز مین پیشاب اور پاخانے کی جگہین متعدد بنی ہوئی تھین لیکن، اس وقت سب کی سب مقفل تھین، اور جب تک جہاز چھوٹ نہ لیا، بدستور مقفل رہین! سنا کہ جہاز جب تک گودی (ڈاک) مین لگا رہتا ہے، اس اندیشہ سے کہ کہین ساحل سمندر گندگی و غلاظت سے لبریز نہ ہوجائے، برابر اسی طرح جہازون کے پاخانے مقفل رہا کرتے ہین، ۲ بجے بھیارہ کا وقت مقرر تھا، بہت سے غریب حاجی ۲ بجے اپنے اپنے ٹھکانون سے روانہ ہوئے تھے، اس وقت سے لیکر ۱۱ بجے تک یعنی پورے ۹ گھنٹے کی مدت مین کمزور مثانہ والے حاجیون پر کیا گذری، کیا اس کی تصریح کی ضرورت ہے؟

ٹھیک ۱۱ بجے شب کو جہاز مین حرکت ہوئی، اور اُس نے آہستہ آہستہ ساحل کو چھوڑنا شروع کیا، لیجئے دیکھتے ہی دیکھتے، قرب وجوار کی ساری عمارتین نظروں سے پوشیدہ ہوگئین، اور صرف اُنکی روشنیان باقی رہ گئین، اللہ اللہ! کیا وقت ہی! کیا سمان ہی! جہاز مین حرکت تو خیر جیسی کچھ بھی ہو، اپنے دل کی حرکت کا کیا حال ہے؟ وطن ہر لحظہ دور ہوتا جارہا ہی وطن کی دلچسپیان ساری کی ساری پیچھے چھوٹتی جاتی ہین، بیوی بیشک ساتھ ہین لیکن بچیان وہین ہین، والدۂ ماجدہ وہین ہین، بھائی وہین ہین، بہن وہین ہین، سارے اعزہ اور دوست وہین ہین، ساتھ کے کام کرنے والے وہین ہین، لیکن بحمد اللہ دل مین اس وقت ان مین سے کسی کی فکر نہین، فکر اُنکی نہین، جو پیچھے چھوٹ رہے ہین، فکر ہے تو اُنکی جو آگے ملنے والے ہین! دوستو! اور عزیزو! خدا حافظ! خاکِ وطن کے ذرو، خدا حافظ! سب کو اسی مالک و مولا کے سپرد کیا، سب کو اُسی کریم و رحیم کی حفاظت مین دیا، جس کے در پر جبین سائی کو یہ ننگِ وطن وننگِ خاندان اس وقت روانہ ہو رہا ہی، اُس کی خطائین معاف کرو، اُس کے قصوروں سے درگذرو، اُسکی بیہودگیوں پر خاک ڈالو، اللہ تمھارے عیبوں پر پردہ ڈالیگا، اللہ تمھارے مرتبے بلند کریگا، اللہ تمھاری خطاؤن کو معاف کریگا، لبیک اللھم لبیک، اللھم الیک توجھتُ وعلیک توکلت و وجھک اردت فاجعل ذنبی مغفوراً وحجی مبروراً وارحمنی ولا تخیبنی واقض بعرفات حاجاتی انک علی کل شئ قدیر،

خواجہ حافظ نے مدت ہوئی فرمایا تھا ~

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا!

لیکن حقیقت یہ ہے کہ "شب تاریک" ہی نہین، روز روشن مین بھی، اور "بیم و موج" ہی کے وقت نہین، سمندر کے سکون کے وقت بھی، اور "گرداب" و "تلاطم" ہی کی حالت مین نہین، پوری ہمواری کی حالت مین بھی، حاجیون کے جہاز کی کیفیت کا اندازہ صرف حاجی ہی کر سکتے ہین، بغیر آپ بیتی کے "سبکسارانِ ساحل" اس کا صحیح اندازہ کرنے سے بالکل قاصر ہین! ریل کے سفر مین جو سہولتین بالعموم حاصل رہتی ہین، وہ ان جہازون مین عنقا کا حکم رکھتی ہین، تھرڈ کلاس والون کا ذکر نہین، وہ مخلوق تو شاید سختیان اٹھانے اور تکلیفین جھیلنے کے لئے پیدا ہی ہوئی ہے، سکنڈ کلاس بلکہ فرسٹ کلاس والون کو بھی قدم قدم پر یہ محسوس کرایا جاتا ہے، کہ وہ عبادت کیلئے مجاہدہ کے لئے کسرِ نفس کے لئے گھرون سے نکلے ہین، اور خدا بننے کیلئے نہین، بندہ بننے کے لئے چلے ہین! اکثر کا شمار اچھے خاصے جہازون مین ہے، سب سے نیچے کا حصہ ریل کی مال گاڑیون کی طرح مال کے لئے مخصوص، اس "اسفل سافلین" کے مقابلہ مین "اعلیٰ علیین" یعنی جہاز کا سب سے اونچا عرشہ، اعلیٰ فرنگی افسرون، کپتان، چیف آفیسر انجنیر وغیرہ کے لئے مخصوص، چھوٹی چھوٹی کوٹھریان، جنمین نہ پنکھا، نہ ہوا کا گذر، نہ پاخانہ، نہ غسل خانہ، اوپر تلے دو بنچین، ان کا نام "سکنڈ کلاس کیبن" جنکا کرایہ تھرڈ کلاس سے ڈھائی گنا! فرسٹ کلاس بھی اسیقدر تنگ و مختصر، البتہ انکا مقام نسبۃً بہتر، اور پنکھا ان مین موجود، لیکن پاخانہ اور غسل خانہ ان کے ساتھ بھی نہین، اور پیشاب کی ضرورت کے لئے ہر مرتبہ، ہر فرسٹ کلاس کے مسافر کو خاصی مسافت

طے کرکے اُس عام و مشترک بیت الخلا تک جانا ہوتا ہی جس پر فرسٹ کلاس اور سکنڈ کلاس دونون کے کل مسافرون کا یکسان حق ہوتا ہی! پھر زنانہ و مردانہ کی بھی تفریق نہین سب کے لئے ایک ہی کافی! ایسی صورت مین اگر دروازہ پر دس دس منٹ تک لوٹا ہاتھ مین لئے امیدواری کرتی رہنا پڑے، تو حیرت کی کیا بات! طہارت کا انتظام منزلہ صفر! گندگی دور ہونے کے بجائے کپڑون کے نجس ہو جانے کا اندیشہ ہر وقت لگا ہوا! آرام و آسایش کا یہ معیار فرسٹ کلاس والون کے لئے ہی!

"جسکی بہار یہ ہو پھر اسکی خزان نہ پوچھ"! اگر بہار سے "خزان" کا اندازہ کرنا ممکن ہی، تو فرسٹ کلاس کی حالت سے تھرڈ کلاس کا بھی اندازہ کر لینا ممکن نہین جہاز کے اسفل سافلین سے اوپر کے دو درجے تھرڈ کلاس والون کے لئے ہوتے ہین لیکن انھین درجہ قرار دینا، خود لفظ "درجہ" کی تحقیر کرنا ہی! یہ درجے کیا ہوتے ہین بھیڑ بکریون کے باڑے ہوتے ہین جنمین بے زبان جانورون کے بجائے بے زبان (اور شاید بے جان بھی!) "کالے" آدمیون کو اُلٹے سیدھے، تلے اوپر، بھر دیا جاتا ہی! اِدھر کوڑے کے ڈھیر، اُدھر غلاظت کے انبار! اِدھر کھانا پک رہا ہی، اور دھوان ہی کہ آنکھ اور ناک مین گھسا جا رہا ہی، اُدھر سامنے بیٹھے ہوئے چھوٹے بچے ہی نہین انکے باپ اور چچا بھی، ان نابالغ ہر قسم کی شرم و غیرت کو بالائے طاق رکھے ہوئے بلا تکلف پیشاب اور پاخانہ کے شغل مین مصروف، روشنی کا گذر دشوار اور ہوا کا گذر دشوار تر! رہے تھرڈ کلاس کے پاخانے اور غسلخانے تو ان کا تو تصور بھی نفیس مزاجوں پر بار ہوگا! جہاز کا نیچے والا عرشہ (ڈک) جہان فرسٹ کلاس کیبن ہوتے ہین،

درحقیقت فرسٹ اور سکنڈ کلاس والون کا برآمدہ ہوتا ہی، جو تھرڈ کلاس والے قلیون
یا جہاز والون کو کچھ دے دلاکر یہان قبضہ کر لیتے ہین، وہ مزے مین رہتے ہین اور
مسافرون مین بہت خوش قسمت سمجھے جاتے ہین، میٹھا پانی اول تو ملتا بہت محدود
مقدار مین ہے، پھر اُس کے ملنے کے اوقات معین ومختصر، یہی حال کھانا پکانے
کی لکڑی کا ہی، جو جہاز پر بلا قیمت تقسیم ہوتی رہتی ہی، پانی اور لکڑی، دونون کی
تقسیم کے وقت جو ہنگامہ برپا ہوتا ہی، جس طرح کنستر سے کنستر اور سر سے سر ٹکراتے
ہین، اور بوڑھون اور کمزورون کو جس قیامت کا سامنا ہوتا ہی، اُن سب کا تعلق
دیکھنے سے ہے، سننے سے نہین! —— لیکن درحقیقت صبر وشکر کا سبق بھی
اللہ کی اسی بے زبان مخلوق سے لینا چاہیے، دیکھنے والون کو ان پر ترس آرہا ہی لیکن
یہ اپنے حال مین مست، اپنی دھن مین مگن! انھین نہ برقی قمقمون کی طلب، نہ پنکھے
کی ہوس، نہ برف کی خواہش، نہ لائم جوس کی تمنا، کہین تلاوت ہو رہی ہی، کہین
وعظ کی محفل گرم، کہین دیگچیان مانجی جا رہی ہین، کہین کپڑے اپنے ہاتھ سے
دھل رہے ہین، کہین روٹیان توے پر پڑ رہی ہین، اور تقریباً سارے کے سارے
بے فکر و بے غم! انکا میلاپن قابلِ نفرین، لیکن انکا صبر قابلِ رشک!! انکا شکر
قابلِ داد، اور انکی ہمت قابلِ آفرین!

مغرور و بر خود غلط، متمرد و سرکش، غافل و مدہوش، خاک کا پتلا، کس قدر
اپنی حیثیت کو بھولا ہوا، اور اپنی حقیقت کو بھلائے ہوئے ہے، حج کا سفر، ایثار و فدویت
فروتنی ونفس شکنی کا مدرسہ ہوتا ہی، اس پر بھی نفس کی فربہی مین ایک ذرہ کی نہین

انانیت ہر ہر قدم پر زندہ، اور نفس پرستی سے وقت کا لمحہ لمحہ معمور! مصائب سفر کا بیشتر حصہ تو خیالی اور اپنے دماغ کا پیدا کردہ ہوتا ہے، باقی تھوڑی بہت تکلیفیں جو واقعی ہوتی ہیں، سوائے عزیز! اگر یہ علم صحیح قائم ہو جائے، کہ یہ کس کی راہ میں پیش آرہی ہیں تو معاً تکلیف آرام سے اور درد راحت سے تبدیل ہو جائے، ہر گمرہی کی بنیاد انسان کے اس جذبہ پر ہے کہ وہ اپنی مرضی کو سب پر حکمران دیکھنا چاہتا ہے، اسلام اسی باطل پرستی کی تصحیح کے لئے ہے، اسلام کے معنی اپنی مرضی کو اپنے پیدا کرنے والے کی مرضی کے محکوم کر دینے کے ہیں، اور فریضۂ حج اسی مقصد کی تکمیل کا ایک آلہ ہے، پھر اگر راستہ میں کچھ امور ناخوشگوار پیش آئیں، تو ان پر بے صبری کا اظہار کتنی بڑی محرومی اور بدنصیبی ہے! دنیا میں کسی کے ساتھ ذرا سا دل کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، پھر دیکھئے، کہ اسکی گلی کا ہر کانٹا کس طرح پھول بنجاتا ہے، پس وہ جو سب محبوبوں کا محبوب ہے، اور سب کی محبتوں کا تاجدار ہے، اگر اسکی راہ میں کوئی بات خلاف مزاج یا خلافِ توقع پیش آئے، تو وہ بات ہی ایسی کیا ہو سکتی ہے جس کے چرچے زبانوں پر لائے جائیں، اور جس کے تذکرے اخبارات کے کالموں میں پھیلائے جائیں!

Marfat.com

باب (۴)

جہاز سمندر

قافلہ کے دونون جزو ملاکر کل ہم لوگ سولہ آدمی تھے، سکنڈ کلاس کی حالت اوپر بیان کیجا چکی ہے، حاجیون کے جہاز پر سکنڈ کلاس کا ٹکٹ لینا نادانی ہی، ریل کے سکنڈ کلاس پر ہرگز اسے قیاس نہ کرنا چاہئے، وہ آرام وآسایش یہان خواب و خیال ہے، ساڑھے چارسو اور ساڑھے پانچ سو کی رقم مین کچھ بہت زائد فرق نہین، جو لوگ صاحب استطاعت ہین، انھین چاہئے، کہ فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لین اور نہ پھر تھرڈ ہی پر قناعت کرین، ہم لوگون نے چار ٹکٹ فرسٹ کے لئے، باقی بارہ تھرڈ کے تھے، انھین بارہ مین ہم میان بیوی بھی تھے، تھرڈ سے زیادہ کی بجٹ مین گنجایش نہ تھی، طے کر چکے تھے، کہ بری بھلی جس طرح بھی گذریگی، بہرحال ہزارون دوسری مخلوق خدا کی طرح برداشت ہی کرین گے، مگر اب خدا کی قدرت ملاحظہ ہو، شوکت صاحب خود مجھے ہمراہ لیکر ٹرنر مارسین کے دفتر مین گئے، اور لگے میرا تعارف اپنی زبان اور اپنے لہجہ مین کرنے، اُنکی زبان کون پکڑ سکتا تھا جو کچھ جی مین آیا فرماتے رہے، نتیجہ یہ ہوا، کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم میان بیوی کے ٹکٹ، تھرڈ کلاس کی قیمت کے ساتھ فرسٹ کلاس کے ہوگئے! دفتر

ہی مین جہاز اکبر کا نقشہ دیکھکر ہمارے فرسٹ کلاس والے ساتھیون کے لئے دو کیبن مخصوص و نامزد ہوگئے، اور ہم میان بیوی کے لئے کمپنی والون نے سب سے اوپر کے عرشہ کا وہ کیبن مخصوص کردیا جسکی تمنا فرسٹ کلاس والون کو بھی رہا کرتی ہی، سب سے اوپر کے عرشہ پر بجز انگریز افسرون کے اور کسی کا کیبن نہین ہوتا، صرف یہی ایک کیبن خالی ہوتا ہی جو کپتان کے کیبن سے بالکل ملا ہوا ہوتا ہی، اور خوش نصیبون ہی کے حصہ مین آتا ہے! اس طرح سب سے کم خرچ مین، مین سب سے اونچی اور ہوادار جگہ پاکر صحیح معنی مین "کم خرچ بالانشین" بنا ہوا تھا،

کریم کی دستگیریان اور مشکل کشائیان ملاحظہ ہون! کمزورون اور ناتوانون کی کس کس طرح دستگیری کیجاتی ہی، اور بزدلون اور پست ہمتون کی ہمت کس کس طرح بندھائی جاتی ہی! جہاز بھر مین جو سب سے زیادہ کم ہمت اور مشقت سے بھاگنے والا تھا اسی پر سب سے زیادہ الطاف وعنایات کی بارش ہوئی، اور وہ جو قدم قدم پر راحت کا حریص اور آرام کا بھوکا تھا، اُسے کیسا کیسا نوازا گیا، اور کن کن طریقون سے بہلایا گیا، كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا

بیمار بچہ جب دوا سے، اور بدشوق بچہ جب مدرسہ سے بھاگتا ہی، تو دایہ کس کس طرح بہلاتی ہی، اور مان کیسے کیسے لالچ دلاتی ہی، پھر وہ جسکی رحمت وشفقت نے ہر دایہ سے بڑھکر چاہت، اور جسکی ربوبیت وکریمی نے ہر مان سے زیادہ ممتا اپنے اندر لا رکھی ہے، کیونکر ممکن تھا کہ اپنی خلقت کے نادان اور نافہم، ضدی اور ہٹیلے بچون کو یون ہی بھٹکتا اور بہکتا چھوڑ دے!

اے خدا از فضلِ تو حاجت روا | با تو یادِ ہیچکس نبود روا
تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست | بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست
دستِ ما چون پاے مارا می خورد | بے امان تو کسے جان کے برد

ہر سفر کی خوشگواری و ناخوشگواری مین خاصہ دخل سفر کے رفیقون کو ہوتا ہی، رفیق اگر ہم مذاق ہین، تو ہر سفر خوشگوار بن سکتا ہی، اور اگر رفیق ناجنس ملے، تو تو فوت بھی اُسی درجہ کی ہوتی ہی، جہاز کے سفر مین، جہان ساری بیرونی دنیا سے بے تعلقی ہو جاتی ہی، اور ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہفتے یہ بے تعلقی قایم رہتی ہی، رفیقون کا سوال اور زائد اہم ہو جاتا ہی، ہمارے قافلہ کے جو اصلی اجزا تھے، انکا ذکر اوپر آچکا۔ مولوی عبد الباری صاحب ندوی کے والد ماجد حکیم عبد الخالق صاحب کی رفاقت بہت مفید ثابت ہوئی، وہ محض ایک عبادت گذار درویش صفت بزرگ ہی نہین، بلکہ تجربہ کار طبیب بھی ہین، اور اپنے ہمراہ مجربات کا ایک پورا بکس لے گئے تھے[1]، راستے مین تھوڑا بہت بیمار پڑنا ناگزیر تھا، سارے قافلہ کو کم وبیش حکیم صاحب اور انکے مجربات کی ضرورت پڑی، اور سب کے دلون سے انکے حق مین دعاے خیر نکلی، مولانا مناظر احسن صاحب کا درد و گداز، علم وفضل، ذوق وجوش ہر موقع پر ایک نئے رنگ مین نمایان ہوتا رہا، اور اُنکی ایمان پرور تقریرین اور نظمین خدا معلوم کتنے دلون کو گرماتی، اور کتنے ایمانون کو تازہ کرتی رہین، انکے عزیز مولوی شاہ لطف اللہ مونگیری (خلف مولانا شاہ محمد علی مونگیری قدس سرہٗ

---

[1] افسوس ہی کہ اس سفر نامہ کی ترتیب کے وقت تک حکیم صاحب کا انتقال ہو چکا۔

Marfat.com

بھی مع اپنی پارٹی کے بمبئی سے ہمراہ ہو گئے تھے، بہار ہی کے ایک منصف نصیر الدین صاحب بھی مع اپنے صاحبزادہ ضمیر الدین صاحب کے جو اپنے صوبہ کی خلافت کمیٹی کے ایک پرجوش کارکن معلوم ہوتے ہین، جہاز پر ملے، اور تھوڑی ہی دیر مین ہم لوگون سے گھل مل گئے، مولوی عین الحق صاحب پنشنر جج عدالت خفیفہ، جو ایک زمانہ مین بہاری تھے، مگر اب لکھنوی ہو گئے ہین، والد ماجد مرحوم کے ملنے والون مین ہین اور دو حج اس کے قبل کر چکے ہین، ابکی اپنے تیسرے حج مین اسی جہاز پر ہین انھین دیکھ کر قدرتِ خدا نظر آتی ہی، لباس اس درجہ سادہ! مزاج اس درجہ قانع! یقین ہی نہین آتا، کہ یہ بی اے، بی ال ہین، اور بڑے بڑے سرکاری عہدون پر رہ چکے ہین، غازیپور کے گریجویٹ وکیل مولوی رفیع اللہ صاحب بھی اسی قبیل کے انسان نظر آئے، ان کی شب بیداری، انکی سادگی، اور انکے ذوقِ عبادت پر بار بار رشک آتا ہی، سب سے زیادہ دلچسپ ہستی ہمارے وطن کے چودھری محمد علی (چھَرو) تعلقدار ردولی کی ہی، جو لوگ اس ہنسنے ولے اور ہنسانے والے زندہ دل رئیس سے واقف ہین، وہ خدا معلوم اُن کے سفرِ حج کی خبر کو باور کیونکر کرینگے! لیکن کریم کی کریمی مین کسی کا کیا اجارہ ہی، وہ جسے چاہے، دم بھر مین نواز دے! ہندوستان کی شیعی جماعت کے شاید وہی تنہا نمایندہ ہین، جو اس جہاز پر مع اپنی سنی اور دیندار زوجۂ محترمہ کے حجِ بیت اللہ کے لئے چل رہے ہین، ان سب رفیقون اور جلیسون نے مل جل کر سفر مین وطن کی شان پیدا کر دی تھی۔

سنتے تھے کہ جہاز مین متلی کی شکایت عام رہتی ہی، اور اکثر دن کو چکر آتے رہتے

ہین، یہان تک کہ بعض لوگون کی حالتین خراب ہو ہو جاتی ہین، ہم لوگون نے اکی
پیش بندی مین کاغذی لیمون بہت سے ساتھ رکھ لئے تھے بعضون کے ساتھ
املیان تھین، ہلکے ترش میوے اکثر متلی اور دورانِ سفر مین مفید ثابت ہوتے ہین
بعض لوگون نے ایک پیٹنٹ دوا (MOTHER SEIGATS ANTI SEA-
SICKNESS) کے قرص بھی جو خاصے گران ملتے ہین بمبئی سے خرید کر ہمراہ لیلیے
تھے لیکن بحمداللہ ان چیزون کے استعمال کی ضرورت اکثرون کو مطلق نہین پیش آئی
اس کی ایک خاص وجہ ماہرین سفر دریائی نے یہ بیان کی کہ موسم خشک و خوشگوار تھا
اور سمندر مین تلاطم بالکل نہ تھا، مارچ اور اپریل کا مہینہ سفر بحری کے لئے خاص
طور پر موزون ہین سمندر اس زمانے مین خاموش و پرسکون رہتا ہی، البتہ برسات
کے موسم مین خصوصًا اُس کے آغاز مین اور اُس کے اختتام پر سمندر مین شدید تلاطم
برپا رہتا ہے، اور طاقتور موجین ہولناک حد تک بلند ہو ہو کر جہاز سے ٹکراتی
رہتی ہین، ان سے جہاز ہنڈولے کی طرح ڈانواڈول ہونے لگتا ہی یعنی داہین
اور بائین پہلوؤن پر جھکنے اور اُٹھنے لگتا ہی اسی سے آلاتِ ہضم مین ہیجان پیدا
ہو جاتا ہی، اور انسان دورانِ سر اور متلی مین مبتلا ہو جاتا ہی، ہمارا جہاز تقریبًا
بالکل محفوظ رہا، اور بجز معدودے چند اشخاص کے اور کسی کو قابلِ ذکر شکایت
نہین پیدا ہوئی، ایک بات تجربہ سے یہ معلوم ہوئی کہ پرخوری اور خلوی معدہ
دونون اس حالت مین مضر ہین، اور ایک طرف اگر ثقیل، دیر ہضم غذاؤن سے
بچنے کی ضرورت ہی، تو دوسری طرف بالکل بھوکے رہنے سے بھی، بجاے اسکے
کہ ایک یا دو بار کھانا خوب شکم سیر ہو کر کھا لیا جائے یا محض فاقہ کیا جائے، چاے

اور ناشتہ کی ہلکی غذائین اگر دن مین بار بار استعمال مین آتی رہین، تو انشاء اللہ جہاز کی بیماری سے نجات رہیگی، ایک اور ضروری شے تازہ ہوا ہی، تھرڈ کلاس والے بیچارے ایک بڑی حد تک اس نعمت سے محروم رہتے ہین، تاہم جس حد تک بھی ممکن ہو اسکی طرف انھین سبقت کرتے رہنا چاہئے، میرا ذاتی تجربہ ایک یہ بھی ہے کہ نگاہ کو حتی الامکان اگر جہاز کے کنارون پر نہ جمنے دیا جائے، بلکہ سمندر کے دور سے دور کنارون پر جما یا جائے تو بھی سر کے چکر سے بہت عافیت رہتی ہی،

گوری حکومت مین گوری قوم کا ہر ہر فرد اپنے کو حاکم سمجھتا ہی، اور کوئی گورا کہین اور کسی مرتبہ پر بھی ہو، ماتحت نہین، حاکم اور خادم نہین، آقا بنکر رہتا ہی، حاجیون کے جہاز اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہوتے، ظاہر ہے کہ یہ کمپنیان حاجیون کے روپیہ سے زندہ ہین، اور انکا مقصدِ وجود حاجیون کی خدمت ہی، تاہم جہاز کے جتنے بڑے عہدہ دار تھے، سب فرنگی ہی تھے، کپتان انگریز، چیف آفیسر انگریز، سکنڈ آفیسر انگریز، انجنیر انگریز، میکینک انگریز، وایرلیس سنیر آپریٹر انگریز، جونیر آپریٹر انگریز وغیرہ وغیرہ، اور غیر مسلم تو چھوٹے بڑے تقریباً سب ہی عہدہ دار تھے، اور سب کا برتاؤ حاجیون کے ساتھ وہی تھا جو "گورون" کا "کالون" کے ساتھ اور "صاحب" کا "نیٹو" کے ساتھ ہر جگہ رہا کرتا ہی، تاہم یہ شاید حاجیون کی طویل صحبت کی برکت تھی، یا کیا، کہ برتاؤ فی الجملہ نرم و مہذب تھا، اور سختیا ن نسبۃً کم تھین، جہاز کا سب سے بڑا افسر کمانڈر یا کپتان کہلاتا ہی، فرنگیون سے بات چیت کرنے کو اب مدت سے جی نہین چاہتا، تاہم اس جہاز کا کپتان پی ایچ، وارڈ ایک نیکدل و سادہ مزاج انگریز ہی، جو حاجیون سے ہمدردی بھی خاصی رکھتا ہے،

اُس سے اکثر بات چیت ہوتی رہتی تھی، جہاز کا چیف آفیسر گبن بھی ایک خوش مزاج نوجوان انگریز ہے، اس سے بھی کبھی کبھی گفتگو ہوتی رہتی تھی، کپتان کے دروازہ سے دروازہ ملا ہوا تھا، بار بار سابقہ پڑتے رہنا ناگزیر تھا،

حاجیون کے جہاز پر ابتدا سے کھانے کا مسئلہ بہت اہم رہا کیا ہی، جہاز پر جو ہوٹل افسرانِ جہاز کے لئے ہوتا ہی، اول تو عام مسافرون کے لئے ہوتا نہین، صرف فرسٹ کلاس والون کے لئے ہوتا ہی پھر کھانے کے دام زائد، اور کھانا انگریزی مذاق کا اس لئے عموماً حاجیون کے لئے اس کا وجود بیکار ہی ثابت ہوتا ہی، اور ہر حاجی کو کھانے اور کھانا پکانے کا سارا سامان لاد کر لیجانا پڑتا ہی، آٹا دال چاول گھی، مسالہ دیگچیان برتن چولھا، سل بٹہ، لکڑی چیرنے کی کلہاڑی، اور خدا معلوم اور کیا کیا، بوریون مین بھر بھر کر لادنا پڑتا ہی جس کی زحمت و مشقت محتاج بیان نہین، ابکی سال خدا کے فضل سے یہ زحمت ایک بڑی حد تک دور ہو گئی تھی، "مسلم پلگرم فوڈ سپلائی" کمپنی کے نام سے، حاجی سیٹھ عمر بھائی چاند بھائی کے زیر اہتمام و نگرانی، ٹرنر مارسین کے جہازون پر کھانے کی دوکانین اس سال سے کھل گئی ہین، چنانچہ اکبر پر بھی اسی کمپنی کی طرف سے ایک مسلم ہوٹل موجود تھا، جو معتدل بلکہ ارزان نرخ پر مسلمان باورچیون کا پکایا ہوا کھانا دے رہا تھا، کسی ہوٹل کے لئے یہ ممکن نہین، کہ وہ ہر شخص کے ذائقہ کا یکسان لحاظ رکھ سکے، اور پھر یہ ہوٹل تو ابھی بالکل نیا تھا، ناتجربہ کاری کی لغزشین ناگزیر تھین، پھر بھی ہونہار ہوٹل نے اپنی بساط کے موافق بہت آرام پہونچایا، اور اس کے منیجر اور اسسٹنٹ منیجر نے حاجیون کو خوش اور مطمئن رکھنے کی انتہ

Marfat.com

والی پوری کوشش جاری رکھی، افسوس ہے کہ کمپنی والون نے ہوٹل کو کافی مشتہر نہین کیا تھا، اور ہوٹل کھلنے کی اطلاع صرف چند اخبارون تک محدود رہی تھی، اس لئے حاجیون کے عام اور دیہاتی طبقہ کو اسکی اطلاع بھی نہین ہوسکی تھی اور وہ لوگ حسب دستور اپنے اپنے گھرون سے پورا سامان لاد کر لائے تھے، اور اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتے رہے، آیندہ کے لئے میرا مشورہ ہے کہ حاجی صاحبان بڑی تعداد مین اسی مسلم ہوٹل کی سرپرستی فرمائین (بشرطیکہ یہ کمپنی مسلمانون کی عام غفلت و بے حسی کا شکار ہو کر ٹوٹ نہ جائے) اس مین سہولت بھی رہیگی، اور کفایت بھی، تاہم وقت ضرورت کے لئے مختصر سامان کھانے اور کھانا پکانے کا خود اپنے ساتھ بھی رکھنا ضروری ہے، محض ہوٹل کے بھروسہ پر رہنا غلطی ہے۔ اور کمزور معدہ والون کو تو ہرگز کسی ہوٹل کے بھروسہ پر نہ رہنا چاہئے، جو لوگ خوشحال ہین، اور جن کے معدہ اور ذائقہ کو انگریزی کھانا ناموافق نہین پڑتا، وہ جہاز کے انگریزی ہوٹل سے اپنے کھانے کا انتظام رکھ سکتے ہین، کھانے کی شرح غالباً تین روپیہ یومیہ ہے،

جہاز پر جہاز کے سو ڈیڑھ سو ملازمین کے علاوہ، مسافرون کی تعداد قریب پندرہ سو کے ہے، گویا ایک چھوٹے قصبہ کی پوری آبادی ہے، سب سے بڑی تعداد دیہاتی بنگالیون کی ہے خصوصاً مشرقی بنگال والون کی، جو بیچارے لباس اور دماغ دونون کی کمزوری کی بنا پر، بلا ارادہ دوسرون کے لئے باعث تماشا بنے ہوئے ہین، تھوڑے تھوڑے لوگ بہار، یوپی، ملابار، گجرات اور بمبئی کے بھی ہین، ان ڈیڑھ ہزار مین، سو دو سو ایسے ہین، جو جوان ہین، تندرست ہین

Marfat.com

تعلیمیافتہ ہین، آسودہ حال ہین، اور دنیوی وجاہت ومنصب رکھتے ہین، باقی عموماً بیچارے ایسے ہین، جو بوڑھے ہین، کمزور و بیمار ہین، غریب ہین، لکھنے پڑھنے سے معذور ہین، جاہ و منصب سے محروم ہین، گمنام ہین، اور خود دنیا کو ترک نہین کرچکے ہین، بلکہ دنیا اُنھین ترک کر رہی ہے، کیا حج بیت اللہ انھین بیچارون کے لیے فرض رہگیا ہی، اور وہ جو اونچی اونچی کوٹھیون مین رہتے ہین، جو سجے سجائے بنگلون مین بستے ہین، جو نفیس نفیس موٹرون پر سوار پھرتے رہتے ہین، جنکے بڑے بڑے کھاتے بینکون مین کھلے ہوئے ہین، جو دو دو ہزار، اور چار چار ہزار ماہوار کی تنخواہین رکھتے ہین، جو بڑے بڑے تعلقون اور زمینداریون کے مالک ہین، جو یورپ اور ہندوستان کی یونیورسٹیون کی بڑی بڑی ڈگریان رکھتے ہین، جو نامور بیرسٹر جو مشہور ڈاکٹر ہین، جو نامی انجنیر ہین، جو کامیاب ایڈیٹر ہین، جو خان بہادر ہین جو سی، آئی، ای ہین، جو نواب اور نواب زادے ہین، جو کونسلون کے ممبر ہین جو تھیٹر اور سنیما، اور ناچ اور ہر فرنگی "آرٹ" کے شیدائی ہین، جو اپنی اولاد کو لندن اور پیرس، برلن اور ویانا، آکسفرڈ اور کیمبرج بھیجتے رہتے ہین ——

شاید ان سب سے فریضۂ حج ساقط ہوگیا ہی!

باب ۵

سمندر۔ کامران

۹ ؍ مارچ، ساحل بمبئی سے جہاز ۱۱ بجے شب کو چھوٹا تھا، رات تو خیر جون تون کٹ گئی، صبح اٹھ کر دیکھا، تو ہر طرف عالم آب، جہان تک بھی نظر کام کرتی ہے، بجز پانی کے اور کچھ نہین دکھائی دیتا، اپنی عمر مین یہ منظر کبھی کا ہے کو دیکھا تھا، بڑے سے بڑے دریا جو اب تک دیکھے تھے، وہ بھلا سمندر کے مقابلہ مین کیا حیثیت رکھتے ہین! صبح سے دوپہر، دوپہر سے شام اور شام سے پھر صبح، نہ کہین جہاز رکتا ہی، نہ کوئی اسٹیشن آتا ہی! ہر وقت ایک ہی فضا محیط، ہر سمت ایک ہی منظر قائم! دن طلوع ہوتے ہین، اور ختم ہو جاتے ہین، راتین آتی ہین اور گذرتی جاتی ہین نہ کوئی خط نہ کوئی تار، نہ اخبارات نہ ڈاک کے انبار! نہ کسی عزیز کی خبر نہ دوست کی، نہ اپنون کا حال معلوم نہ بیگانون کا! اپنا مٹی کا گھروندا ہی، کہ ہر لحظہ پیچھے چھوٹتا جا رہا ہی، پر وہ گھر جسے لامکان کے مکین نے اپنا گھر کہکر پکارا ہی، ہر آن نزدیک سے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہی! زمین چھوٹ گئی، لیکن آسمان نہین چھوٹا، ادھر جہاز ہوا اور پانی سے ہچکولے کھا رہا ہی، ادھر دل کی کشتی ہے، کہ یاس و امید کی کشمکش مین ابھی ڈوبی اور ابھی ابھری (خدا نہ کرے کہ کبھی بھی ڈوبے!) دل ابھی

Marfat.com

اپنی اس خوش نصیبی پر نازان، کہ کسی کی کشش کس کو کہان سے کہان لئے جارہی ہے! اور ابھی اس خوف سے لرزان، کہ اپنی محرومیون اور شور بختیون سے دیکھئے اب بھی نجات ملتی ہے، یا نہین! ابوجہل اور ابولہب آخر عمر بھر اسی بیت اللہ کے جوار مین رہے، پھر انھین تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا، مدینہ کے منافق روزانہ دیدارِ رسول ؐ سے مشرف ہوتے رہے، پھر ان کے دلون کے پتھر تو نہ پسیجے! ـــــــ لیکن یہ کیا وہم آرائی و پریشان خیالی ہے، وہ کریم، جو اپنے گھر مہمان بلا رہا ہے، کیا اپنے در کے گداگرون کی جھولی مین بھیک بھی نہ ڈالے گا؟ اسکی رحمت کی فراوانی اور کرم کی ارزانی نہ حق کو دیکھتی ہے نہ استحقاق کو، اسے تو محض عطا و بخشش محض نوازنے اور سرافراز کرنے سے سروکار ہے، اور بس!

گھنٹہ دو گھنٹہ نہین، دن دو دن بھی نہین، پورا ایک ہفتہ ہو گیا، اور خشکی کا کہین نشان نہین! جنگل کے درندے نہ سہی، باغ و صحرا کے چرندے نہ سہی، ہوا کے پرندے تک نہین! ادھر پانی اُدھر پانی، آگے پیچھے، داہنے، بائین ہر سمت پانی ہی پانی! اوپر نیلا آسمان، نیچے نیلا سمندر! زمین کی بے بساطی اب جاکر محسوس ہوئی! خشکی کے بڑے بڑے شہر اور صوبے، آبادیان، اور بستیان، جنگل اور پہاڑیان، سڑکین اور ریل کی پٹریان، ریگ کے تودے، اور پہاڑون کی چوٹیان، جنکی وسعت اور کثرت عظمت و ہیبت ابتک دماغون مین رچی، اور آنکھون مین بسی ہوئی تھی، اب معلوم ہوا، کہ خالق کے بحرِ قدرت کے سامنے نہین، بلکہ اپنی ہی جیسی، ایک دوسری مخلوق کے سامنے کتنی

Marfat.com

حقیر اور کیسی بے حقیقت چیزین ہین اجل جلالہ! جس سمندر کو دیکھتے دیکھتے آنکھین تھکی جاتی ہین، جو معلوم ہوتا ہی کہ اب کبھی ختم نہ ہوگا، وہ دنیا کے پانچ بڑے سمندرون مین سے صرف ایک سمندر ہی! اور اُن پانچون مین بھی سب سے بڑا نہین، بلکہ دوسے چھوٹا ہی! پھر ظاہر ہی، کہ وہ بھی پورے کا پورا بیک وقت پیش نظر نہین، بلکہ اسکا ایک مختصر جزو آنکھون کے سامنے ہے!! اللہ اکبر! جب جزو اور ادنی اجزو مین یہ ہیبت رکھدی گئی ہی، تو "کل" کے مشاہدہ سے کیا کیفیت طاری ہوتی ہوگی! آج یہ مہیب اور لق ودق سمندر، اور کرہ ارض کے سارے معلوم سمندر، یاجوج کے قبضہ مین ہین، وہ جسے چاہے، اُنمین جہاز اور کشتی چلانے کی اجازت دے، اور جب اور جس کو چاہے، اللہ کی کاریگری کے اس نادر نمونہ سے فائدہ اٹھانے سے روک دے! خلق خدا کی ہو تو ہو، لیکن سمندر اور سمندرون کے بندرگاہ، جہاز اور انکے بیڑے، محکمہ بحری (ایڈمرالیٹی) اور خداوندان بحر (SEDLORDS) تار پیڈو اور ڈریڈناٹ کروزر اور ڈسٹرائر، آج باآواز پکار سے کہہ رہے ہین، کہ "امر" اور "حکم" (نعوذ باللہ) یاجوج کا ہی۔ —— پھر اگر ایسے حال مین آپ کسی سچے کا قول سنتے ہین کہ "یاجوج و ماجوج سمندر کا پانی پی جائین گے" تو آپ اس پیشینگوئی کے پورے ہونے کے لئے کسی زمانہ مستقبل کا کیون انتظار کرنے لگتے ہین!

قُل لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّی لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّی وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا۔ دل نے کہا کہ یہی وہ سمندر ہے، جس کی بابت ارشاد ہوا ہے، کہ اگر سارا سمندر روشنائی بنجائے، اور اسی جیسا ایک اور سمندر بھی روشنائی

بتا دیا جائے جب بھی قدرتِ الٰہیہ کے بحرِ بیکران کے کلمات لکھنے سے قاصر رہیگا!
لیکن یہ روشنائی آیندہ ہی کیون بنے، روشنائی تو یہ اب بھی بنا ہوا ہے، نیلی روشنائی
ہی کی طرح نیلا ہے، بحرِ قدرت وصنعت کے اتھاہ اور بے پایان ہونے کا یہ کیسا نادر
نمونہ ہے! اسی کے ساتھ ہی نظرون کے سامنے یہ سمان بھی آگیا، کہ ایک روز یہ سارا
بحرِ اعظم، یہ سارا لق و دق سمندر موجین مارتے ہوئے پانی کے بجائے، آگ کے لپکتے
ہوئے شعلون، اور دھوئین کے تیرہ و تار بادلون مین تبدیل ہو کر رہیگا! یہ وہ دن
وہ ہوگا جب "یاجوج" اپنے مایہ ناز جنگی جہازون اور آبدوز کشتیون، اپنے تیل کے چشمون
اور اپنے پٹرول کے خزانون کی بھڑکائی ہوئی آگ کے شعلون سے لنکا کے
راون کی طرح خود ہی جل رہا ہوگا، اور جب اسکی حرص و ہوس، اسکی ملک گیری
اور زر پرستی، اسکی قیصریت (امپریل ازم) اور کیپٹیل ازم (سرمایہ داری) کے انگار
سمندر مین آگ لگا لگا کر خود اسی مادی دنیا مین اسے دوزخ کا نمونہ دکھا رہے
ہونگے! یہ وہ دن ہوگا، جب ارشاد ربانی واذا البحار سجرت کی تفسیر و تاویل
کے لئے نہ تفسیرون کے اوراق الٹنے کی ضرورت ہوگی، نہ اہلِ لغت کے کلام سے
سند لانے کی، بلکہ عالم و عامی، سب اپنی آنکھون سے مجاز کا نہین حقیقت کا مشاہد
کرلین گے! آج "یاجوج" کو مہلت ہے، آج وہ جتنا بھی چاہے ہمارے دلون او
دماغون کو، ہماری عقلون اور ذہنون کو، ہماری آنکھون اور کانون کو اپنے ابد
وحشم سے اپنی تہذیب اور تعلیم سے، اپنے علوم اور اپنے فنون سے، اپنے ڈاکٹرون
اپنے انجنیرون سے اپنے سائنس اور اپنے آرٹ سے، اپنی توپون اور اپنی اڑ
سے، اپنی مشین گن اور اپنی سنگینون سے اپنے خزانون اور اپنے طیارون سے م

Marfat.com

اور مخبوط اور مفلوج کرلے، لیکن یہ مہلت سدا رہنے والی نہین، اور کسے خبر کہ پردہ اٹھنے کا وقت قریب ہی آن لگا ہو!

۴- اپریل، جمعرات، آج سہ پہر سے دور دور کے پہاڑی ساحل دکھائی دینے لگے ہین، اور آبادی کے دیکھنے کو آنکھین ایسی ترسی ہوئی ہین، کہ آبادی کی ان بعید اور دھندھلی علامتون کو بھی غنیمت سمجھکر بڑے شوق و اشتیاق کے ساتھ آنکھین پھاڑ پھاڑکر اور دوربینین لگا لگا کر انھین دیکھا جا رہا ہی، شب مین جہاز عدن کے قریب سے بغیر لنگر انداز ہوئے گذر گیا، ۵ اپریل جمعہ، آج آٹھ بجے صبح کامران مین لنگر انداز ہوا، کامران، چار ہزار کی آبادی کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہی، جو جنگ عمومی کے بعد سے ترکون سے نکل کر انگریزی قبضہ مین آگیا ہی، ایک انگریز حاکم برٹش ملٹری ایڈ منسٹریٹر کے نام سے رہتا ہی، جن حاجیون کے جہاز عدن مین نہین رکتے، عرب کی سرزمین پر انکا پہلا قدم یہین پڑتا ہی، اصلی نام قمران تھا، مگر اب شاید اسی مناسبت سے، کہ یہ زمین کامیابی وکامرانی کا پہلا نشان ہی، اس کا نام بھی عام زبانون پر کامران ہو گیا ہی، یہان حاجیون کا "قرنطینہ" ہوتا ہے، یعنی سرکار برطانیہ کو اپنی غریب رعایا کی جان و صحت کا اس قدر درد رہتا ہی، کہ اگرچہ ہر حاجی گھر سے چیچک کے ٹیکہ کا ڈاکٹری سرٹیفکیٹ لیکر چلتا ہی اور باوجود اس کے کہ بمبئی (یا کراچی) مین سوار ہوتے وقت ڈاکٹری معائنہ ہو چکتا ہے پھر بھی حاجیون کے جہاز یہان روکے جاتے ہین، اور حاجی یہان غسل اور ڈاکٹری معائنہ کے لئے مجبور کئے جاتے ہین، کاش اس "دلسوزی" اور "غمخواری" کا عشر عشیر بھی فرنگستان کے سائلون کے حصہ مین آتا!

جس مقام پر جہاز لنگر انداز ہوتا ہے، وہان سے ساحل میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اتنی مسافت کشتی پر طے کرنی ہوتی ہے، جہان کشتی رکتی ہے، وہان سے مقام غسل تک بھی دو تین فرلانگ کا فاصلہ ہے، چنانچہ ہم لوگ بھی اتارے اور پہونچائے گئے، کامران، گویا حاجیون کا غسل خانہ ہے، غسل عموماً تفریح و انبساط کا ذریعہ ہوتا ہے، مگر یہ سرکاری غسل جو بڑے بڑے ڈاکٹرون کی نگرانی و اہتمام مین دیا جاتا ہے، بجائے لطف و تفریح کے، انقباض و تکلیف کا ایک آلہ ہوتا ہے، حاجی اپنے اپنے سامان کا بیشتر حصہ جہاز ہی پر چھوڑ آتے ہین، صرف مختصر سامان لے لے کر اترتے ہین، سب سے پہلے انھین غسل خانہ کے برآمدہ مین لاکر بٹھایا جاتا ہے، اور جس وقت اُنکی ٹولی کی باری آتی ہے ایک بڑے کمرے کے اندر ان سب کو داخل کرکے ان کے سارے کپڑے اتروا کر ایک مختصر سی لنگی، جو ناف سے گھٹنے تک شاید ہی پہونچ سکتی ہو، باندھنے کو عنایت ہوتی ہے، اسی کو نہاتے وقت باندھنا، اسی کو نہانے کے بعد باندھے رہنا، اسی سے بھیگا ہوا جسم خشک کرنا، یہ ساری ضرورتین ماہرینِ فن اطبا سرکاری کے نزدیک اسی "چار گرہ کپڑے" سے پوری ہوسکتی ہین، جن قومون کے دماغ سرے سے ستر پوشی کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہین اور جن کے ہان علانیہ سب کے سامنے، برہنہ غسل کرنے کا رواج ہے، وہ اگر مشرقی و اسلامی جذبات کا اتنا بھی لحاظ کرلیتی ہین تو یہ انکا عنایت و کرم اگر نہین تو اور کیا ہے؟ (جن خوش نصیبون کے ساتھ، میری طرح خاص رعایت و نوازش مدنظر ہوتی ہے، انھین بجائے ایک کے دو لنگیان عنایت فرما دیجاتی ہین!) یہ "لنگوٹی" جسم پر لپٹوانے کے بعد سب کے سرون پر حمام کی ٹونٹیان کھول دی جاتی ہین، اور سب کو دو دو بار (ایکبار دواؤن کے پانی سے اور ایکبار سادہ سرد پانی سے) نہلایا جاتا ہے، اس ٹھنڈے

Marfat.com

غسل کے معاً بعد دوسرے کمرہ (جامہ خانہ) مین لاکر بجلی کے پنکھے کھول دیئے جاتے ہین اور نہائے ہوئے حاجیون کے بھیگے ہوئے اور تر بتر جسم کو جس کے خشک کرنے کیلئے کسی حاجی کے پاس قطعاً کوئی کپڑا نہین ہوتا، پنکھے کی ہوا سے خشک کیا جاتا ہے! اور اکثر حاجیون کو چونکہ دوسری لنگی نصیب نہین ہوتی، اس لئے اس حالت مین وہی بھیگی ہوئی لنگی اُن کے جسم سے بدستور لپٹی ہوئی رہتی ہے!

اس کا نام اہتمام صحت ہے! یہ سرکار کی طرف سے حاجیون کی جان اور زندگی کے رکھ رکھاؤ کا انتظام ہے! یہ اونچی اونچی تنخواہین اور الاؤنس پانے والے ہندوستان اور یورپ کی ڈگریان رکھنے والے حاذق ڈاکٹرون کے اہتمام و نگرانی مین طریقۂ غسل ہے! لیکن اب بھی پڑھنے والے کے سامنے "غسل" کا پورا نقشہ نہین آیا، جامہ خانہ مین آنے کے بعد جامہ تلاشی شروع ہوتی ہے! یعنی حاجیون کے جسم سے، قبل غسل جو سارے کپڑے اتروا لئے گئے تھے، اور اتروا کر اس ٹولی کے بیسیون دوسرے حاجیون کے کپڑون کے ساتھ بھپارے مین ڈال دیئے گئے تھے، وہ اب ایک بڑے گٹھر مین بھیگے بھاگے سارے دوسرے کپڑون کے ساتھ خلط ملط لائے جاتے ہین، اور ہر حاجی اس انبار مین سے اپنے کپڑے تلاش کرنا شروع کرتا ہے! "سرکار" کا جامہ خانہ اس وقت اچھا خاصہ دھوبی خانہ معلوم ہوتا ہے (خدا نہ کرے کوئی دھوبی اتنا پھوہڑ، بدسلیقہ اور تکلیف دِہ ہو) گیلے اور تر بتر کپڑون کا ایک آڑم سامنے ہوتا ہے، اور بھیگے تر بتر جسم پر بھیگی تر بتر لنگیان باندھے ہوئے، حاجی پنکھے کی ٹھنڈک مین اپنے اپنے کپڑون کی تلاش مین مصروف! کپڑون کی جو گت بنجاتی ہے اُسے چھوڑیئے خود انسانون

کی جو گت اس وقت بنی ہوتی ہے، ذرا اس کا تصور کیجئے! اور اپنی شفیق و مہربان "سرکار" کو دل سے دعائیں دیجئے! پانچ پانچ دس دس منٹ اس تلاشی مین لگجاتے ہین، اور اس کے بعد اگر سب کپڑے، بغیر کھوئے ہوئے مل بھی گئے، تو انہین بھیگے ہوئے کپڑون کو بھیگے ہوئے جسم پر پہنکر، ہوا اور دھوپ مین حاجیون کو اپنے اپنے خس پوش بارکون مین جانا پڑتا ہے، جو قریب سے قریب بھی نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہین، ورنہ عموماً ایک ایک فرلانگ پر! قرنطینہ جہان کہین بیماری بھگانے کے لئے ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، کامران مین حاجیون کے لئے تو یقیناً بیماری بھگانے کی نہین بیماری بلانے کی پوری کوشش ہوتی ہے، اور یہ سنکر ذرا بھی حیرت نہ کیجئے، کہ یہ کوشش عموماً کامیاب رہتی ہے! چنانچہ ہمارے جہاز کے دو چار نہین، خدا معلوم کتنے، کامران سے واپس آتے ہی بیمار پڑے، ایک صاحب کو دمہ کا دورہ پڑگیا، لکھنؤ کی ایک صاحبہ کو اتنا شدید بخار چڑھا، کہ ان کی جان ہی لیکر اترا، اور نزلہ، زکام، و حرارت سے تو شاید ہی کوئی بچا ہوا!

یہ جو کچھ کیفیت بیان ہوئی، مردانہ غسلخانہ کی تھی، جو پھر بھی غنیمت ہے، اصلی بہیودگی زنانہ غسلخانہ کے لئے اٹھ رہتی ہے، یہان نہلانے والیان شاید خاص طور پر اپنی مہیب صورتون اور مہیب تر سیرتون کی بنا پر انتخاب کرکے رکھی گئی ہین، ان کے ہاتھون شریف و حیادار خاتونون پر جو کچھ گذرتی ہے، اسکا تذکرہ اخبارات کے صفحات پر لانا آسان نہین، نہلاتے وقت یہی نہین کہ انکے جذبات حیا و شرافت کی مطلق کوئی پرواہ نہین کیجاتی، بلکہ ہر قسم کی سختی، درشتی، اور

Marfat.com

بد تہذیبی بھی ان کے ساتھ بے تکلف روا رکھی جاتی ہی، چنانچہ ہمارے قافلہ کی جتنی عورتین غسل خانہ سے نکلین، سب نہایت برہم و نالان، گویا روتی ہوئی نکلین وہ تو کہئے، کہ حج بیت اللہ کا شوق ہر مومن اور ہر مومنہ کو کچھ ایسا مست رکھتا ہی کہ اس مقصد کے آگے اپنی کسی تکلیف و توہین کی پرواہی نہین رہتی، ورنہ اگر کوئی دوسرا موقع ہو، تو ہمارے ہان کی بے زبان عورتین بھی اس برتاؤ پر، اتنی بے زبان اور اس قدر بے دست و پا ثابت نہ ہون! —— سنا ہی کہ اسمبلی کے بعض مسلمان ممبرون کی تحریک پر حج کمیٹی، حاجیون کی مشکلات کے رفع و انسداد کے لئے قایم ہوئی ہے، امید ہی کہ اس کمیٹی کے سامنے حاجی صاحبان کامران سے متعلق اپنے ذاتی تجربات تفصیل سے بیان کرین گے، اور اسکی لغویتون کے مٹانے مین جدوجہد کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھین گے،

لیکن کیسی تکلیف، اور کہان کی مصیبت! ایک اہلِ دل مدت ہوئی ہندوستان سے سفرِ حج کے لئے تشریف لے گئے، بمبئی اور کامران دونون جگہ قرنطینہ کی بلائین پیش آئین، اور وہ بزرگ باوجود اس کے کہ ریاضات و مجاہدات کے خوگر تھے، تاہم انھین کہنا پڑا کہ یہ قرنطینے حاجیون کیلئے "سخت قید خانے" ہین جب لوگون نے یہان کی دقتین زیادہ بیان کرنا شروع کین، تو انھون نے فرمایا کہ "میان سفرِ حج سے ملکون کا سیر و تماشہ

لہ ۱۹۲۹ء کے آخر مین، حج کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے معزز حاجیون نے اپنی آپ بیتی سنا سنا کر [illegible] کی شدید و پرزور مخالفت کی، ان متحدہ صدائے احتجاج کا نتیجہ اس قدر تو بہرحال ظاہر ہوا کہ [illegible] کے ہر جہاز کے لئے یہان کا قرنطینہ لازمی نہین رہا، بلکہ صرف حسب ضرورت رکھ دیا گیا ہے۔ [illegible] صاحب (انبالہ) کی کوششین اس باب مین خاص شکریہ کی مستحق ہین،

Marfat.com

مقصود نہین، بلکہ یہ نفوس کے تزکیہ اور تجلیہ کے لئے ایک مجاہدۂ عظیم ہی، پہلا قرنطینہ بارادۂ الٰہی اس لئے قائم ہی کہ دلون پر جو ظلمت اور کدورت چھائی ہوئی ہی، یہان کے آلام جسمانی و روحانی سے ان کا تصفیہ ہو جائے، کامران کا قرنطینہ اس غرض سے ہی کہ یہان کے قیام سے عرب کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے، اور حصول برکات کی قابلیت حاصل ہو جائے، اس کا نام تجلیہ ہی، حکیم مطلق کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہین ہوتا، جو کچھ ان بزرگ نے فرمایا، وہ بالکل صحیح ہے، جسم کی بیماریان دور ہوتی ہون یا نہ ہون، بدن کی کثافتین دھلتی ہون یا نہ ہون، لیکن اس عجیب قرنطینہ اور عجیب ترغسل سے ہر حاجی کو اضطرارًا ایک مجاہدۂ عظیم پر مجبور ہو جانا پڑتا ہی، بہت سے گناہون کا کفارہ ہو جاتا ہی، اور روح آلائشون سے یقینًا بہت کچھ پاک ہو جاتی ہی،

Marfat.com

باب (۶)

کامران احرام

کامران کی مستقل لغویت کے تذکرہ کو کہان تک پھیلایا جائے، جو کچھ بھی پیش آتا ہی، بہ ارادہ الٰہی کسی مصلحت وحکمت ہی کی بنا پر پیش آتا ہی، صبر کے سوا چارہ نہین، شکر سے بہتر مداوا نہین، لیکن یہ جو کچھ لکھا گیا یہ "جگ بیتی تھی" "آپ بیتی" یہان بھی سفر کی دوسری منزلون کیطرح، نسبتہً بڑے مزے کی رہی، ادھر ہماری کشتی کنارے سے لگی، اُدھر اُسی لمحہ ڈاکٹر کی سرکاری موٹر لانچ بھی پہونچی، اور ساحل پر قدم رکھتے ہی ڈاکٹر قاسم چوہان سے تعارف ہوا، یہ چیف میڈیکل آفیسر کہلاتے ہین، اور یہان کے سیاہ وسپید کے مالک ہین، ان کے "اوصاف حمیدہ" حیدرآباد کے بعض دوستون سے خوب سُن چکا تھا، تاہم میرے ساتھ تو فی الجملہ مہربانی ہی سے پیش آتے رہے دوسرون کو صرف ایک لنگی ملتی تھی، مجھے دو لنگیان عنایت فرمائین، دوسرون کو غسل کے لئے پون پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑتا ہی، میرے لئے جلدی کرادی، دوسرون کو چھپرون کے نیچے رہنا ہوتا ہی، مجھے پختہ بارک مین بلا کرایہ رہنے دیا، ان اکرم حاج کی خدمت مین دوستانہ گذارش ہی کہ اگر اپنے وسیع اختیارات کے اظہار مین کسی قدر کمی فرمادین تو خود انھین کے حق مین بہتر ہوگا، ان کے ماتحتون مین ڈاکٹر حاجی

Marfat.com

کا برتاو تمام حاجیون کیساتھ اچھا دیکھنے مین آیا ڈاکٹر. فقیر اللہ بھی بھلے آدمی معلوم ہوئے، جزیرہ کا بڑا حاکم برٹش ملٹری ایڈمنسٹریٹر کہلاتا ہی، اس وقت جو حاکم ہی، اس کا نام اِی ڈیکم ہے، فوجی کپتان کا عہدہ رکھتا ہی خلیق اور خوش مزاج ہی مین غسل کرکے بھیگی لنگی باندھے ہوئے ابھی جامہ خانہ مین کھڑا اپنے کپڑے تلاش کر رہا تھا، کہ ایک انگریز کو مین نے اپنے پاس کھڑا ہوا پایا، جو اردو مین مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ "سب اچھا ہی؟" ڈاکٹر جو یہان بھی پاس ہی ٹہل رہے تھے، انھون نے بتایا کہ یہ انگریزی جانتے ہین، اس کے بعد انگریزی مین باتین ہونے لگین، اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ بہت دیر تک جاری رہین، بڑی بے تکلفی سے سیاسیات حاضرہ سے لیکر اپنے بیوی بچون تک ہر مسئلہ کو اپنا موضوعِ گفتگو رکھا، علی برادران کا بھی ذکر آیا، اور "بڑے بھائی" خدا معلوم اس خبر کو کس دل سے سنین گے، کہ جتنی دیر تک ان کا ذکر خیر رہا، اس سے کہین زیادہ دیر تک "چھوٹے بھائی" اور ان کے اخبار ہمدرد کا رہا!

کیمپ مین ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنی ہوئی ہی جمعہ کی نماز اسی مین پڑھی عرب کی سرزمین پر یہ پہلی نماز اور پہلا جمعہ نصیب ہوا، سہ پہر تک کیمپ کے "بازار" مین سناٹا تھا یعنی بجز خشک روٹی اور چاے کے کوئی شے نہین ملتی تھی، شام سے کچھ قبل کچا گوشت فروخت ہونے لگا، جو قیمت مین خاصا گران تھا، اور جسے پکانا صرف انھین لوگون کے لئے ممکن تھا، جو پکانے کا پورا سامان اپنے ہمراہ لیکر جہاز سے اترے تھے، کیمپ کے ایک گوشہ مین پانچ یا چھ پاخانے بنے ہوئے ہین، صبح کے وقت

جب ڈیڑھ دو ہزار انسانون کا مجمع جسمین بدتہذیب اور گنوار مرد بھی شامل ہوتے ہین، اور پردہ نشین شریف خاندانون کی حیادار اور شرمیلی بہوبیٹیان بھی، لوٹا ہاتھ مین لئے ہوئے ان چند پاخانون پر حملہ آور ہوتا ہی، تو اس وقت کی کشمکش اور حقلبش دیکھنے کے لائق ہوتی ہی! —— لیکن اس کی شکایت ہی کیا اور اسکا شکوہ کیون؟ یہ کیمپ آخر حاجیون ہی کا کیمپ ہوتا ہی، اور حاجی غریب کسی یاجوجی حکومت سے راحت وآسایش کی توقع ہی کیون رکھے، ؟ اس کا کام تو فی کس عہ کے حساب سے قرنطینہ کامران کی فیس دیدینا ہی، اور بس! راحت وآسایش ہی کا اگر خیال ہی، تو اس روشنی اور روشن خیالی کے زمانہ مین حج وغیرہ، طواف و سعی، زیارت وعبادت کے لئے سفر ہی کیون اختیار کیا جائے؟

جسکو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی مین جائے کیون!

کیمپ کا وسیع احاطہ لوہے کے تارون سے گھرا ہی جس کے باہر قدم رکھنا ممکن نہین، کامران مین انگریزی ڈاکخانہ بھی ہی بہت سے لوگون نے خطوط لکھکر یہان وطن روانہ کئے، شب یہین بسر کی، ۶ اپریل کی صبح کو اس "قید فرنگ" سے نہ سہی "قرنطینہ فرنگ" سے نکلنے کی اجازت ملی اور خاص عنایت واہتمام سے کام لیکر سب سے پہلی کشتی ہماری ہی ٹکڑی کو دلائی گئی، سب مسافرون کے جہاز تک پہونچنے مین کوئی چار گھنٹے لگے ہون گے، دس بجے کے قریب جہاز نے لنگر اٹھا دیا اور روانہ ہوا،

کامران کی بے احتیاطیان، اب رنگ لائین، سرکاری غسلخانے مین ماہرین فن

ڈاکٹرون کے زیر ہدایت و نگرانی جو بدپرہیزیان کرائی گئی تھین، انکا اثر ظاہر ہونا تو کامران ہی سے شروع ہو گیا تھا، اب پوری طرح نمودار ہو گیا، کسی کو کھانسی کسی کو حرارت، کتنون کو زکام، اور کتنے اچھے خاصے تیز بخار مین پڑ گئے، لکھنؤ کی ایک بیوی کو جو پہلے سے بھی کسی قدر علیل تھین، اتنا تیز بخار چڑھا، کہ چند روز کے بعد انکی جان ہی لیکر اترا، انا للہ، مولوی عبدالباری بیچارے کو دمہ کا دورہ پڑ گیا، غرض جس کسی کو دیکھیے، کامران کی یادگار کوئی نہ کوئی بیماری لیے ہوئے، یہ نتیجہ ہے سرکاری اہتمام صحت کا! یہ ثمرہ ہے حاجیون کے ساتھ سرکار کی ہمدردی و غمخواری کا! کامران کے قریب کا سمندر بھی کسی قدر پرشور ہے، اس لئے اب جو جہاز چلا، تو اسمین حرکت بھی زیادہ محسوس ہونے لگی، اور بہت سے لوگ دوران سر اور متلی مین مبتلا ہو گئے، لیکن بحمد للہ یہ شکایت بہت زائد بڑھنے نہین پائی، اور رات تک از خود سکون ہو گیا،

---

۱۰ اپریل (۲۶ شوال) یکشنبہ، آج جہاز یلملم کے سامنے سے گزرنے والا ہے، جو اہلِ ہند کا میقات ہے، میقات اُس مقام کو کہتے ہین، جہان سے عازمانِ حج اپنا معمولی لباس اتار کر احرام باندھتے ہین، جہاز جب یلملم کے مقابل آجاتا ہے، تو حاجیون کی اطلاع کے لئے زور سے سیٹی دیدیجاتی ہے، آج حاجیون کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے، جہاز یلملم کے سامنے تو کہین پانچ بجے سہ پہر کو پہونچے گا، اور جہاز کی سیٹی اسی وقت ہو گی، لیکن حاجیون مین چہل پہل صبح ہی سے شروع ہو گئی ہے، حجامتین بنوائی جا رہی ہین، غسل کئے جا رہے ہین، خوشی خوشی احرام کی نئی نئی

Marfat.com

اجلی اجلی چادریں نکالی جارہی ہیں، نفل نمازیں پڑھی جارہی ہیں، جہاز پر بہت سے معلم یا اُن کے ایجنٹ بمبئی ہی سے ہمراہ ہو لیے ہیں، سب اپنے اپنے حاجیوں کی ٹولیاں بنائے ہوئے انھیں احرام باندھنے کی نیت تلقین کرارہے ہیں، احرام بندھوا رہے ہیں، لیجئے، دوپہر تک سب کے احرام بندھ گئے، سب کے سب اپنے ہاتھوں ہنسی خوشی گویا کفن پوش ہوگئے، دل مسرت سے باغ باغ ہوئے جاتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیجارہی ہیں، اور ہر طرف سے "لبیک" "لبیک" کی صدائیں بلند ہونی شروع ہوگئی ہیں!

آپ نے دیکھا؟ دیکھتے ہی دیکھتے، پوشش ولباس کے سارے امتیازات مٹ گئے! سنتے چلے آئے ہیں، کہ اَلنَّاسُ بِاللِّبَاس انسان اپنی پوشاک سے پہچانا جاتا ہے، اور اُس کے مرتبہ کا اندازہ اُس کے لباس سے لگایا جاتا ہے، لیکن آج اس قاعدہ پر عمل کیونکر ہوگا؟ آج کس لباس سے خادم کو مخدوم سے پہچانا جائیگا، اور کس پوشاک سے غلام کو آقا سے الگ کیا جائیگا،؟ ابھی کل تک اس دنیا آبادی میں بڑے بھی تھے اور چھوٹے بھی، امیر بھی اور فقیر بھی، رئیس بھی، اور مزدور بھی، خوشحال بھی اور مفلس بھی، عالم بھی اور جاہل بھی، نامور بھی، اور گمنام بھی، تعلقدار بھی اور رعایا بھی، مجسٹریٹ بھی اور چپراسی بھی، پر آج کس کو کس سے شناخت کیا جائیگا؟ ——— سب سے بڑے مہاراجہ کی راجدھانی کے حدود شروع ہوگئے، اب نہ کوئی راجہ ہے نہ کوئی ٹھاکر، سب کے سب اسی کی پرجا، کل کے کل اسی کے چاکر، سارے کے سارے اسی کی رعایا ہیں! مالک کے

دربار کی سرحدین شروع ہوگئین، اب نہ کوئی بڑا ہی نہ کوئی چھوٹا، نہ کوئی امیر ہی نہ کوئی وزیر، نہ کوئی حاکم ہی، نہ کوئی عالم، نہ کوئی خان بہادر ہی، نہ کوئی لیڈر، سارے کے سارے غلام ہین، اور سب کے سب بیکس اور بے بس بندے! اب نہ ہیٹ ہی، نہ پگڑی، نہ عمامہ ہی، نہ شملہ، نہ ترکی ٹوپی ہے، نہ گاندھی کیپ، نہ قمیص ہے، نہ عبا، نہ کوٹ ہے، نہ شیروانی، نہ کالر ہے، نہ ٹائی، نہ پتلون ہی، نہ پاجامہ، سب کی زبانون پر لبیک لبیک کے ترانے ہین، اور سب کے جسمون پر بے سلی ہوئی دو دو چادرین! یہ وائسرائے کا دربار نہین، لاٹ صاحب کا ڈنر نہین، ہائیکورٹ کی عدالت نہین، یہان نہ ایوننگ ڈریس کی ضرورت، نہ گاؤن کی حاجت، نہ پاتابہ اور دستانہ کی احتیاج! یہ اللہ کے دربار کی حاضری ہے، یہ اُس قدرت اور حکومت والے اُس عزت اور جلالت والے کے دربار کی حاضری ہے، جو کلکٹر صاحب اور کمشنر صاحب، جج صاحب اور ڈاکٹر صاحب، لاٹ صاحب اور بڑے لاٹ صاحب، قیصر جرمنی اور شاہ برطانیہ، فرانس کے وزیر اعظم اور جمہوریہ امریکہ کے صدر، اٹلی کے مسولینی اور انگلستان کے لائڈ جارج، مصطفےٰ کمال، اور جواہر لال، سب کی جانون اور سب کی زندگیون کا یکسان مالک ہی! اس دربار کی وردی سب سے انوکھی، سب سے نرالی، سب سے الگ ہے، یہان قدر زرین کلاہون کی نہین، یہان عزت رنگین قباؤن کی نہین، یہان طلب صرف کفن پوشون کی ہے! ——— اُن کی جو جیتے جی مُردون کا لباس پہن چکے ہین، اُنکی جو اس لباس کی یاد تازہ کئے ہوئے ہین جس کے زیب تن کرنے کے بعد پھر قطعاً کوئی دنیوی لباس جسم کو مس نہ کرسکے گا، مبارک ہین وہ جو زندگی مین موت کا لباس پہن چکے

ہین، مبارک ترین وہ جو زندگی ہین اپنے نفسون کو مردہ کرچکے ہین! آج انکا لباس ہی مردون کا لباس نہین انکا نفس بھی مردون کا نفس بن چکا ہے، لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ، لڑنا جھگڑنا شہوتون اور خواہشون مین مبتلا ہونا زندون کا کام ہے، مردون کو بھی کسی نے رفث اور فسوق اور جدال مین مبتلا دیکھا ہے؟

لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک لبیک الہ الحق لبیک لبیک وسعدیک والخیر بیدیک، نماز کے بعد صدائین ہین تو یہی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، چڑھتے اترتے، ایک دوسرے سے ملتے جلتے، صاحب سلامت کرتے صدائین ہین تو یہی، ملائکہ کو اگر رشک کا موقع ہو سکتا ہے، تو یہی، آج حاجیون سے بڑھکر خوشی کس کو ہو سکتی ہے؟ جس محبوب کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا، وطن چھوڑا، دوست چھوڑے، عزیز چھوڑے سفر کی ساری کڑیاں جھیلین، اس کے شہر کا پہلا پھاٹک کھل گیا، داخلہ کی اجازت مل گئی، حاجیون سے زیادہ خوش نصیب آج کون ہوگا؟ اور ان سے زیادہ خوشی اس وقت کس کو ہوگی؟ ڈیڑھ ہزار حاجیون مین سے تقریباً سب کے سب احرام پوش ہو گئے، البتہ دیوانون کی ایک مختصر جماعت ایسی تھی جس نے اس وقت احرام نہین باندھا، اس جماعت کا ایک خادم گھر سے یہی نیت لیکے نکلا تھا، کہ جدہ پہونچ کر پہلے سیدھے آستانۂ نبوی پر حاضری دیجائیگی، اور پھر وہان سے انشاء اللہ حج بیت اللہ کی نیت کیجائے گی، حضرت بایزید بسطامی

کی بابت منقول ہی، کہ آپ حج کے ساتھ ضمناً وطبعاً مدینہ منورہ کی زیارت خلاف ادب اور اپنے لئے ناجائز سمجھتے تھے، بلکہ اس کے لئے ایک مستقل سفر، تازہ احرام کیساتھ اختیار فرماتے تھے، خیر، یہ تو بڑے مرتبہ کے لوگون کی باتین ہین، لیکن اگر کسی نے حق کو وہین سے سفرِ حج اختیار کرنے کی سعادت حاصل ہو، جہان سے اُس کے رسولِ برحق نے کیا تھا، اور اسی مقام سے احرامِ حج باندھنے کی دولت نصیب ہوجائے جہان سے خود مرشدِ اعظم نے باندھا تھا، تو اس مین شریعت وطریقت، ظاہر و باطن حنفیت وحنبلیت، کسی کو کچھ گفتگو کی گنجائش ہی؟ اور اگر کسی کو ہو بھی، تو بہر حال اپنا اپنا ذوق اور اپنا اپنا مسلک ہی،

معلمون کی ایک خاص جماعت (خدا ان پر رحم فرمائے اور انھین راہ ہدایت دکھائے) جو بمبئی سے جہاز پر ہمراہ ہوگئی تھی، اس نے کامران سے غل مچانا شروع کر دیا کہ جدہ سے کسی کو براہ راست مدینہ منورہ جانے کے لئے سواری نہ ملیگی، اور سعودی حکومت نے براہ راست مدینہ کا سفر حاجیون کے لئے بند کر رکھا ہی، اس لئے سب کو مکہ کے قصد سے یلملم ہی مین احرام باندھ لینا چاہئے، اس جماعت مین سب سے پیش پیش خود ہمارے معلم عبد القادر سکندر تھے، جو شاید کسی زمانہ مین عرب یا ترک رہے ہون، مگر اب تو سالہا سال سے لکھنو ہی کے ہی ہین، اور بمبئی سے جہاز پر ہمراہ تھے، بہت سے نیکدل و سادہ مزاج احباب جو اپنے ہی ظرف پر معلمون کو بھی قیاس فرما رہے تھے، دھوکے مین آ گئے اور معلمون کے ہنگامہ سے متاثر ہوکر جہاز پر سب کے ساتھ احرام بند ہو

لیکن بحمد اللہ ایک مختصر گروہ آخر تک اس فریب مین نہ آیا، اور مدینہ پاک کی حاضری سے ابتدا کرنے کی نیت پر قایم رہا، موجودہ حالات حجاز کی جو "طلسم ہوشربا" سکندر صاحب نے سنانی شروع کی تھی، یہ اس کی پہلی حکایت تھی، آیندہ کیلئے تمام عازمانِ حج کی خدمت مین بڑے اصرار کے ساتھ گذارش ہے کہ اپنے معلّمون کی صداقت و دیانت کے متعلق زیادہ حسن ظن ہرگز نہ قایم فرمایا کرین، اور انکی بہم پہونچائی ہوئی اطلاعات کی تحقیق دوسرے ذرائع سے ضرور کر لیا کرین۔

Marfat.com

باب ۷

جدّہ

۱۰ر اپریل، دوشنبہ، آج جدّہ پہونچنے کا دن ہے، آج دلون کے شوق و اشتیاق کا کیا پوچھنا؟ اسباب کی بندش رات ہی سے شروع ہو گئی تھی، صبح سویرے جہاز کی بالائی عرشون پر حاجیون کے پرے جمے ہوئے، سب کی نگاہین ساحل کی طرف لگی ہوئی، ساحل جون جون قریب آتا جاتا ہی، پانی کا رنگ بجائے نیلے کے سبز ہوتا جاتا ہی، اور بحری پہاڑیان کثرت سے نمودار ہوتی جاتی ہین، دن نکلنے کے بعد ساحل سے ایک کشتی جہاز کی طرف آتی ہوئی نظر آئی، اس کشتی پر عرب کپتان سوار ہی، اندرون ساحل جہاز کی رہنمائی بھی عرب کپتان کریگا، لیجیے، وہ کشتی جہاز سے آکر لگی، اور عرب کپتان دم بھر مین کھٹ کھٹ کرتا ہوا جہاز کے سب سے بالائی حصہ مین کپتان کے پاس پہونچ گیا، اب اس وقت سے جہاز کی رہنمائی کا مالک و مختار بھی عرب ہی، —— شاید کارکنانِ قضا و قدر کو بھی موزونیت اسی مین نظر آئی کہ ملک عرب مین داخلہ کے وقت رہنمائی کا فرض ایک عرب رہنما ہی کے ہاتھون انجام پاتا رہے —— آٹھ بجے رات، ساڑھے آٹھ بجے اب جدّہ کی عمارتین صاف نظر آنے لگین، مگر شہر اب بھی

Marfat.com

ڈھائی تین میل دور ہی، تو پیچھے پیچھے جہاز لنگر انداز تھا، گو بمبئی کی طرح جدہ مین
جہازون کے لئے کوئی پلیٹ فارم نہین اور کیون ہونے لگا تھا؟ جدہ مین آخر
حاجیون ہی کے جہاز تو ٹھہرتے ہین نہ؟ اور حاجی کیون یہ ہر مرتبہ بھول
جاتے ہین، کہ اس دورِ علم و تمدن مین اُنکا وجود جانورون اور چوپایون سے کچھ ہی
بہتر ہے! ساتوین صدی عیسوی کے کہنہ و فرسودہ احکام و شرایع پر عمل کرنیوالے
آخر اس کی توقع ہی کیون قایم کرتے ہین، کہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے پر بھی
اُن کے نصیب مین بیسوین صدی عیسوی کی سہولتین اور آسایشین آسکین گی

جہاز کی حرکت رُکی، اور جہاز پر حرکت شروع ہوئی چیخ پکار، غل و شور، دوڑ
بھاگ، ظاہر ہی کہ جہاز کہین بھاگا نہین جا رہا ہی، ٹھہرنے ہی کے واسطے رکا ہی
ورنہ جدہ کی زمین کہین بھسلی جا رہی ہی لیکن اتنا صبر کس کو، اور اتنے انتظار کی
توفیق کسے؟ جہاز سے کشتیون پر اترنے کے لئے زینے صرف دو، اور ان دونون
پر ڈیڑھ ہزار کے مجمع کا ہجوم! ہر شخص بیتاب، کہ سب سے پہلے خود ہی اتریگا، اور اپنا
اسباب اتاریگا، یہ اسے گھسیٹ رہا ہی، وہ اسے ڈھکیل رہا ہی، یہ اسے دھکا
دے رہا ہے، وہ اسے کہنیان مار رہا ہی، طاقتورون اور چیرہ دستون کی بن آئی
ہے، باقی کمزورن اور ناتوانون، بیمارون اور بچون، بوڑھون، اور عورتون
پر جو کچھ گذر رہی ہی، اس کی بجز خدائے علیم و بصیر، سمیع و خبیر کے اور کسے خبر!
ایک نفسی نفسی کا عالم، ہر سمت محشرِ اضطراب! یہ ان لوگون کا حال ہی، جو ایثار
بے نفسی کا سبق لینے کو نکلے ہین! یہ اس سفر مین پیش آرہا ہی جسکا مقصد

Marfat.com

ہی صبر وضبط نفس کی تعلیم ہے ، یہ عین اُس گھڑی پیش آرہا ہے جس وقت دوسرون کی خدمت واعانت ہی سب سے بڑا مقصود ہوتا تھا ۔۔۔۔۔ غیرون کے جو مظالم آپ پر ہوتے چلے آئے ہین، اور اس وقت ہورہے ہین، اُنکا دکھڑا تو آپ بڑے درد کے لہجہ مین روتے ہین، لیکن للہ ایک مرتبہ ذرا آئینہ ہاتھ مین لیکر ارشاد ہو، کہ خود آپ نے اپنے اوپر ظلم کرنے مین کون سی کسر اٹھا رکھی ہے؟ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوعن کثیر

جہاز کے رکتے ہی دو موٹر لانچ (دخانی کشتیان) نمودار ہوئین، ایک جہازی کمپنی (ٹرنر مارِسن) کے کچھ عہدہ دار تھے، اور دوسری مین انگریزی قنصل خانہ کے افسر، ان کے علاوہ کچھ سعودی حکومت کے نمایندے بھی تھے، ڈاکٹر وغیرہ مسافرون کو اترنے کی اجازت ملنے سے قبل ان سب حضرات کو اپنے سرکاری خدمات کے ضابطے اور رسوم پورے کرنے تھے، اور ان کے لئے خاصہ وقت درکار تھا، ٹرنر ماریسن کے دفتر مین ہمارے جوار وطن، یعنی لو، ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے قاضی عزیزالدین صاحب سالہا سال سے کارکن اور بڑے کارگذار ہین، انکی کارگذاریون کے واقعات اپنے جوار کے بعض حاجیون کی زبانی سن چکا تھا، یہ جہاز پر اپنی سرکاری ضرورتون سے آتے ہی رستہ کپتان کے کمرے سے نکلے ہی تھے، کہ مجھ سے تعارف ہوا، پردیس مین دیس کے آدمی کی شکل دیکھ کر طبیعت کو قدرۃً جو خوشی حاصل ہوتی ہے، اسکا وہی اندازہ کر سکتے ہین، جنھین خود کبھی ایسی صورت پیش آچکی ہے۔ بیچارہ لطف

اخلاق سے ملے چند ہی منٹ کے بعد ایک اُن سے بھی زیادہ کارآمد اور صاحب اختیار افسر منشی احسان اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، جو عرصہ سے جدہ کے انگریزی قنصل خانہ میں ہیں اور اس وقت شعبۂ حجاج کے ذمہ دار افسر ہیں، انکی بابت مختلف روایات و حکایات سننے میں آئی تھیں، تاہم اتنے جزو پر سب کا اتفاق تھا کہ یہ جس پر مہربان ہو جاتے ہیں، اُسکا کام اپنے اثر و اقتدار سے خوب نکال دیتے ہیں، آدمی باخبر ہیں، اخبارات وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں، مجھ سے واقف نکلے، اور بڑی خندہ جبینی سے پیش آئے، بعض احباب نے اُن کے نام کے تعارف نامے بھی دیدیئے تھے لیکن انکی خوش اخلاقی کے بعد یہ تعارف نامے غیر ضروری تھے، ان دونوں جدید مہربانوں نے صلاح یہ دی، کہ اپنی پارٹی کو مع اسباب کے سردست جہاز پر چھوڑے جاؤں، اور خود ان کے ساتھ انکی سرکاری کشتیوں پر چلا چلوں۔ بالآخر یہی طے پایا، اور اپنے قافلہ کو جہاز پر چھوڑ کر میں تن تنہا قاضی عزیز الدین صاحب کے ہمراہ، ٹرنر ماریسن کمپنی کے موٹر لانچ پر سوار ہو کر ساحل کو روانہ ہوا، اسی موٹر لانچ پر ہمارے جہاز کے کپتان پی، ایچ، وارڈ، اور چودھری محمد علی ردولوی بھی آئے۔

ساحل پر قدم رکھتے ہی، قاضی صاحب تو "رو کردہ از مایکطرف" بغیر ہمیں کوئی ہدایت دیئے کپتان کو ساتھ لئے، اپنے دفتر کی طرف چلے گئے، اور ہم نو وارد اجنبیوں کو بالکل ہماری قسمت پر چھوڑ گئے، میں تنہا تھا، چودھری صاحب کیساتھ مستورات بھی تھیں اور کچھ سامان بھی اب محکمۂ چنگی کے مختلف لوگوں نے ہم سے سوالات شروع کئے، اور زبان کی اجنبیت کا عملاً احساس اس وقت سے شروع

Marfat.com

ہوا، وہ لوگ نہ فارسی بول سکتے تھے، نہ انگریزی نہ اردو، رہی عربی، سو عربی اول یہان آتی ہی کیا ہی، اور غلط سلط، ٹوٹی پھوٹی ایک آدھ فقرے بولنے کی جو کوشش کیجاتی، سو اسکو وہان کے لوگ "نحوی" کہتے، اور سرے سے عربی ہی نہین تسلیم کرتے، پاسپورٹ کی دکھائی یہین ہوتی ہی، اور اس کی اصلی ضرورت سارے سفر بھر مین اسی موقع پر پیش آتی ہی، بہرحال چنگی خانہ کے مختلف عمال کے سامنے حاضری دینی پڑی، میرے پاس اسباب مطلق نہ تھا، صرف گلے مین ایک تھیلا پڑا تھا، اسمین چند خطوط اور ہنڈیان وغیرہ تھین، محکمۂ چنگی کے مختلف عمال اپنی ساری قوت تفتیش و تحقیق انھین کاغذات کی الٹ پلٹ مین صرف فرماتے رہے اور ادھر یہ اندازہ ہوتا رہا، کہ "سرخ فیتہ" (RED TAPE) خواہ بحر ہند کے ساحل پر ہو یا بحر کے، ہر جگہ کچھ یکسان ہی سا ہوتا ہی! چودھری صاحب کے ساتھ چونکہ بکس وغیرہ بھی تھے، اس لئے قدرۃً اُن بیچارہ سے بازپرس بھی زائد ہوتی رہی، اور غالبًا بکس کھلوا کر دیکھے گئے، اس گیرودار مین مین اور وہ علٰحدہ بھی ہوگئے، اور مین بغیر کسی رفیق و رہنما کے اس اجنبی مقام مین بالکل تنہا رہ گیا، بارے تھوڑی ہی دیر کی حیرانی و سرگشتگی کے بعد ہمارے وکیل کا ایک ملازم مل گیا، اور وہ وکیل صاحب کے مکان تک لے آیا، فاصلہ گو دو تین فرلانگ سے زائد نہ تھا، لیکن ایک تو عرب کی دوپہر، اور پھر مقام کی اجنبیت، اس لئے مسافت اس وقت زائد محسوس ہوئی،

سفر حجاز مین جہان تک حج و متعلقات حج کا تعلق ہے، ہر حاجی کی

"عقل کل" اُس کا "معلم" ہوتا ہی ہندوستان کے لئے حکومت حجاز کی طرف سے سیکڑون بلکہ شاید ہزارون کو "معلمی" کی اجازت حاصل ہی، ادھر حاجی نے مکہ مین قدم رکھا اُدھر اُس کی زندگی کا ہر ہر قدم معلم کے حدود اختیار مین آگیا، مکہ مین قیام کا انتظام، طواف کا انتظام، سعی کا انتظام، منیٰ، عرفات، و مزدلفہ مین رہنے کا انتظام، قربانی کا انتظام، سواری کا انتظام، غرض چھوٹی بڑی ہر شے معلم ہی کے ذریعہ سے طے پاتی ہے، جدّہ مین ہر معلم کی طرف سے ایک نمایندہ یا ایجنٹ مقرر رہتا ہی، جو یہان کی اصطلاح مین اُس کا "وکیل" کہلاتا ہی، اور جس طرح مکہ مین حاجی کے لئے معلم ہی سب کچھ ہوتا ہے، وہی حیثیت اور وہی مرتبہ یہان جدہ مین "وکیل" کو حاصل رہتا ہے، ہم سے ساحل پر اترتے ہی قبل اس کے کہ محصول خانہ اور جنگی گھر کے مرحلے طے ہون، دریافت کیا گیا تھا کہ تمھارا معلم کون ہے؟ اور جب جواب مین عبد القادر سکندر کا نام بتایا گیا تھا، تو اُن کے وکیل جدّہ، صالح بسیونی نے بڑھکر ہمارے پاسپورٹ کو بلکہ خود ہم کو اپنے قبضے مین کیا، سکندر کے وکیل کا نام محمود بسیونی ہے، مگر اب وہ کبر سنی کی بنا پر خانہ نشین ہو گئے ہین، صالح بسیونی اُن کے لڑکے ادھیڑ عمر کے ہین، اور چونکہ ہندوستان مین عرصہ تک رہ چکے ہین، اس لئے اردو بخوبی سمجھ لیتے ہ، اور اُلٹی سیدھی بول بھی لیتے ہین، انکا نوجوان لڑکا مصطفےٰ بسیونی گو بے تکلف ہونے سے قبل اردو بولتے ہوئے شرماتا ہی، لیکن حاجیون کا کام نکالنے اور انھین آرام پہونچانے مین اپنے والد سے کہین بڑھکر ہے، ہم کو انھین وکیل صاحب کے مکان مین لایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ہمارے ہمارے قافلہ کے لوگ بھی یہین پہونچ گئے

Marfat.com

اور دوپہر ہوتے ہوتے "چار درویش" کے چار چند یعنی پورے سولہ درویش انکے مکان میں اکٹھا ہو گئے ا

جدہ، ہندوستان کے شہروں کے معیار سے کوئی بڑا شہر نہیں، کوئی پندرہ ہزار کی آبادی ہوگی، لیکن اپنی جغرافی ہیئت کے لحاظ سے اہمیت بہت خاصی رکھتا ہے، بازار اچھا بڑا ہے، ہر قسم کی چیزیں مل جاتی ہیں، اور گرانی کچھ ایسی زائد نہیں، سکہ ہر ملک کے چل جاتے ہیں، ہندوستان کے چاندی کے سکے بے تکلف چلتے ہیں، البتہ نکل کی ریزگاری نہیں چلتی، ہندی سکہ کا تبادلہ حجازی سکہ سے بآسانی ہو جاتا ہی، کھانے کی دوکانیں بکثرت، اور پیٹ بھر کے قابل کھانا قدم قدم پر مل جاتا ہی، البتہ اچھے ہوٹل ذرا تلاش کے بعد ہی ملتے ہیں، اور اُن کے نرخ کا تحمل بھی ہر شخص کے بس کی بات نہیں، ڈاکخانہ ہے، اسپتال ہے، مہینہ میں تین مرتبہ ہندوستان کی ڈاک نکلتی ہے لیکن ہندوستان کے ڈاکخانوں سے یہاں کے ڈاکخانہ کو کوئی نسبت نہیں، ہر کام توکل پر چلتا ہے، صفائی کا انتظام خاطر خواہ نہیں، یہاں کی مکھیاں اپنی کثرت کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہیں، عرب کی سرزمین شروع ہو چکتی ہی، اس لئے گرمی کی بابت کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے، برف مل جاتی ہی، اگرچہ گران قیمت پر، پانی کی قدر جہاز ہی سے شروع ہو جاتی ہی، اور عرب پہونچکر تو پانی کے بارے میں ہندوستان کی بڑی ہوئی مسرفانہ عادتوں کی اچھی خاصی اصلاح ہو جاتی ہے، جدہ میں میٹھا یعنی سمندر کا صاف شدہ پانی تلاش سے اور خاصی گران

Marfat.com

شرح پر ملتا ہی، کھاری سمندری پانی البتہ بہ افراط، مکانات کی وضع بمبئی کے مکانات سے ملتی جلتی، یعنی صحن کا رواج برائے نام، اور اوپر تلے چار چار پانچ پانچ منزلوں کا رواج عام! انھین کمروں کو کھڑکیون کی مدد سے خاصا ہوادار بنا لیا جاتا ہی، ہندوستان کے لوگوں کو جس شے کی زیادہ تکلیف ہوتی ہے، وہ یہان کے پاخانے ہین، مہترون کی قسم سے کوئی قوم یہان موجود نہین، نتیجہ یہ ہے کہ ہر مکان مین بہت گہرے سنڈاس، کنوین کی طرح گہرے بنے ہوئے ہین، انھین مین رفع حاجت کی جاتی ہے، اور ان کی عفونت مکان کے دوسرے حصون تک پھیلی رہتی ہے، زبان، موجودہ بگڑی ہوئی عربی ہی، جسے قرآن مجید کی عربی سے کوئی نسبت نہین، تاہم اردو بھی اچھی خاصی سمجھ لیجاتی ہی، اور محض اردودان بھی اپنا کام نکال ہی لیتے ہین، حاجیون کے ہجوم کے زمانے مین ہر ہر گھر مسافرخانہ بنا ہوا، ہزارہا غریب حاجی سڑکون پر اور گلیون پر پڑے ہوئے، مملکت آصفیہ حیدرآباد، ریاست بھوپال اور ریاست ٹونک کی طرف سے مکہ و مدینہ مین رباطین (قیامگاہین) بنی ہوئی ہین. اگر جدہ مین بھی ہندوستانیوں کے لئے دو ایک بڑی رباطین بنجائین، اور انتظام اچھے ہاتھون مین رہے، تو کم سے کم حاجیون کی ایک جماعت کو تو بڑی سہولت حاصل ہوجائے، آبادی مین ہندوستانیون کا عنصر بالکل غائب نہین، مہاجنی اور تجارت کے سلسلے مین صوبہ بمبئی خصوصاً علاقہ گجرات دکاٹھیاوار کے لوگ اکثر نظر آئے انگریزی قنصل خانہ مین نیز موٹر کمپنیون مین صوبہ پنجاب کی نمایندگی ممتاز ہی، جہازی کمپنیون کے دفتر مین بمبئی، بہار، اور اودھ کے چہرے اور قیافے نظر پڑے

جدہ، سرزمین عرب کا پھاٹک ہی، حکومتِ اسلام کا پہلا شہر ہے، بُرا یا بھلا جیسا بھی ہے، اپنا ہے، اور اپنوں اور اپنے والوں کی چاہت کسے نہیں ہوتی؟ لیکن ـــــ اے سب عزتوں کے مالک! ایک گستاخ مشتِ خاک کو یہ کہنے کی اجازت دے کہ ـــــ اب تو کسی کو بھی "اپنا" کہتے ہوئے دل لرزتا ہے، اور زبان ہچکچاتی ہے، خیر، قرطبہ، غرناطہ کو تو مدت ہوئی بھول چکے لیکن ابھی کل کی بات ہے، کہ بصرہ اپنا تھا بغداد اپنا تھا، حلب اپنا تھا، بیروت اپنا تھا، دمشق اپنا تھا، بیت المقدس اپنا تھا، قاہرہ اپنا تھا، استنبول اپنا تھا اور کچھ ہی قبل شاہجہاں آباد اپنا تھا، اکبرآباد اپنا تھا، لاہور اپنا تھا، ملتان اپنا تھا، لکھنؤ اپنا تھا، مرشد آباد اپنا تھا، عظیم آباد اپنا تھا، ڈھاکہ اپنا تھا، بیجاپور اپنا تھا، کرناٹک اپنا تھا، آج ان میں سے کوئی "اپنا" ہی؟ پھر جدہ غریب کی خیر کب تک منائی جا سکتی تھی! یاجوج کا پھریرا گو آج ضابطہ و رسم کے ساتھ وہاں نہ لہرا رہا ہو، لیکن بستی کے کوچے و بازار، در و دیوار سب یاجوج ہی کی عظمت کے نقیب بن چکے ہیں، دوکانوں میں مال ہے تو ولایتی، بازاروں میں سودا ہے تو ولایتی، مکانوں میں سامان ہے تو ولایتی، جسموں پر لباس ہے تو ولایتی، عقلیں مرعوب، قلب مفلوج! کوئی کس چیز سے دل کو سمجھائے، اور کیا کہکر اپنے کو دھوکا دے سرزمین اسلام کا اسلامی شہر، اور دل ترستا رہ گیا، کہ کسی محدث کی زیارت سے آنکھیں روشن ہوں، کسی بزرگ صاحبِ باطن کی نگاہِ کرم دل کو گرمائے، کسی فقیہ کے حلقۂ درس و افتا کی تازگی و شگفتگی تھکے ماندے مسافر کی خستگی و ماندگی کو دور کر دے! پر آہ، یہ کچھ بھی نہ ہوتا تھا! ہر تمنا ناکام، ہر آرزو منفعل

ہو کر رہتی تھی، سو ہو کر رہی، مسجد مین نماز کئی وقت پڑھی، پر شہر کے عمائد واکابر ایک وقت بھی مسجد کے اندر نہ دکھائی دیئے، اور دل نے تاسف کے ساتھ کہا کہ حضرت اکبر مرحوم کا تجربہ ع

"کونسل مین بہت سید مسجد مین فقط جمّن!"

صرف ھندوستان ہی تک محدود نہین، دریاے جمنا کا کنارہ ہو یا بحر احمر کا ساحل، آج مسجد کی آبادی جہان کہین بھی قایم ہے، میان جمّن ہی کے دم سے ہے!

Marfat.com

باب ۸

جدّہ ۔ راہ مدینہ

صالح بسیونی نے ہمین اپنے ذاتی مکان مین ٹھہرایا، یہان عموماً کئی کئی منزلون کے مکانون کا رواج ہی، یہ مکان بھی کئی منزل کا ہی، ہم لوگون کو جگہ دوسری منزل مین ملی، ہمین دو کمرے ہین، ایک بڑا اور ایک اوسط درجے کا، عورتون کو بڑے کمرہ مین کر دیا، چھوٹے کمرے کو مردانہ رکھا ہی، سامان زیادہ تر نیچے کی منزل مین رہنے دیا، سولہ آدمیون کے لئے دُو کمرون کی گنجایش ناکافی معلوم ہو رہی ہی، صحن نہ ہونے سے گرمی علی الخصوص محسوس ہو رہی ہی —— لیکن یہ بھی درحقیقت اللہ کی ناشکری ہی، سیکڑون ہزارون، اللہ کے بندے ایسے بھی ہین، جنھین اتنی جگہ کیا معنی، اس کی آدھی بلکہ چوتھائی بھی نصیب نہین، اور وہ صبر و شکر کے ساتھ، تیز دھوپ مین تپتی ہوئی زمین کے اوپر، سڑکون اور راستون مین، بستر جمائے بیٹھے ہین، وہ بھی آخر انسان ہی ہین، وہ بھی حاجی ہین، وہ بھی پردیسی ہین، وہ بھی اللہ ہی کی راہ مین گھر بار، عزیزون، دوستون کو چھوڑ کر نکلے ہین، اور ان مین سب کے سب مفلس اور کنگلے ہی نہین، کیا انھین آرام کی خواہش نہین؟ کیا انھین موسم کی سختیون کا احساس نہین ہوتا؟ —— جدّہ کا رقبہ کچھ بہت بڑا نہین، اس لئے مقابلتہ

Marfat.com

زیادہ دور دور نہین، جہان ہم ٹھہرے ہین، بازار یہان سے قریب ہین، ڈاکخانہ بھی زیادہ فاصلہ پر نہین، اور مسجد تو بالکل پڑوس ہی مین ہے، اتفاق سے آج ہی ہندوستان کی ڈاک روانہ ہونے کا دن ہی، خطوط لکھ کر ڈاک مین ڈالے نہین گئے، بلکہ پوسٹماسٹر صاحب کے ہاتھ مین دیدیئے گئے،

سامنے ایک لق و دق، شاندار و آراستہ عمارت کھڑی ہوئی ہی، معلوم ہوا کہ شیخ محمد نصیف صاحب کا مکان ہی، یہ یہان کے ایک امیر کبیر ہین، بمبئی سے ایک صاحب نے اپنی کسی ضرورت کے متعلق ایک خط اُن کے نام کا مجھے دیا تھا، اسے لیکر، مولانا مناظر احسن صاحب کے ہمراہ دوپہر کو ان کے ہان گیا، عربی وسعت اخلاق اور حجازی شان مسافر نوازی کے ساتھ پیش آئے، اردو نہین جانتے، صرف عربی مین گفتگو کرسکتے ہین، چنانچہ مولانا سے عربی ہی مین گفتگو ہوتی رہی، ایک عظیم الشان کتبخانے کے مالک ہین، بڑی بڑی الماریون مین نفاست وسلیقہ کے ساتھ کتابین سجی ہوئی اور گفتگو کے بعد معلوم ہوا، کہ کتابون کا ذخیرہ محض الماریون کی زینت کے لئے نہین بلکہ دل و دماغ مین بھی اپنا گھر بنا چکا ہی، ظہر کی نماز انھین کے مکان پر جماعت کے ساتھ نجدی امام کے پیچھے پڑھی، یہین ایک صاحب سے یہ کہکر ملایا گیا کہ وہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کے پوتے ہین، اور یہ بھی کہا گیا، کہ نجد کے مشاہیر علماء مین ہین مولانا مناظر نے ان سے کچھ سوالات کئے، جوابات اُس معیار پر نہ ملے جس کی توقع ایک صاحب نظر عالم سے ہوسکتی ہی، سنا ہے کہ سلطان ابن سعود جب جدہ آتے ہین، تو شیخ محمد نصیف ہی کے ہان فروکش ہوتے ہین، ۱۳۴۶ھ مین ہندوستان کا

Marfat.com

وفدِ خلافت جو سلطانی مہمان تھا، وہ بھی جدہ مین شیخ موصوف ہی کے ہان ٹھہرایا گیا تھا
بسیونی کے ہان، بند کمرون مین شب بسر کرنے مین دقت تھی، شب مین مین نے
اور مولٰنا مناظر صاحب نے شیخ موصوف سے اُن کے کھلے ہوئے ہوادار چبوترہ پر لیٹ
رہنے کی اجازت مانگی، شیخ نے اپنے لطف وکرم سے بمسرت تمام اجازت دیدی،
اور ہم دونون کی رات بڑے آرام سے اور شیخ کی شکر گذاری کیساتھ بسر ہوئی

جدہ اترتے ہی سفر مدینہ کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی، عمر بھائی جانذ
نے جدہ مین ہنڈیان ایک ہی نام کے دو ساہوکاردن شیخ جمال الدین
سیٹھ جمال الدین ٹینی کے نام کی دی تھین، دونون سے ملاقات ہوئی، اول
نے بڑی مستعدی اور مستعدی سے بھی بڑھکر ہمدردی و دلسوزی کے ساتھ سارا
کردیا، یہی نہین کہ رقم فوراً ادا کردی، بلکہ یہ صحیح وضروری مشورہ دیکر کہ اندرون
حجاز، انگریزی نوٹ اور روپیہ سے کہین بڑھکر انگریزی گنیان کام دیتی ہین
رقم کو نوٹ سے گنیون مین تبدیل کردیا، روپیہ ہاتھ مین آتے ہی چلنے کی فکر
ہوئی، جدہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اونٹ کے قافلے بھی چلتے ہین، اور
موٹر بھی کثرت سے چلنے لگے ہین، ہم لوگون نے موٹر ہی پر چلنا طے کیا، حجاز میں
قدم رکھتے ہی مسافر بالکل معلم یا اُن کے وکیل کے ہاتھ مین آجاتا ہے، اور بغیر ان کی
وساطت کے کسی سواری کے لئے معاملت نہین کرسکتا، وکیل صاحبون کے م
واغراض قدرۃً اس کے مقتضی ہوتے ہین، کہ جتنے دن بھی ممکن ہو حاجیو
کو جدہ مین پڑا رہنے دیا جائے، اور جب وہ سواری کے لئے تقاضا کرین، تو

Marfat.com

ٹال دیا جائے یہی صورت ہمارے ساتھ بھی پیش آنی شروع ہوئی،

جدہ میں منشی احسان اللہ صاحب (نائب قنصل برائے حجاج ہند) کی ذات ہندوستانی حاجیوں کے حق میں بڑی کارآمد ہے، جہاز پر ان سے تعارف ہو چکا تھا، سہ پہر کو ان سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی، اخلاق و محبت سے پیش آئے ہمارے وکیل صاحب کو مہمانوں کی کثرت و ہجوم کی بنا پر ہم لوگوں کی جانب توجہ کرنے کی فرصت کم ملتی تھی، اور سواری کے جلد بہم پہنچنے کی طرف سے تو انھوں نے بالکل قطعاً مایوس کر دیا تھا، منشی صاحب سے جب ملاقات ہوئی اور ان چیزوں کا تذکرہ آیا، تو انھوں نے ٹیلیفون دیکر وکیل صاحب کو فوراً طلب کیا، وکیل صاحب کا اخلاق اسی لمحہ سے بدل گیا، اب ہم لوگوں پر توجہ کرنے کی فرصت بھی انھیں زائد تھی، اور سواری کے لئے بھی وعدہ ہو گیا کہ کل ملجائیگی، جدہ میں حکومت حجاز کی طرف سے جو حاکم اعلیٰ رہتے ہیں، انکا اسم شریف حاجی عبد اللہ رضا زینل ہے جدہ میں ٹرنر مارسین کمپنی کے ایجنٹ بھی یہی ہیں، بڑے متمول تاجروں میں انکا شمار ہے، بمبئی میں ان کے بھتیجے محمد علی زینل موتیوں کی تجارت لاکھوں روپیہ کی کرتے ہیں، انھوں نے ازراہ عنایت اپنے چچا صاحب کے نام ایک تعارف نامہ دیدیا تھا، سہ پہر کو منشی صاحب اپنے ہمراہ ان کے ہاں لے گئے، حج کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا، اور دلیل صاحبوں کو بدعنوانیوں پر سزائیں مل رہی تھیں، زینل صاحب کو دیکھا، سن سفید داڑھی، چہرہ شرافت و نورانیت کی ایک تصویر، بڑی خاطر سے پیش آئے، پوچھا کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہیں؟ جدہ بھر میں فصیح و پاکیزہ عربی بولتے

ہوئے صرف دو ہی صاحبون کو پایا، ایک شیخ نصیف کو، دوسرے حاجی عبداللہ زنیل کو۔ ورنہ اور تو ہر شخص کی زبان سے وہ زبان سنی، جسے خدا معلوم عربی کہا ہی کیون جاتا ہی! شام کے وقت منشی صاحب اپنے موٹر پر سمندر کے کنارے ہوا خوری کے لئے لے گئے، اور وہین نماز مغرب پڑھی، عشا کی نماز پڑوس کی مسجد مین آکر پڑھی۔

۹/ اپریل سہ شنبہ، وکیل صاحب نے آج موٹر دلا دینے کا وعدہ کر لیا تھا، لیکن یہ وعدہ اطمینان و اعتبار کے لئے کافی نہ تھا، اگر آج شام کو وہ انکار کر دیتے، تو اُنکا تو کوئی نقصان نہ ہوتا، لیکن ہم لوگون کا ایک دن خواہ مخواہ ضایع ہو جاتا، اور یہ کہ مدینہ طیبہ کی حاضری مین ایک دن کی تاخیر ہو جاتی، بلکہ وہان کی مدت مین بھی ایک دن گھٹ جاتا، وکیل صاحب کے لئے ہماری التجائین اور درخواستے قطعاً غیر موثر تھین، آج صبح مین مولانا مناظر احسن کے ہمراہ شیخ عبدالرحمن محمد الفضل سے ملا، جو بمبئی کے عبداللہ الفضل کے حقیقی بھائی ہین، اور جدہ کے مشاہیر اور سلطان کے حاشیہ نشینون مین ہین، یہ بہت خوب شخص نکلے، خلافت کمیٹی، علی برادران، خدام الحرمین، اور ہندوستان کے اور بہت سے مسائل پر آزادی و بے تکلفی سے باتین کرتے رہے، شرکۃ حرمین کے نام سے ایک موٹر کمپنی اُنکی ہے، سفر مدینہ کی عجلت ہم لوگون مین دیکھ کر اُنھون نے پورا اطمینان دلایا کہ وکیل پر تاکید کر کے آج ہی لاری کا انتظام کر دیا جائیگا، اور شام تک روانہ ہو جائیگا، اس کے بعد وکیل صاحب کو بھی کوئی راہ گریز باقی نہ رہی اور آج شام کو روانگی طے پا گئی، موٹر کی سرکاری شرح آمد و رفت فی کس

بندرہ گنی تھی لیکن مختلف موٹر کمپنیون مین مقابلہ جاری تھا اس لئے ارزانی ہو کر فی کس دس گنی (تقریباً ۱۳۰ روپیہ انگریزی) کی شرح آمد و رفت رہ گئی تھی، مولوی شاہ لطف اللہ صاحب مونگیری کی پانچ آدمیون کی پارٹی بھی ہمارے ہی ہمراہ چلنے پر آمادہ ہوئی اس طرح کل ۲۱ آدمی ہوئے، دو موٹر لاریان تیرہ تیرہ نشستون کی کی گئین، اور الفضل صاحب کی عنایت سے ہمارے لئے مخصوص ہو گئین یعنی ۲۱ آدمیون کے ٹکٹ سے ۲۶ آدمیون کی جگہ مل گئی،

روانگی شام کو قرار پائی تھی عین مغرب کے وقت دونون لاریان دروازہ پر آکر لگ گئین، سب کے سوار ہونے، سامان لادنے، پوری پیشگی اجرت دیکر اُس کی رسید حاصل کرنے اور حکومت و بلدیہ کے دوسرے مراحل طے کرنے مین عشا کا وقت آگیا، اور عین اُس وقت جبکہ مسجدون مین عشا کی اذانین ہو رہی تھین ہمارا قافلہ شہر کے پھاٹک سے روانہ ہوا، جدہ سے مدینہ تک موٹر راستہ مین آرام لیتا ہوا اور سستاتا ہوا، ڈیڑھ دو دن مین پہونچتا ہے، اونٹون سے یہ فاصلہ دس دن مین طے ہوتا ہے، جابجا منزلین بنی ہوئی ہین، موٹر جہان عموماً ٹھہرتے ہین، اُن مین سے مشہور منزلین، طوال، قدیمہ، رابغ، مستورہ، بیر درویش، بیر حسان، مسجد ہین ہر منزل پر پانی، چائے، قہوہ کی دوکانین ہین، اکثر منزلون پر روٹی اور سکا ہوا یا اُبلی ہوئی مچھلیان مل جاتی ہین، مگر گوشت بدوی مذاق کا ہوتا ہے ... کے ذائقہ کا نہین ہوتا، گو بھوک کے وقت ہر شے اچھی معلوم ہوتی ہے، بعض منزلون مثلاً رابغ کا پانی بہت نفیس ہے، اور بعض مثلاً بیر حسان کا اس کے بالکل برعکس،

پیٹ کی آگ ہر جگہ بجھائی جا سکتی ہی، لیکن اگر زبان کا ذائقہ بھی مطلوب ہی تو ان منزلون کے کھانے کے بھروسے پر ہرگز نہ رہنا چاہیے، بلکہ اپنے مذاق و پسند کے مطابق کچھ ناشتہ ضرور ساتھ رکھنا چاہیے، بعض منزلون مین تربوز اور بعض مین کھجور بھی ملجاتے ہین، بڑی بڑی منزلون مین رات کو سونے یا دن کو لیٹنے بیٹھنے کے لئے بان کے اونچے اونچے تکیہ دار کھاٹ مناسب کرایہ پر مل جاتے ہین، گوشت کی بنی ہوئی چیزین تو گرم موسم مین زیادہ ٹھہر نہین سکتین، البتہ ستو بسکٹ مکھن، وغیرہ اگر اس سفر مین ساتھ رہین، تو کھانے کا مسئلہ بآسانی حل ہوتا رہتا ہی، سڑکین اچھی بری کیا معنی، کہنا چاہیے کہ سرے سے ہین ہی نہین، چلتے چلتے جو راستے بن گئے ہین، اُنھین کا نام سڑک رکھ لیا گیا ہی، حیرت ہے کہ سعودی حکومت جو موٹرون کی سرپرستی مین اتنی عالی ہمتی دکھا رہی ہی (شاید اس لئے کہ موٹر کمپنیون سے خوب بھاری بھاری ٹیکس وصول ہوتے رہتے ہین) سڑکون کی تعمیر کی طرف سے اس درجہ غافل و بے پروا ہے (شاید اس لئے کہ سڑک کوئی آمدنی کی مد نہین محض خرچ ہی خرچ کا کام ہی) حالانکہ بہتر سے بہتر سواری بھی بغیر اچھی سڑک کے بیکار رہی، راستہ کی اسی ابتری کا نتیجہ ہے، کہ سواری کی دو دو لاریون کے ساتھ، حوادث ناگہانی کے خطرہ سے ایک ایک خالی لاری بھی رکھی جاتی ہی، اور یہ خطرہ محض موہوم نہین، اکثر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہین خود ہمارے ساتھ جو لاری زنانہ قافلے کی تھی، دوپہر کے وقت ایک جگہ ریت مین دھنس گئی، اور کسی طرح نہ ہس سکی، مجبوراً سواریون کو اسی خالی لاری مین منتقل کرنا پڑا۔

موٹرین روانہ ہوئین اور شب کی تاریکیون مین سفر شروع ہوا، کس کا سفر؟ کہان کا شروع ہوا؟ ——— کون بتائے؟ کسکی زبان جواب دے؟ حاضری کی اجازت اُسے مرحمت ہو رہی ہی، جس کے نامۂ اعمال کی سیاہیان، شب تار کی تاریکیون سے بھی سیاہ ترہین! حضوری اُس کے آستانہ پر ہو رہی ہی، جو خود طارق بنکر رات کی تاریکیون کو منور کرنے آیا، جس کا ظہور اُس گھڑی ہوا جب دنیا پر تاریکیون اور سیاہیون کے ایک سے ایک گھرے پردہ پڑے ہوئے تھے، اور جو اپنے ہمراہ نور اور اجالا لیکر آیا ——— این! یہ دل کیون دھڑکتا جاتا ہی؟ یہ آنکھین کیون پرنم ہو رہی ہین،؟ یہ زبان کیون خشک ہوئی چلی جاتی ہی؟ سامنا اُس کا تو نہین جو انصاف کی میزان ہاتھ مین لئے بیٹھا ہے، جو دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ کرنیوالا ہی، حاضری تو اُس کے دربار کی ہے، جو ہمہ رحمت و ہمہ مرحمت ہے، جو بدکارون کی پردہ پوشی کرنے والا ہے، جس کا نام شفیع المذنبین ہی یعنی نیکون اور پاکون کا نہین گنہگارون کا نجات دلانے والا، تباہ کارون کا سہارا! یہ سب کچھ سہی، یہ سب صحیح، پر دل اب بھی اپنے قابو مین نہین نفس کی شرارتین، اندر کی خباثتین، قلب کی قساوتین، ایک ایک کرکے بے پردہ و بے نقاب سامنے آرہی ہین! اور ریا اور نفاق کا جامہ ہر ہر لحہ چاک ہو رہا ہی، جدہ سے نکلتے ہی ریت شروع ہو جاتی ہی راستہ کا بیشتر حصہ بالکل ریتلا ہے، اور جب مدینہ طیبہ کی مسافت بقدر ایک ثلث کے رہجاتی ہے، تو پہاڑیون کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہی، اور زمین بالکل پتریلی لگتی ہی ان ناہمواریون کا قدرتی نتیجہ یہ ہے، کہ لاریان گویا اچھلتی ہوئی چلتی ہین اور دھکے اور دھچکے قدم قدم پر لگتے رہتے ہین، ادھر دھچکا لگا، اور اُدھر زبان

Marfat.com

اعتراض پر کھلی! —— اے ریاکار، آج تیری اصلیت ظاہر ہو رہی ہے! اے منافق! اس وقت تیری کینچلی اتر رہی ہے! جب قوالی کی محفلوں مین شاعری کی دنیا مین، دشتِ یثرب مین ناقہ کے پیچھے دوڑتے رہنے کا، یا تلوؤن مین خاکِ صحرائے مدینہ کے چبھنے کا ذکر آتا تھا، تو تو خوب گردن ہلاتا تھا، اور بڑی مستی کا اظہار کیا کرتا تھا، اور ہمہ تن اشتیاق و تمنا بن جاتا تھا، پھر آج تو یہ منظر سامنے ہے، تصور و خیال مین نہین، مادی آنکھون کے روبرو ہے، اس خاک کا سرمہ آنکھون مین کیون نہین لگاتا؟ یہان کے کانٹون کو اپنے پیر دن مین کیون نہین چبھنے دیتا؟ اس دشت مین جیب و گریبان کی دھجیان اڑاتے ہوئے کیون نہین دوڑ لگاتا؟ محبت رسول صلعم کے زبانی دعوے بڑے بڑے تھے، دوستون اور معتقدون کے مجمع مین عشق سرکار مدینہ کی خوب خوب لاف زنی ہوتی تھی، آج سارے دعوون کی حقیقت کھل گئی! مرکز نور سے جون جون قرب حاصل ہوتا جاتا ہے، ہر شے کی اصلیت سے نقاب اٹھتا جا رہا ہے، اے نفس خبیث کے غلام، کیا تو یہ سمجھے ہوئے تھا، کہ تیری ریاکاری و نفاق پروری پر پردہ یون ہی پڑا رہنے دیا جائیگا،

ہماری طرح خدا معلوم کتنی اور موٹرین اور موٹر لاریان سواریون سے کھچا کھچ بھری ہوئی اس راستہ پر چل رہی ہین، ہزارہا انسان اونٹون کے قافلہ مین چلتے ہوئے مل رہے ہین، سیکڑون آدمی پیدل سفر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہین! ان مین عورتین بھی ہین اور مرد بھی، بوڑھے بھی ہین اور بچے بھی، غریب بھی ہین اور امیر بھی، بنگالی بھی ہین، اور پنجابی بھی، دکھنی بھی۔

Marfat.com

ہیں، اور گجراتی بھی، حجازی بھی ہیں، اور نجدی بھی، مصری بھی ہیں اور سوڈانی بھی، جاوی بھی ہیں اور چینی بھی، برہمی بھی ہیں اور بخاری بھی، افغانی بھی ہیں اور مراقشی بھی، یہ سب کے سب وطن اور عزیزانِ وطن کو چھوڑے ہوئے، تپتی ہوئی ریگ میں جلچلاتی ہوئی دھوپ میں، کشمیر اور شملہ کو چھوڑ کر، سبزہ زاروں اور آبشاروں کو بھلا کر، بھوک اور پیاس کی مشقتیں جھیلتے، اور گرد و غبار میں غسل کرتے ہوئے کہاں کو چل رہے ہیں، ؟ رامپور کے حاتمِ وقت رئیس، کلب علیخان کو کس راستہ کی خاک چھاننے پر فخر تھا، ؟ بھوپال کی اہلِ دل فرمانروا، سلطان جہاں بیگم کو کس کے آستانہ کی گدائی پر ناز رہا ہے؟ مملکت آصفیہ کے تاجدار، میر عثمان علیخان نامدار کے دل کو کس کے کوچہ کی آرزوے جاروب کشی تڑپائے ہوئے ہے، ؟ محمدؐ کے نام سے، ابوجہل، اور اور ابولہب کی طرح جلنے والے محمدؐ کی عظمت کو علمی "توجیہات و تاویلات" کر کر کے دلوں سے گھٹانے والے محمدؐ کی سیرت پاک کو اپنی ناپاکیوں اور گندگیوں پر قیاس کر کے مسخ کر کر کے پیش کرنے والے، آج کاش اپنے اپنے مٹی کے گھروندوں سے باہر نکلکر دیکھیں، کہ اس دورِ یاجوجیت، اس غلبۂ دجّالیت کے باوجود دنیا کی کسی یونیورسٹی اور کسی کالج میں، کسی جامعہ اور کسی اکاڈمی میں، کسی کتبخانہ اور کسی تجربہ گاہ میں کسی "ماہرِ فن" کے لکچر روم میں، کسی "پروفیسر" کے حلقۂ درس میں وہ کشش اور دلکشی وہ قوتِ جذب ہے، جو اس مقام میں ہے جہاں اُس امی کا جسدِ ظاہری آرام فرما ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا (احمد) تھا، اور جسے اس ... سب "تعریف کیا گیا" (محمدؐ) کہکر پکارا؟

Marfat.com

باب ۹

مدینہ

بوے یار مہربانم می رسد　　بوے جانان سوے جانم میرسد
بازآمد آبِ ما در جوے ما　　بازآمد شاہِ ما در کوے ما

۱۱ اپریل ۱۹۲۹ء پنجشنبہ، یکم ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ، آج کی صبح کتنی مبارک صبح ہے۔ آج کے دن زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا ہونے کو ہی! آج ذرہ آفتاب بن رہا ہے، آج بھاگا ہوا غلام اپنے آقا و مولا کے دربار مین حاضر ہورہا ہی، آج گنہگار امتی کو شفیع اور شفیق رسول صلعم کے آستانہ پر سلام کی عزت حاصل ہو رہی ہے! ہندوستان کی عورتین ذیقعدہ کو "خالی" کا مہینہ کہتی ہین، پر جس کے نصیب مین اسی "خالی" مہینہ مین اس دولت سے مالا مال ہونا مقدر ہوچکا ہو، وہ اس مہینہ کو کیا کہکر پکارے؟ "جمعرات" کو شاید قافیہ کی رعایت سے "پیرون کی کرامات" کہتے ہین، ہر جمعرات ایسی ہوتی ہو گی، لیکن جس جمعرات کو کسی کی قسمت مین یہ کرامت لکھی ہو، اس کا تو جی مین آتا ہی، کہ پیرون اور بزرگون کی نہین تباہ کارون اور سیاہ کارون کی کرامات، نام رکھئے!

عاذلا چند این صداع و ماجرا　　پندکم دہ بعد ازین دیوانہ را

غیر جید آن نگار مقبلم، گر دو صد زنجیر آری بگسلم،
وقت آن آمد کہ من عریان شوم جسم بگذارم سراسر جان شوم

شب، منزل بیرحسان مین گزاری تھی، صبح سویرے روانہ ہوئے، اور
سات بجے مسجد مین دم لیا، سرزمین طیبہ کے انوار و آثار صبح ہی سے شروع ہوگئے
روحانی انوار تو خیر جس کسی کو نظر آتے ہونگے، اُس کے لئے ہین، باقی مادی فضا
کی خوش آیند تبدیلیان تو ہم بے بصرون کو بھی محسوس ہو رہی تھین، خوش عقیدگی
کا سوال نہین، محض ثبات حواس و ادراک کی ضرورت ہی، ۹ بجے کھڑے کھڑے
چند منٹ کے لئے ایک اور منزل پڑے، اس کا نام اس وقت یاد نہین آتا، یہ
آخری منزل ہے، اس کے بعد کوئی اور منزل نہین، صرف منزلِ مقصود ہی
اب گویا نواحِ مدینہ شروع ہوا، کھجور نہایت شاداب و شیرین سامنے رکھے ہوئے
ہوا لطیف و خوشگوار، فضا خوش منظر، سبزی جو راستہ بھر کہین نہین نظر آتی تھی
اب ہر طرف دکھائی دے رہی ہی، ریت کے میدان اور ریگستان کے بجائے
اب ہر طرف پہاڑیون کا سلسلہ، سڑک اتنی ہموار و نفیس، کہ معلوم ہوتا ہی عرب
مین نہین، ہندوستان مین سفر کر رہے ہین، دس بجے سوا دس بجے، ساڑھے دس بجے
اُدھر وقت کی گھڑیان گذر رہی ہین، اور اِدھر دلون کا شوق و اشتیاق
کہ ہر ہر منٹ، ہر ہر سیکنڈ بڑھتا جا رہا ہی، کسی کے ہاتھ مین مناسک و آداب زیارت
کے رسالے ہین، وہ اُنھین دیکھ دیکھ کر دعائین یاد کر رہا ہی، اور کوئی خالی درود
شریف کا ورد کئے جا رہا ہی، ہر قلب اپنے اپنے حال مین گرفتار، ہر دل اپنی اپنی

Marfat.com

جا، مضطر و بیقرار، کسی کی آنکھیں اشکبار، اور کسی کا دماغ نشۂ لذت و فرحت سے سرشار! اپنی اپنی نسبتیں اور اپنا اپنا اعتبار!

سارا قافلہ ذوق و شوق کی تصویر، اور تو اور نجدی شوفر تک چند لمحوں کے لئے بجائے "نجدی" کے "وجدی" بنا ہوا، مولانا مناظر فرطِ گریہ سے بیتاب ضبط و احتیاط کے باوجود بھی چیخ نکل جانے پر مجبور، ایک سرگشتہ و دیوانہ عقل سے دور، علم سے بیگانہ، نہ گریاں نہ شاداں، نہ اپنی حضوری کی خوش بختی پر خوش، اور نہ اپنی تباہ کاریوں کی یاد پر مغموم، محض اس الجھن میں گرفتار، کہ یا الٰہی یہ بیداری ہے یا خواب! کہاں یہ ارض پاک، اور کہاں یہ بے مایہ مشتِ خاک، کہاں مدینہ کی سرزمین، اور کہاں اس ننگِ خلایق کی جبین! کہاں سید الانبیاء کا آستانہ، اور کہاں اس روسیاہ کا سر دشانہ! کہاں وہ پاک سرزمین کہ اگر اس پر قدسیوں کو بھی چلنا نصیب ہو، تو ان کے فخر و شرف کا نصیبا جاگ جائے، اور کہاں ایک آوارہ و ناکارہ بے تکلف اُسے پامال کرنے کی جرأت کر بیٹھے! عراقی نے کہا تھا، کہ ناپاک کے سجدہ کرنے سے زمین فرطِ اذیت سے چیخ اُٹھتی ہے، ؎

بہ زمین چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد
تو مرا خراب کردی بہ این سجدۂ ریائی

لیکن جب ریاکار کے سجدے سے ہر معمولی اور عام خطۂ زمین یہ ایذا محسوس کرتا ہے، تو پھر ایک ریاکار کے بارِ قدم سے اس عظمت و تقدس والی سرزمین کے

Marfat.com

جگر و سینہ پر کیا گذر گئی ہو گی!

عزیزو اور بزرگو! یہ شاعری نہیں، وہم و تخیل کی کرشمہ سازی نہیں، ابوداؤد اور صحیح مسلم میں حضرت حذیفہؓ کی زبانی بیان ہی کہ میں راستہ میں جا رہا تھا، اور مجھے غسل کی حاجت تھی، کہ سامنے سے رسول اللہ صلعم تشریف لاتے ہوئے ملے، اور میری طرف بڑھے (فاھوی الیہ) لیکن میں الگ ہٹ گیا (فحاد عنہ) اور اس کے بعد غسل سے فراغت کرکے جب خدمت والا میں حاضر ہوا ہوں، تو میں نے عرض کیا، کہ اُس وقت میں پاک حالت میں نہ تھا، اور اسی طرح اس نامور آقا کے ایک دوسرے نامور خادم ابوہریرہؓ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک روز رسول اللہ صلعم راستہ میں مل گئے، اور مجھے اس وقت غسل کی حاجت تھی، میں الگ ہٹ گیا، اور غسل کرنے کے بعد مجلس مبارک میں حاضر ہوا! اللہ اللہ! یہ احتیاط کون لوگ کر رہے ہیں؟ حذیفہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جو پاکوں کے سردار کے فیض صحبت سے خود پاک و پاکیزہ بن چکے ہیں! اور جو خود اس درجہ پر پہونچ چکے ہیں، کہ انکا سایہ ناپاکوں کو پاک بنا دینے کے لئے کافی ہے! رسول خدا صلعم از خود ان کی جانب التفات فرماتے ہیں، اور بڑھکر ملنا چاہتے ہیں لیکن اُدھر یہ حالت ہے کہ بجائے سر کے بل دوڑنے کے اُلٹے پاؤں واپسی اور علیحدگی اور کنارہ کشی ہوتی ہی، اور رسول کریمؐ کی ناراضی کا خطرہ قبول کر لیا جاتا ہی لیکن یہ گوارا نہیں ہوتا، کہ اپنی عارضی ناپاکی کو اس سراپائے نور کے مقابل لایا جائے جو ہمہ لطافت اور ہمہ نظافت ہی! جب

حذیفہؓ اور ابو ہریرہؓ کا ایک عارضی اور وقتی ناپاکی کی بنا پر یہ حال ہوا یہ احساس ہو تو اے دین متین کے حاملو، اور اے شریعت اسلامیہ کے مفتیو! اُس کے متعلق کیا فتویٰ دو گے جس کی گندگی عارضی نہیں دائمی ہے، وقتی نہیں مستقل ہے، جسم کے اوپر نہیں، روح کے اندر رہے، ظاہر میں نہیں، باطن میں ہے، پانی کے چند لوٹوں سے ڈھل جانیوالی نہیں دریاؤں اور سمندروں میں غوطہ کھا کر بھی جوں کی توں رہجانیوالی ہے!

ادب کا تقاضا، کہ شہر کچھ دور باقی رہے، کہ سواری سے اتر کر پیدل چلئے شوق دل کا فتویٰ، کہ ضروریات سے فارغ ہو کر، نہا دھو کر، سفر کے گرد آلود کپڑوں کی جگہ کپڑے بدل کر شہر کے اندر قدم رکھئے لیکن سواری اپنے اختیار کی نہیں، موٹر کے شوفروں کی ہر طرح خاطر مدارات کی، کہ کسی طرح مان جائیں، لیکن جواب یہی ملتا رہا کہ حکومت کے قانون اور سرکار کے ضابطہ سے مجبوری ہے، جو جگہ موٹروں کے ٹھہرنے اور مسافروں کے اترنے کی مقرر ہے، ٹھیک وہیں پہونچکر موٹر رکے گا، نہ اُس سے چار گز ادھر، نہ چار گز اُدھر! لیجئے، بات کہتے کہتے گیارہ بج گئے، اور سوادِ شہر نظر آنے لگا! شوفر نے پکار کر کہا "مدینہ! مدینہ!" اور سرسبز درخت اور شہر کی عمارتیں دھندلی دھندلی دکھائی دینے لگیں

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است　　اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ ست　　آبروے ما ز نامِ مصطفےٰ ست

اللّٰھم ھذا حرم نبیک فاجعلہ لی وقایۃ من النار و امانا من العذاب و سوء الحساب، اب موٹر قدم قدم پر رکنے شروع ہوئے، کہیں سرکاری کارندے اور پیام

Marfat.com

شوقوں سے سوال وجواب کر رہے ہیں، اور کہیں مزوروں کی جماعت اہل قافلہ کو سوالوں کی بھرمار کر رہی ہے!

"کس شہر سے آرہے ہو؟" "کتنے آدمی ہو؟" "کس رباط میں ٹھہروگے؟" اس قسم کے سوالات کے مسلسل جوابات دیتے ہوئے ٹھیک دوپہر کے وقت کہ ہندوستان کے حساب سے بارہ بجے تھے، اور عربی گھڑیوں میں چھ بجے کا وقت تھا فصیل شہر کے اندر داخل ہوئے، اور اور موٹر ریلوے اسٹیشن کے سامنے والے میدان میں اپنے اڈے پر پہونچکر رُک گئے۔ یہ اسٹیشن وہی ہے، جو مشہور حجاز ریلوے کے سلسلہ میں، ترکوں کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا، عمارت نہایت وسیع اور عالیشان ہے، شام سے اس زمانہ میں ریلوں کی آمد ورفت شروع بھی ہو گئی تھی، ریل کی پٹریاں اب تک بچھی ہوئی ہیں، اور انجن اور گاڑیاں ابتک کھڑی ہوئی ہیں، یہ ریل اس پیمانہ کی تھی، جسے ہندوستان میں "چھوٹی لین" کہتے ہیں۔ بسم اللہ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللھم ھذا حرم رسولک فاجعل لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب سوء الحساب اللھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسولک صلی اللہ علیہ وسلم ما رزقت اولیائک واھل طاعتک وانقذنی من النار واغفر لی وارحمنی یاخیر مسئول! اسٹیشن مسجد نبوی سے کوئی میل بھر کے فاصلہ پر ہوگا، یہیں ترکوں کی بنائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے، جسکی سمت قبلہ کہا جاتا ہے کہ بہت غلط واقع ہوئی ہے، اور اس لئے جماعت میں صفیں ترچھی کھڑی ہوتی ہیں، سامان اٹھانے کے لئے مزدور بکثرت مل جاتے ہیں،

ضعیفون عورتون، بچون، اور ناتوانون کے لئے، حیدرآبادی جھٹکے کی قسم کی سواریان بھی ملجاتی ہین جنھین یہان کی زبان مین اعرابیان کہتے ہین، مزدور ہون یا سواریان سب کی اجرتین پہلے سے چکا کرطے کرلینا ضروری ہو، ورنہ بعد کو خواہ مخواہ بدمزگی واقع ہوتی ہے، اور جو مقام شکستگی و افتقار کا ہے، وہان خواہ مخواہ زبان بدزبانی پر کھلتی ہو،

مکہ کے معلّمون کی طرح، مدینہ مین بھی ایک پیشہ ور جماعت موجود ہے، جسکا کام زائرون کے قیام کا بندوبست کرنا، اور اُنھین آداب زیارت تلقین کرنا ہو، یہ لوگ مزوّر کہلاتے ہین، ہندوستان کا ایک ایک شہر ہر ہر مزوّر کے حصہ مین تقسیم ہو، اسی شہر مین داخل ہونے سے پہلے ہی یہ سوال کرلیا جاتا ہو، کہ "کس شہر سے آتے ہو" خود مزوّرین تو بہت کم آتے ہین، البتہ اُن کے کارندے اور ملازمین لازمی طور پر ہر قافلہ کو ملتے ہین، اور جو قافلہ جس شہر کا ہوتا ہو، اس کے قیام کا ذمہ دار اُس شہر کا مزوّر ہوجاتا ہو، زائرون اور مسافرون کے لئے عام طریقہ یہی ہو، ان کے علاوہ ہندوستان کے بعض صاحب خیر ہستیون کی طرف سے رباطین بھی قایم ہین مثلاً رباط ٹونک، رباط بھوپال، رباط حیدرآباد، رباط ٹونک تک پہونچنا نہین ہوا لیکن اسکی تعریف سننے مین آئی، رباط بھوپال، حرم سے نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہے، اور عمارت گو بہت زیادہ وسیع نہین، تاہم اچھی حالت مین ہو، اور تھوڑے سے آدمی اسمین پوری آسایش کے ساتھ رہ سکتے ہین، حیدرآباد کی طرف سے کم سے کم دو عمارتین ہین، ایک رباط حسین بی کہلاتی ہو، اور دوسری کو مکان حسین بی

Marfat.com

کہتے ہین، اور شاید ان کے علاوہ بھی کوئی عمارت ہی حسین بی کا مکان گو مختصر ہے لیکن اچھی حالت مین ہے، حسین بی کی رباط گو بہت وسیع اور چو منزلی عمارت ہے، لیکن بہت بوسیدہ اور مرمت طلب حالت مین ہے، ان حیدرآبادی عمارتون کے مہتم شیخ جعفر داغستانی، ایک معقول و خوش اخلاق شخص ہین، جو مزدوری بھی کرتے ہین، ہم سب لوگون کے ٹھہرنے کا انتظام، ریاست حیدرآباد کی طرف سے انھین سرکاری عمارتون مین ہو گیا تھا، اور ان داغستانی صاحب کے نام تعارف نامہ بھی اختر یار جنگ بہادر معتمد امور مذہبی مملکت آصفیہ نے دیدیا تھا،

بزرگون نے افضل اور مستحب اسکو بتایا ہے، کہ مدینہ طیبہ پہونچتے ہی سب سے پہلے ہی روضۂ اقدس پر حاضری دیجائے، لیکن ایسے نصیب صرف خوش نصیبون ہی کے ہو سکتے ہین، یہان اکیس۲۱ آدمیون کا قافلہ ہمراہ تھا، جس مین اچھی خاصی تعداد بوڑھے مردون اور بوڑھی عورتون کی تھی، سب سے پہلی فکر قدرۃً ان کے ٹھہرانے اور سامان کے ٹھکانے لگانے کی ہوئی، موٹر سے اتر کر سامنے والی مسجد مین چار چار رکعتین نفل کی پڑھین اور سامان اعرابیون پر لادکر ہم لوگ پا پیادہ روانہ ہوئے، مقام کی اجنبیت زبان کی اجنبیت، راستہ کی ناواقفیت بہرحال کچھ دیر کے بعد پتہ لگاتے لگاتے مکان حسین بی تک پہونچے، داغستانی صاحب معلوم ہوا کہ نماز ظہر پڑھنے حرم گئے ہوئے ہین، اور ابھی واپس نہین ہوئے ہین، وہ خدا معلوم کتنی دیر مین واپس ہون؟ عورتون کو اتنی دیر کہان بٹھایا جائے؟ خود اتنی دیر تک، عرب کی اس تیز و شدید دھوپ مین ٹھیک دوپہر کے وقت کہان بیٹھکر انتظار کیا جائے؟ یہی سوالات پیش نظر تھے کہ مکان کے کوٹھے

سے ایک صاحب نے میرا نام لیکر پکارا، حیرت ہوئی کہ یہان یہ کون شناسا نکل آئے، اتنے مین وہ صاحب اتر کر نیچے آئے، تو معلوم ہوا کہ منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی (ڈپٹی مجسٹریٹ و ڈسٹرکٹ جج پنچ چھاؤنی) ہین جو کئی ماہ قبل سے یہان مقیم ہین، اسوقت انکا ملنا نعمتِ غیر مترقبہ تھا، خود مہمان تھے، مگر ہمارے میزبان بن گئے، منشی صاحب اردو کے ایک ممتاز ادیب اور اہلِ قلم ہین، اور متعدد ادبی کتابون کے مصنف، لیکن یہ کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ محض "اہلِ قلم" نہین "اہلِ دل" بھی ہین، تھوڑی دیر مین صوبہ بہار کے ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب سے بھی ملاقات ہوگئی، جو ریاست حیدرآباد کی طرف سے دو سال سے خدمتِ حجاج کیلئے حجاز آرہے ہین، انکی وسعتِ اخلاق نے ثابت کر دیا کہ مسافر نوازی مین صوبہ بہار کا قدم، صوبہ اودھ سے کچھ پیچھے نہین، اتنے مین وہ بھی آگئے، مولوی لطف اللہ صاحب مونگیری کا پانچ آدمیون کا قافلہ اسی مکان مین رہگیا، اور ہم سولہ آدمی رباط حسین ہی مین منتقل ہوگئے،

اس سارے اہتمام و انتظام مین ظہر کا وقت تو جا ہی چکا تھا عصر کا بھی اول وقت چلا گیا، اور یہ دونون نمازین بجائے حرم شریف مین پڑھنے کے گھر ہی مین پڑھین اب ڈر ہوا کہ کہین خدانخواستہ مغرب کا وقت بھی نہ چلا جائے، جلدی جلدی حجامت بنوائی، غسل کیا، کپڑے بدلے، اور حرم شریف کی حاضری کی فکر ہوئی، جسم ان تیاریون مین مصروف، لیکن دل کس حالت مین؟ آدابِ زیارت کے جتنے رسالے نظر سے گذرے، یہ سب مین لکھا ہوا ملا کہ غسل کرے، خوشبو لگائے، کپڑے نئے پہنے، لیکن یہ کوئی نہین بتاتا کہ دل کو کیونکر قابو مین کیا جائے؟ اس وقت اپنے دل کا کیا حال ہونا ہے

Marfat.com

خوش ہو رہا ہی؟ مغموم ہی؟ حیرت طاری ہی؟ ہیبت سے دھڑک رہا ہی؟ شوق سے اچھل رہا ہی؟ آخر کیا ہی؟ —— کون تبلائے؟ اور تبلانے کے لئے الفاظ کہان سے لائے؟ زبان، گوشت اور پوست کی بنی ہوئی زبان، زبان گفتگو کی ترجمانی کر سکتی ہی؛ لیکن دل کی ترجمانی کیلئے تو دل ہی کی زبان چاہئے کاغذ کے نقوش اور سیاہی کے حروف مین خدارا کیونکر منتقل کیا جائے، ع

کوئی تبلاؤ کہ ہم تبلائین کیا؟

Marfat.com

باب ۱۰

آستانۂ نبوت

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ یہ کسی فقیہ کا اجتہاد نہین جس پر ردّ وقدح کی گنجایش ہو کسی بزرگ کا کشف نہین، جسمین غلطی اور دھوکے کا احتمال ہو، کوئی روایت حدیث نہین، جس کے اسناد مین گفتگو ہوسکے، خداے پاک کے کلام کی ایک آیت ہے، ارشاد ہوتا ہے، کہ" ان لوگون نے جس وقت اپنے اوپر ظلم کئے تھے اے پیغمبر اگر تمہارے پاس آگئے ہوتے، اور اللہ سے اپنے قصور کی معافی چاہتے، اور رسولؐ بھی اُنکے حق مین معافی چاہتے، تو پاتے اللہ کو معاف کرنے والا مہربان" گویا گناہگارون اور تباہ کارون کو یہ حکم ملا ہے، کہ اپنے پروردگار سے معافی طلب کرین، لیکن تنہا اپنے گھرون پر بیٹھے ہوئے نہین بلکہ رسولؐ کی خدمت مین حاضر ہوکر، اور اُن سے بھی اپنے حق مین دعا کراکر، ظاہر ہے کہ حکم کا براہ راست تعلق کسی ایسے گروہ سے ہے، جو حضور انورؐ کے زمانہ مین موجود تھا، خوش نصیب تھے وہ افراد جنھین اس حکم پر عمل کی توفیق نصیب ہوئی، جو رسولؐ کی خدمت مین حاضر ہوئے، جنھون نے اللہ سے گڑگڑا گڑگڑا کر معافی مانگی، اور رسولؐ نے جن کے حق مین سفارش فرمائی، لیکن آج اس چودھوین صدی مین امت کا کوئی فاسق

Marfat.com

فاجر، بدعمل و نامہ سیاہ، اگر حکم "جاؤک" کی تعمیل کرنا چاہے، تو کیا اس کے لئے، اِس سعادت و ہدایت کا دروازہ، خدانخواستہ، قیامت تک کے لئے بالکل بند ہو چکا ہے؟ اور اسکی قسمت مین بجز محرومی و مایوسی کے اور کچھ نہین؟

موسمِ گل جب چمن سے رخصت ہو چکتا ہے، اور کوئی بوئے گل کا متوالا آ نکلتا ہے، تو عرقِ گلاب کے شیشون اور قرابون کو غنیمت سمجھتا ہے، پھر اگر آج کوئی بوئے حبیب کا متوالا، حکمِ جاؤک کی تعمیل مین، اپنے کو ہزارون میل کے فاصلہ سے دیارِ حبیب تک پہونچاتا ہے اور اپنے مظالمِ نفس کی تلافی و عذر خواہی کے لئے اپنے ایمان اور اپنی بیعت کی تجدید کیلئے اپنی تباہ کاریون پر پشیمانی و اشک افشانی کے لئے، حبیب تک نہ سہی، آستانِ حبیب تک گرتا پڑتا جا پہونچتا ہے، تو کیا اُس پر "بدعت" و "شرک" کا فتویٰ لگایا جائیگا؟ جہان اللہ کے اس سب سے بڑے پرستار نے نمازون پر نمازین پڑھین، اور آخری نمازین پڑھین جہان عبد و معبود کے راز و نیاز، حیاتِ ناسوتی کی آخری سانس تک جاری رہے، جہان ہیبت و خشیت سے لرزتے ہوئے گھٹنے خدا معلوم کتنی بار رکوع مین جھکے، جہان ذوق و شوق سے دمکتی ہوئی پیشانی بارہا سجدہ مین گری، جہان امت کے گنہگارون اور سیہ کارون کے حق مین درد بھری دعاؤن کے لئے ہاتھ اٹھے اور لب ہلے، جہان ٹوٹی ہوئی آس والون کی بیشمار مرتبہ تشفی کرائی گئی، جہان آج وہ جسدِ اطہر آرام [illegible] ہے، جس کے طفیل مین عرش بھی وجود مین آیا، اور کرسی بھی، کوثر بھی اور [illegible] بھی — اس عظمت و جلالت والی اس برکت اور نورانیت والی زمین پر، مقدس مکین کے مقدس مکان پر بھی جبینِ نیاز کو خم کرنا، اگر "شرک" ہے "بدعت" ہے، تو خدا معلوم کسی

مقام اور کسی مکان پر بھی حاضر ہونا کسی آئینِ "توحید" و "سنت" کے مطابق ہو سکتا ہے؟

حافظ ابن کثیر دمشقیؒ تیرہویں اور چودھویں صدی کے "مبتدع" نہ تھے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی کے محدث تھے اپنی تفسیر میں (اس تفسیر میں جو ایکبار ہندوستان کے مشہور "موحد" نواب صدیق حسن خان مرحوم کی تفسیر کے ساتھ شائع ہوئی تھی اور اب نجد و حجاز کے مشہور "موحد" سردار سلطان ابن سعود کے حکم سے شائع ہوئی ہے) عتبیؒ کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ میں رسولؐ کی تربت مبارک کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما" پس میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اپنے گناہوں پر مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے پروردگار کے حضور میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں" اس کے بعد نعت میں دو شعر پڑھے عتبیؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اعرابی تو وہاں سے ہٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی خواب میں مجھے رسول اللہ صلعم کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جا کر اعرابی سے جا کر مل اور اسے بشارت پہونچا دے کہ اللہ نے اسکی مغفرت کر دی۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ مطبوعہ المنار مصر ۱۳۴۳ھ) اور اسی سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت ابو حیان اندلسی نے بھی اپنی تفسیر بحر المحیط میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے نقل کی ہے (جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ) یہ روایات اپنی جزئیات و تفصیلات میں صحیح ہوں یا نہ ہوں لیکن اتنا تو بہر حال نکلتا ہے کہ یہ "خوش عقیدگی" کوئی آج کی بدعت نہیں ہے بلکہ صدیوں پیشتر کے "موحدین" بھی اس مرض میں مبتلا

رہ چکے ہیں!

اس کے بعد اب اس بحث میں کیوں الجھئے کہ نیت روضۂ اقدس کی زیارت کی رکھنی چاہیے یا مسجد نبوی کی؟ انسان کی جدال پسند فطرت ہر سیدھی بات کو ٹیڑھی بنا دیتی ہے صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ مقصود خود حضور انور کی زیارت ہونی چاہیے ظاہر ہے کہ اب مادی آنکھوں سے اس کا امکان نہیں اس لئے مکان کے جس حصہ کو مکین سے جس قدر زیادہ تعلق جس قدر زیادہ نسبت جس قدر زیادہ قرب ہوگا اسی قدر اس کی زیارت اہم تر و محبوب تر ہوگی۔ حجرہ عائشہ صدیقہؓ ہو یا مصلے و منبر جس شے کو بھی امتیاز و افتخار حاصل ہوا اسی بنا پر حاصل ہوا کہ حضورؐ کی ذات سے اس کا تعلق تھا، اس میں نہ کسی کو نزاع ہے اور نہ کوئی وجہ نزاع ہے۔ اس کے آگے جو کچھ اختلاف ہے وہ کسی اصول یا عقیدہ کا اختلاف نہیں اپنے اپنے ذوق و طبیعت کا اختلاف ہے بعض کی نظر میں ان ٹکڑوں کی عظمت و تقدیس بڑھ گئی جو سید الانبیاء صلعم کے رکوع و سجود کیلئے مخصوص تھے اور اس لئے انھوں نے نیت زیارت میں مسجد نبوی کے احترام کو سب پر مقدم و بالا رکھا، اور بعض نے یہ خیال کیا کہ وہ شہیدوں اور صدیقوں کا سردار جب اپنی حیات طیبہ کے ساتھ اس وقت بھی زندہ و قائم ہے تو قدرۃً سب سے زیادہ شرف و احترام مٹی کی اس ڈھیر کو حاصل ہے جس کے اندر جسد اطہر آرام فرما ہے، اور اس لئے سفر کا اصلی مقصود اسی تربت پاک ہی کی زیارت رہے تو بہتر ہے۔ اور [illegible] نے غایت انصاف و اصابت رائے کے ساتھ یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ زیارت تربت مبارک کے ساتھ ہی ساتھ زیارت مسجد نبوی کی نیت کو بھی جمع کر لیا جائے۔

Marfat.com

قبر شریف کی زیارت مستحب، بلکہ بقول بعض علما | وزیارۃ قبر الشریف مندوبۃ بل
کے واجب ہی جسکو استطاعت ہو....... | قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ.........
اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہئے کہ | ...... ولینو معہ زیارۃ مسجدہ
مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرلے، | الشریف (درمختار) فاذا نوی زیارۃ
| القبر فلینو معہ زیارۃ مسجد رسول اللہ
| صلعم (عالمگیری)

مسجد نبویؐ اور روضۂ مبارک الگ الگ عمارتون کے نام نہین، اور ایک دوسرے سے جدا نہین مسجد کی عمارت بہت وسیع، شاندار، اور اس سے بھی کہین بڑھکر حسین وجمیل ہی، اس سے بڑی بعض مسجدین ہندوستان کے اندر موجود ہین، اور دوسرے ملکون مین بھی یقیناً ہونگی لیکن حسن وجمال کے لحاظ سے خوبی ومحبوبی کے لحاظ سے، زیبائی ودلکشی کے لحاظ سے پردۂ زمین پر اس مسجد کا جواب نہین بس یہ جی چاہتا تھا کہ ہر وقت صحن مین بیٹھے ہوئے، عمارتِ مسجد کی طرف برابر ٹکٹکی لگی رہے۔ اللہ اللہ! کس محبوب کی مسجد ہے! کیسے کیسے محبوبون نے یہان ماتھے ٹیکے ہین! اینٹ اور پتھر، مٹی اور چونہ تک پر محبوبیت چھا کر رہی ہی! مسجد کی پیمائش کا دماغ کس کو، اور طول وعرض کے جائزہ لینے کا ہوش کسے لیکن بعض کتابون مین پڑھا ہی کہ موجودہ مسجد کا طول ۶۰۰ فٹ اور عرض ۴۸۰ فٹ ہی، قبلہ جنوب کے رخ پر ہے، آگے پیچھے دس گیارہ دالان بنے ہوئے، بہترین نقش ونگار سے آراستہ اور دل زیبائش مین ایک سے ایک بڑھے ہوئے، اس کے بعد وسیع صحن، صحن کے داہنے

اور بائین دونون جانب صحن ہی کے برابر لانبے لانبے دالان، بائین جانب والے دالان مین عورتون کیلئے جگہ مخصوص ہے کلام پاک کی آیات بعض احادیث کے ٹکڑے اسمائے الٰہی، اسمائے رسولؐ، اسمائے صحابہؓ کبار سب موقع موقع سے در و دیوار پر کندہ بڑی محراب، محراب عثمانی کے نام سے موسوم حضرت خلیفہ ثالثؓ کی تعمیر کرائی ہوئی منبر ٹھیک اسی جگہ پر رکھا ہوا جہان عہد نبوتؐ مین تھا، اسی منبر اور روضۂ مبارک (حجرۂ عائشہ صدیقہؓ) کا درمیانی حصہ "روضۂ جنت" کے نام سے، حدیث صحیح کی بنا پر موسوم اتنے رقبہ مین کوئی ڈھائی تین سو نمازیون کی جگہ ہوگی، اسی حصہ مین محراب النبی، اور مصلّی نبیؐ یعنی وہ مقام جہان سرکارؐ خود کھڑے ہو کر امامت فرمایا کرتے تھے اصل مصلّے ایک دیوار سے چھپا دیا گیا ہے، صرف اتنا حصہ کھلا ہوا ہے، جہان حضور صلعم کے قدم مبارک ہوتے تھے، اس طرح اب جو قسمت کا دھنی وہان کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے، اس کا سر قدرۃً و اضطراراً حضور صلعم کے آثار قدم پر جا کر پڑتا ہے! اللہ اکبر! کیا شانِ جمال، کیا وسعتِ کرم ہے! خدا جانے کتنون کی نجات اسی بہانہ سے ہوجاتی ہے!

عہد نبوت مین یہ تکلفات اور یہ وسعت کہان تھی، مختصر سی زمین اور انتہائی سادگی، توسیع فاتح روم و ایران حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ہوئی، بعض خاص قسم کی تزئینات حضرت عثمان غنیؓ اور خلیفہ ولید نے کرائین، موجودہ عمارت کی خوشنمائی کا سہرا سلطان عبدالمجید خان مرحوم و مغفور کے سر ہے، اللہ ان سب خدام حرم نبویؐ کو پورا اجر عطا فرمائے، اس وقت مسجد مین پانچ دروازے

Marfat.com

ہین۔ دو جانب مغرب، بابُ السلام اور بابُ الرحمۃ، ایک جانب شمال بابُ مجیدی
سلطان عبدالمجید خان کا تعمیر کرایا ہوا، اور دو جانب مشرق، بابُ النسار اور بابُ
جبرئیل، صحن مین شرقی دالان سے ملا ہوا بستان فاطمہ تھا، کھجور کے چند شاداب
درخت لگے ہوئے تھے اور اُن کے سایہ مین ایک کنوان تھا جسکا پانی شیرینی ولطافت
مین مشہور تھا، نجدی حکومت نے وہ درخت کٹوا کر صاف کر دیئے ہین، اور کنوئین
کو بند کر کے اس مین قفل ڈالدیا ہی، مسجد مین خدام پہلے سیکڑون تھے، اب بہت
گھٹ گئے ہین۔ خواجہ سراؤن، (آغاؤن) کی جماعت پہلے بہت
ذی اختیار تھی، اب یہ لوگ بھی تعداد مین بہت کم رہ گئے ہین، اور ان کے اختیارات
بھی بہت محدود ہو گئے ہین، انکے بیٹھنے کا ایک وسیع چبوترہ باب جبرئیل اور
باب النسار کے درمیان بنا ہوا، کہا جاتا ہی کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا
بھی یہی چبوترہ تھا، مسجد کے ستونون پر عہد نبویؐ کی مسجد کے حدود درج،

اسی مسجد کے، گوشہ جنوب و مشرق مین دالانون کے اندر، وہ سبز گنبد والا
روضۂ اقدس ہی، جس کی زمین بہ قول محدث جلیل، قاضی عیاض مالکیؒ کے بلا نزاع
و اختلاف سارے روے زمین سے بڑھکر ہے (ولاخلاف ان موضع قبرہ صلعم
افضل بقاع الارض) اور بہ قول ہمارے فقہار کے زمین، آسمان کعبہ، عرش
کرسی، سب سے افضل ہی، فما ضم اعضاءہ الشریفہ فھو افضل بقاع الارض
بالاجماع حتی من الکعبۃ ومن العرش (لباب لمناسک) فانہ افضل مطلقا
حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی (درمختار) جس حصۂ زمین کی بابت تقریر

محدثین اور خشک فقہا یہان تک فرما جائین، اس کے لئے جذبات کی زبان الفاظ کہان سے ڈھونڈ کر لائے؟ اور کسی نے خود جو کچھ دیکھا ہے، وہ اسے دوسرون کو کیونکر دکھائے؟ شاعر کی تخیل نے بڑی بلند پروازی کی، تو یہ کہا کہ ؎

انبساطِ عید دیدن روے تو
عید گاہِ ما غریبان کوے تو

لیکن جس کی دیدِ رخ کو انبساطِ عید سے کوئی نسبت ہی نہ ہو، اور جس کی گلی پر ہزارون عید گاہین قربان ہون، اُس کے بیان کرنے کے لئے دنیا کی کس زبان سے الفاظ تلاش کرکے لائے جائین، اور کس اہلِ زبان کی زبان سے امداد و اعانت کی التجا کی جائے؟

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ — جنت ست آن گرچہ باشد قعرِ چاہ
ہر کجا دلبر بود خرم نشین — فوق گردون ست نے قعرِ زمین
خوشتر از ہر دو جہان آنجا بود — کہ مرا با تو سرو سودا بود،

یہ تو سب کو معلوم ہے، کہ حضور صلعم نے بی بی عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مین عالم ناسوت سے سفرِ آخرت اختیار فرمایا تھا، اور جسد اطہر یہین سپردِ لحد کیا گیا، پہلو مین، ادب کے ساتھ ذرا بائین کی طرف ہٹے ہوئے، صدیق رض و فاروق رض دونون وزیر بھی یہین آرام فرما ہین، حجرۂ صدیقہؓ مین اس کے بعد سے بار بار تبدیلیان ہوتی رہین، یہان تک کہ اب روضۂ مبارک کوئی ۴۰، ۴۵ فٹ لانبی اور اس سے کچھ کم چوڑی عمارت ہو گی، خانۂ کعبہ سے ممتاز رکھنے کے لئے اسے بالقصد بجائے مربع کے مستطیل

رکھا گیا ہے، سب سے پہلے چاروں طرف لوہے اور پیتل کی جالی یا جنگلے کی دیواریں ہیں، ان جالیوں کی دیواروں میں جنوب، مشرق، اور شمال کے رُخ پر دروازے بھی ہیں، مگر عام لوگوں کے لئے ہمیشہ بند ہی رہتے ہیں، خاص خاص وقتوں پر خدام وغیرہ کے لئے کوئی دروازہ کھلتا ہی، جالیوں کے اندر سیسہ بھری ہوئی گہری بنیادوں کے اوپر ایک مضبوط پختہ چار دیواری ہی جو حجرہ صدیقہؓ کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہی، اور جسمیں کوئی دروازہ نہیں، اس عمارت پر غلاف پڑا ہوا ہی، اور گنبد خضرا اسی عمارت کے اوپر ہی، اس کے اندر اصل حجرہ صدیقہؓ ہی، جو عہد نبویؐ میں خام تھا، بعد کو پختہ کردیا گیا، یہ بھی ہر طرف سے بند ہی، جالیوں والی چار دیواری کے اوپر کے حصہ میں بھی خوشنما سبز غلاف ترکوں کے زمانہ کا اب تک پڑا ہوا ہی، مدینہ سے کعبہ سمت جنوب میں ہی، اس لئے روضۂ اطہر کا، جسے صدر دروازہ سمجھا جاتا ہی، وہ جنوب رخ ہی، اور یہی مواجہہ شریف کہلاتا ہی، اسی عمارت کے اندر حجرہ صدیقہؓ سے ملا ہوا ایک اور حجرہ بھی ہی، جس کے اندر ایک مزار سا بنا معلوم ہوتا ہی، کہا جاتا ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضؓ نے یہیں وفات پائی ہی، اور مزار کی بابت ایک روایت یہ ہی کہ انھیں سیدہ خاتون جنت کا ہی، اور بعض روایات یوں مشہور ہیں، کہ یہ کوئی دوسری بی بی حضرت زہراؓ کی ہمنام تھیں، ــــــ مدینہ پہونچتے ہی تڑپ تھی تو یہ، بے قراری تھی تو اس کی کہ حتی الامکان جلد ہی ممکن ہو، اس آستان پاک تک پہونچے، لیکن اس ذوق و شوق اس طلب و تمنا کے باوجود یہ کیا ہی کہ ہمت کے قدم ڈگمگائے جارہے ہیں اور ارادہ ہی کہ جم جم کر ٹوٹتا ہی اور ٹوٹ ٹوٹ کر جما ہی! الٰہی یہ آخر کیا اسرار ہی!

Marfat.com

باب (۱۱)

گنبد خضرا،

طور کی چوٹیان، جس وقت کسی کی تجلیات جمالی کی جلوہ گاہ بننے لگین، تو پاکون کے پاک، اور دلیرون کے دلیر، موسیٰ کلیمؑ تک تاب نہ لاسکے، اور اللہ کی کتاب گواہ ہی کہ کچھ دیر کے لئے ہوش وحواس رخصت ہوگئے، معراج کی شب، جب کسی کا جمال بے نقاب ہونے لگا، تو روایات مین آتا ہی کہ اس وقت وہ عبد کامل، جو فرشتون سے بھی بڑھکر مضبوط دل اور قوی ارادہ کا پیدا کیا گیا تھا، اپنی تنہائی کو محسوس کرنے لگا، اور ضرورت ہوئی کہ "رفیق غار" (رضی اللہ عنہ) کا تمثل سامنے لاکر، آب و گل کے بنے ہوئے پیکر نور کی تسلی کا سامان کیا جائے ———— یہ سرگذشت انکی تھی، جو قدوسیون سے بڑھکر پاک، اور نورانیون سے بڑھکر لطیف تھے، پھر وہ مشت خاک جو ہمہ کثافت اور ہمہ غلاظت ہو، جسکا ظاہر بھی گندہ اور باطن بھی گندہ [illegible] اگر وہ رسول صلعم کی مسجد اقدس مین قدم رکھنے جھجکتا رہا ہو، اگر اسکا قدم [illegible] روضۂ انور کی طرف بڑھتے ہوئے لڑکھڑا رہا ہو، اگر اسکی ہمت رحمت [illegible] ری تجلی گاہ مین قدم رکھنے سے جواب دے رہی ہو، اگر اسکا دل اس وقت پنی بیچارگی و درماندگی کے احساس سے پانی پانی ہوا جارہا ہو، تو اس پر حیرت

Marfat.com

کیون کیجیے، خلاف توقع کیون مجھے، اور خدا کے لئے، اس ناکارہ و آوارہ، بیچارہ و درماندہ کے اس حال زار کی ہنسی کیون اڑائیے؟

مغرب کی اذان مین چند منٹ باقی تھے کہ قسمت کی یاوری نے باب النساء کے متصل ایک ہندی بزرگ مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی مُہاجر کی خدمت مین پہنچایا۔ موصوف حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ (جانشین حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ) کے حقیقی بھائی ہین، (قلم مچل رہا ہے کہ "اگر انکو "بڑا" لکھیے، تو انھین "چھوٹا" کیونکر کہے!) ۲۵، ۳۰ سال سے اپنے شہر کو ترک کئے ہوئے دیار رسول صلعم مین حاضر ہین، اور وطن کے ساتھ ہی یادِ وطن کو بھی ترک کر چکے ہین، مولانا گنگوہی سے بیعت و اجازت ہے، اور مرشدون کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے چشمۂ فیض سے سیراب، صبح سے لیکر رات تک ہر وقت خدمت خلق مین مشغول، ایثار و استغنا، بے نفسی و خود فراموشی، تواضع و فروتنی کا ایک کامل نمونہ ہندوستان مین دیکھا تھا، اور دوسرا نمونہ اللہ نے اس مقدس سرزمین پر پہونچتے ہی دکھا دیا، جلدی جلدی تعارف ہوا، اور فوراً اذان کی آواز فضا مین گونجنے لگی، ایک پرانا مصرعہ ذہن مین پڑا ہوا تھا، ع

مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ!

حکیم مومن خان تو شاعری کی دنیا مین چلے تھے، یہان چلنا خیالی دنیا مین نہین عملی دنیا مین تھا، اور حاضری "بیت خلیل" مین نہین "بیت حبیب" مین دینی تھی، اس گھڑی ایک "پارسا" کی دستگیری و رہنمائی غنیمت نہین نعمت تھی، دھڑکتا ہوا دل کچھ تھما، اور ڈگمگاتے ہوئے پیر کسی قدر سنبھلے، ادھر اذان کی آواز ختم

ہوئی اُدھر قدم دروازہ سے باہر نکالے، مکان سے حرم کے داخلہ کا دروازہ باب جبرئیل اگر چند فٹ نہیں، تو چند گز پر ہے، اتنا فاصلہ بھی خدا معلوم کے منٹ میں طے ہوا، اس وقت نہ وقت کا احساس نہ فاصلہ کا، اور اک "زمان" کی خبر نہ "مکان" کی!

کہتے ہیں کہ داخلہ باب جبرئیل ہی سے افضل ہے، یہ افضلیت بلا قصد خود بخود حاصل ہو گئی، حرم کے اندر قدم رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھی جاتی ہے، اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک وفضلک وارزقنی من زیارۃ قبر رسولک صلی اللہ علیہ وسلم کما رزقت اولیاءک واغفر لی وارحمنی یا ارحم الراحمین، لیکن پہلی مرتبہ قدم رکھتے وقت ہوش و حواس ہی کب درست تھے جو یہ دعا یا کوئی اور خاص دعا قصد و ارادہ کر کے پڑھی جاتی، ایک ربودگی، بیخبری، اور نیم بے ہوشی کی حالت میں معمولی درود شریف کے الفاظ تو محض حفظ کی بنا پر بلا قصد و ارادہ زبان سے ادا ہوتے رہے، باقی جب ہوش آیا، تو دیکھا کہ نماز کو شروع ہوئے دو چار منٹ ہو چکے ہیں، اور امام پہلی رکعت کی قرأت ختم کر کے رکوع میں جا رہے ہیں، جھپٹ کر جماعت میں شرکت کی، اور جوں توں کر کے نماز ختم کی، یہ پہلی نماز وہاں ادا ہو رہی ہے جہاں کی ایک ایک نماز، پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار نمازوں کے برابر ہے، اللہ اللہ! شان کریمی اور بندہ نوازی کے حوصلے دیکھنا! کس کو کیا کیا عطا ہو رہے ہیں!

اس مرتبہ کو دیکھئے، اور ہم کو دیکھئے!

وقت، نماز مغرب کا تھا، اور مغرب کی نماز سورج ڈوبنے پر پڑھی جاتی ہے،

لیکن جسکی نصیبہ وری کا آفتاب عین اسی وقت طلوع ہو رہا ہے جس کی سربلندیوں اور سرافرازیوں کی فجر عین اس وقت ہو رہی ہو کیا وہ بھی اس وقت کو مغرب ہی کا وقت کہتا اور سمجھتا رہے ؟

لیجئے ، نماز ختم ہو گئی ، فرض ختم ہو گئے ، سنتیں ختم ہو گئیں ، اور روضہ اطہر کے دروازہ پر ہر طرف سے صلوٰۃ وسلام کی آوازیں آنے لگیں ، ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ، جس پر اللہ خود درود بھیجے ، اللہ کے فرشتے درود بھیجتے رہیں ، اس کے آستانہ پر بندوں کے صلوٰۃ وسلام کی کیا کمی ہو سکتی ہے ! الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین ، السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، (آج "غائب" کا صیغہ سر سے غائب ہے ، حضوری کے وقت بھی غیبت کے آداب ملحوظ رکھنا کیسی کھلی ہوئی بدتہذیبی ہے) واشھد انک عبدہ ورسولہ واشھد انک قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ وجاھدت فی اللہ حق جھادہ ، یا رسول اللہ انی اسالک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ تعالیٰ ! ہر طرف آوازیں ہیں تو یہی ، ہر سمت صدائیں ہیں تو ایسی ہی ، جسے دیکھئے مواجہہ شریف کی طرف کھنچا چلا آرہا ہے ، اس وقت رخ قبلہ کی جانب نہیں ، بیچ سے تعمیر کئے ہوئے کعبہ کی جانب نہیں ، بلکہ اس کے در اقدس کی جانب ہے جو

دلون کا کعبہ اور روحون کا قبلہ ہی اور جس کے ارد گرد خود پاکیزگی طواف کرتی رہتی اور طہارت صدقہ ہوتی رہتی ہی! کسی کا نالہ جگر گداز، کسی کے لب پر آہ و فریاد، ہر شخص اپنے اپنے حال مین گرفتار، ہر متنفس اپنے اپنے کیف مین سرشار، گنہگارون اور خطاکارون کی آج بن آئی ہے، آستان شفیع المذنبین تک رسائی ہی!

تجدون مین اور بڑھتی ہی رفعت جبین کی!

یہان بھی نہ مانگین گے تو کہان جائین گے، آج بھی نہ گڑگڑائین گے تو کدھر سر ٹکرائین گے، ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الخ کا وعدہ پورا ہونے کیلئے ہے، محض لفظ ہی لفظ نہین ہین!

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا ہی، رند و پارسا، فاسق و متقی سب ہی اس دھن مین لگے ہوئے ہین، اُدھر ایک ننگ امت حیران و ششدر، فرط ہیبت و جلال سے گنگ و مضطر، حواس باختہ، چپ چاپ سب سے الگ کھڑا ہوا ہی، نہ زبان پر کوئی دعا، نہ دل مین کوئی آرزو، سر سے پیر تک ایک عالم حیرت طاری! یا الٰہی! یہ خواب ہی یا بیداری! کہان ایک مشت خاک کہان یہ عالم پاک ——— جل جلالہ، جہان ابوبکرؓ اور علیؓ حاضر ہوتے جھجکتے، تھرّاتے ہون، جہان عمرؓ آواز سے بولتے ہوئے لرزتے ہون، جہان کی حضوری جبریل امین کے لئے فخر کا باعث اور شرف کا سبب ہو، آج وہان [illegible] دریابادی کا فرزند عبد الماجد اپنے گندہ دل اور گندہ تر قلب کے ساتھ [illegible] اور بالکل جھجک کھڑا ہوا ہی! دماغ حیران، عقل دنگ، زبان گنگ، ناطقہ انگشت بدندان، نہ زبان یاوری کرتی ہی، نہ لب کسی عرض و معروض پر کھلتے ہین، نہ دعاون

کے الفاظ یاد پڑتے ہیں، نہ ملا جامی کی کوئی نعت خیال میں آتی ہے! چلتے وقت تو دل میں کیا کیا ولولہ اور کیسے کیسے حوصلے تھے! لیکن اس وقت سارے منصوبے یکقلم غلط، سارے حوصلے اور ولولے یک لخت غائب! لے دے کے جو کچھ یاد پڑ رہا ہے، وہ بعض کلام مجید کی بعض سورتیں اور آیتیں ہیں، یا پھر یہی عام و معمولی درود شریف، اور زبان ہے کہ بے سوچے سمجھے، بغیر غور و فکر کئے، انھیں الفاظ کو رٹے ہوئے سبق کی طرح، اضطراراً دوہرائے چلی جا رہی ہے! ع

نظارہ ز جنبیدنِ مژگان گلہ دارد!

جالیوں کے تین طرف سعودی سپاہیوں کا پہرہ رہتا ہے چوتھی طرف یعنی شمال سمت سے جالیوں تک پہونچنے کا کوئی آسان راستہ نہیں، مسجد نبوی کے دروازے آخر وقت تہجد سے لیکر بعد نماز عشا تک کھلے رہتے ہیں، اس درمیان میں پہرے برابر رہتے ہیں جنوبی سمت میں، جدھر مواجہ شریف ہے، پہرہ کا اہتمام زیادہ رہتا ہے، چار سپاہی ہر وقت تعینات رہتے ہیں، زیارت کی عام اجازت بھی صرف اسی رُخ سے ہے، مغربی جانب، بالین مبارک ہے، ادھر سے زیارت کی اجازت نہیں (سنا ہے کہ کسی زمانہ میں شیعوں کو زیارت کی اجازت اسی رُخ سے تھی) مشرقی جانب پائین مبارک ہے، اور باب جبرئیل سے داخل ہونے کے بعد مواجہہ شریف تک پہونچنے کا راستہ اسی طرف سے ہے، اِدھر سے بھی زیارت کی عام اجازت نہیں، لیکن سپاہی بھی مختلف مزاجوں اور طبیعتوں کے ہوتے ہیں، اکثر ایسے تند مزاج، متشدد اور شقی القلب، کہ دھکے دینے میں انھیں باک نہیں، بید مار بیٹھنے میں انھیں تامل نہیں، عورتوں کو

Marfat.com

پکڑ پکڑ کر گھسیٹنے اور ڈھکیلنے میں انھیں دریغ نہیں، کوئی کوئی اس کے برعکس، ایسے نرم دل اور روادار، کہ زائروں کو ہر طرح کی بے ضابطگی اور قانون شکنی کرتے دیکھتے اور کچھ نہ بولتے، بلکہ سر جھکا کر کلام مجید پڑھنے لگتے، بعض ایسے بھی دیکھنے میں آئے جو زائر کی معمولی داد و دہش کے بعد پھر سے موم ہو جاتے! سپاہیوں کے علاوہ، اور شاید اُن کی نگرانی کے لئے بھی، دو چار آدمی محکمہ امر بالمعروف کے بھی بید یا چھڑی ہاتھ میں لئے ٹہلتے رہتے ہیں، اور "شریعتِ حقہ نجدیہ" کا نفاذ اس حرم محترم کے حدود کے اندر، زبان اور ہاتھ دونوں سے پوری قوت کے ساتھ کرتے رہتے ہیں!

مواجہہ شریف، مشتاقانِ زیارت سے خالی تو کسی وقت نہیں ہوتا، البتہ پانچوں نمازوں کے بعد زیارت کے اوقات باضابطہ مقرر ہیں، قدرۃً ان اوقات میں بڑی چپقلش ہوتی ہے، اور بعض اوقات اتنا ہجوم ہو جاتا ہے، کہ جو لوگ مسجد کے اندرونی درجہ میں محراب عثمانی کے آس پاس سنن و نوافل میں کچھ دیر مشغول رہنا چاہتے ہیں، ان کے لئے قطعاً کوئی موقع نہیں باقی رہجاتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو وہ پستے پستے بچ جاتے ہیں! زیارت عموماً مزوّروں کی پیشہ ور جماعت کراتی ہے، اور زیارت کا عام طریقہ یہ ہے، کہ مواجہہ مبارک کے سامنے ہر مزوّر اپنے اپنے گروہ زائرین کو لا کھڑا کرتا ہے، اور بآواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھتا جاتا ہے، اور زائرین اسی کے الفاظ کو دہراتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ مسجد ان آوازوں سے گونج جاتی ہے، اور جن کو یہ واضح قرآنی حکم ملا تھا کہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (نبیؐ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو) وہ مواجہہ میں حاضر ہو کر اپنے حلق کی پوری طاقت و قوت کیساتھ بے تحاشا چیخنے

لگتے ہیں، اور اُس کو اپنے نزدیک کمال عقیدت و منتہائے تعظیم سمجھتے ہیں! ع

خرد کا نام جنون پڑ گیا جنون کا خرد!

باہر کے آئے ہوئے زائرین بیچارے تو فی الجملہ ادب ملحوظ رکھ لیتے ہیں، اور بہرحال ڈرتے ہی رہتے ہیں، نڈر ہوکر غضب تو زیارت کرانے والے بزرگ کرتے ہیں جنکا پیشہ ہی زیارت کرانا ہے، اور جو مدتوں سے اس پاک سرزمین میں آباد ہیں! ان کے لئے نہ اس کی ضرورت، کہ اپنی آوازوں کو پست اور نظروں کو نیچا رکھیں، نہ اس کی حاجت کہ روضۂ اقدس کے عین پائین میں کھڑے ہوکر زائروں سے ہر قسم کی "معاملت" اور وہ بھی آداب شریعت کے ساتھ نہیں، بلکہ لوازم معاملت کے ساتھ طے فرمانے سے محترز رہیں، اور نہ ان کے علاوہ دوسرے آداب مسجد مقدس آداب مسجد نبوی کے لحاظ و احترام کی ضرورت! ان کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ یہ "جیران رسول" ہیں، اور "اضیاف رسول صلعم" جو ہزارہا میل کے فاصلے سے آئے ہوئے ہوتے ہیں، اُن کے ساتھ انکا ہر سلوک جائز، اور ہر برتاؤ درست!

سرگروہ عاشقان حضرت اویس قرنیؓ کی بابت بعض اکابر صوفیہ سے نقل ہے[1] کہ جب آپ زیارتِ مدینہ کو حاضر ہوئے، آستان حرم (باب جبرئیل) تک پہونچے ہی تھے، کہ کسی نے کہدیا کہ "دیکھئے وہ سامنے رسول اللہ صلعم کا مرقد ہے" یہ سننا تھا کہ غش کھا کر گر پڑے، اور جب ہوش آیا، تو کہا مجھے ابھی واپس لے چلو، جس شہر میں بجائے حبیبؐ کے تربت حبیبؐ موجود ہو، وہاں میں ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکتا،

---

[1] احیاء العلوم غزالی،

Marfat.com

اویس سے بڑھکر عاشق رشید اویس سے بڑھکر مشوقِ محبت میں غرق، اویس سے بڑھکر مجنون و دیوانہ اور کون ہوا ہے؟ اس عشق کے ساتھ یہ لحاظِ ادب، یہ کمالِ احترام یہ پاسِ عظمت! پھر اگر آج حرمِ رسول صلعم میں، مسجدِ رسول صلعم میں روضۂ رسول صلعم کا کوئی شریعتِ رسول صلعم کی حرمت نہ رکھے، عشقِ رسول صلعم کو پامال ہوتے ہوئے پایا، آدابِ رسول صلعم سے بیزاری کھلی ہوئی پائے، تو عشق و محبت کے مدعیو! خدارا بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟ خوشی خوشی گوارا کر لیا جائے؟ روکنے کی قوت و استطاعت رکھتے ہوئے محض تقدیرِ الٰہی کے حوالہ کر دیا جائے؟ یا خوش عقیدگی کے معنی یہ فرض کر لئے جائیں کہ سیاہ سفید ہے، اور سفید سیاہ؟ صحابہؓ نے، تابعین نے، مجتہدین نے، فقہ نے، محدثین نے اکابرِ صوفیہ نے کسی نے خوش عقیدگی کے یہ معنی لیے ہیں؟ رومؔ کا عارفِ کامل تو اپنی مثنوی میں یہ لکھ گیا کہ جب "امرِ حق" مل جائے، تو "نقشِ حق" کو بھی توڑ ڈالو اور "شیشۂ یار" کو "سنگِ یار" سے چکنا چور کر کے رکھ دو۱؎، پھر کیا یہ کہا جائیگا کہ عارفِ رومیؒ بھی آدابِ عشق و محبت سے بے خبر تھا؟

نوٹ متعلق باب (۱۱)

کمزور کو قوت والے کا، نابینا کو آنکھوں والے کا، گنہگار کو متقی کا سہارا اگر مل جاتا ہے تو بڑا سہارا مل جاتا ہے۔ مدیرِ سچ نے اپنے مضمون "سفرِ حجاز" کے ذیل میں لکھا تھا کہ مسجدِ نبوی میں لوگوں کو مواجہہ شریف کے روبرو بیباکی کے ساتھ جاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے دیکھ کر تکلیف ہوتی تھی، اس کے شائع ہونے کے چند ہی روز بعد مولانا

۱؎ نقشِ حق را ہم بہ امرِ حق شکن — بر زجاجۂ دوست سنگِ دوست زن

عاشق الٰہی صاحب میرٹھی (مترجم القرآن) نے اپنی تازہ تالیف تذکرۃ الخلیل لطف فرمائی، جو مولانا خلیل احمد صاحب امبٹھوی قدس سرہٗ (شارح ابوداؤد و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور) کے حالات میں ہے، مولانا شریعت و طریقت کے جامع ایک مسلم بزرگ تھے، ان کے حالات میں حسنِ اتفاق سے ذیل کی عبارت نظر آئی جو بجنسہٖ نقل کر دی جاتی ہے:۔

"آستانہ محمدیہ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکلنا تو کیا مواجہہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے، خوف زدہ مودبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم و قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بہ کمالِ خشوع صلوٰۃ و سلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین جو بے باکانہ و چیخی آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے، اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی، اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلعم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذا کا سبب ہے،

لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے، اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے، اس کو آنحضرت صلعم خود سنتے ہیں"

(ص ۲۶۰)

باب ۱۲

زیارت اور آدابِ زیارت

توحید کا مسئلہ ایک صاف اور سیدھا مسئلہ ہی، لیکن دہریوں اور ملحدوں ہی نے نہین، خدا پرستی کے دعویداروں نے بھی عجیب عجیب شگوفہ کاریان کر رکھی ہین، اسی طرح بارگاہِ رسالت کے ادائے حقوق کے معاملہ مین انکار کرنے والون نہین، اقرار کرنے والون کے دماغون نے عجیب عجیب مسالطے کھائے ہین لوگون کے کانون مین کہین سے ایک لفظ "محبت" کا پڑ گیا، بس پھر کیا تھا، اسکی آڑ مین ہر حرام، حلال تھا، اور ہر عیب، ہنر بنکر رہا، ذرا نہین سوچتے اور دیکھتے کہ محبت اپنی کتنی بیشمار مختلف صورتون اور قالبون مین اپنے گرد و پیش ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی ہی، بیوی کی محبت کی شکل اور ہوتی ہی، اولاد کی محبت کی صورت اور، اولاد سے جس قسم کی محبت کیجاتی ہی، کون شخص ہوش و حواس درست رکھکر اپنے مان باپ سے اُسی طرح کی محبت کریگا؟ پھر خود اولاد کی محبت کا یہ حال ہی کہ بچہ جب تک چھوٹا ہی، اُسے گود مین لیا جاتا ہی، اُسے گدگدایا جاتا ہی، اُس کے ساتھ کھیلا جاتا ہی، اور جب سیانا سمجھدار ہوا تو اس کیساتھ ادب و قاعدہ برتا جانے لگا، اور ادب کے ساتھ محبت کا برتاؤ بالکل ہی دوسرے انداز کا ہونے لگا۔

Marfat.com

اب اگر کوئی شخص اپنے بوڑھے ماں باپ کو اس طرح چھیڑنے گدگدانے کھلانے کودانے لگے جس طرح اپنے چھوٹے کو کرتا رہتا ہے تو یہ اس کی محبت کی دلیل ہوگی یا انتہا احمق اور کھلے ہوئے جنون اور دیوانگی کی؟

پھر رسول صلعم کا مرتبہ تو باپ، ماں، بزرگ، استاد، مرشد، حاکم، غرض مخلوق کے ہر مرتبے سے بڑا، اور رسول صلعم کا رشتہ ہر انسانی رشتے سے اونچا ہے، اس کی شان میں اس کے مرتبہ کے لحاظ سے ادنیٰ ذرہ گستاخی کیسے نظر انداز کی جا سکتی ہے؟ اس کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے، وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ اُس کی اطاعت کا حکم ایک دفعہ نہیں بار بار وارد ہوتا ہے، أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ، اس کی پیروی کا صلہ اللہ کی محبوبیت ہے، فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ اُس کی مجلس کے آداب تصریح و تاکید کے ساتھ بار بار تعلیم کئے جاتے ہیں، اس کے حضور میں آواز نہ بلند کرو يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ، ایسا نہ ہو کہ ایسی نادانستہ گستاخی سے سارے اعمال ضائع کر دیے جائیں، وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ، اس مظہر نور خدا کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھنا ہی بڑی پاکبازی اور دینداری ہے، إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ، حجروں کے باہر سے آوازیں دے دے کر پکارنا شدید بدعقلی ہے، إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ، رسول صلعم کو اس طرح پکارنا جس طرح تمام لوگوں کو پکارا جاتا ہے ممنوع ہے، لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا

رسول صلعم کے حقوق کا اور کسی اور کے حقوق کا مقابلہ نہین ہو سکتا۔ مومن کی نظر مین رسولؐ کا مرتبہ اپنے جان و دل سے بھی بڑھکر ہوتا ہے، النبی اولی بالمومنین من انفسھم، جسکی مجلس کے آداب کا مخلوق کو نہین خالق کو، بندون کو نہین پروردگار کو، یہ اہتمام ہو جس کے دربار مین حاضری کے یہ قواعد وضوابط اس تفصیل کے ساتھ، ہمیشہ کیلئے اور ہر آنے والی قوم کی ہدایت کے لئے قرآن مجید مین محفوظ کر دیئے گئے ہون، اس کے آستانہ پر دور و دراز سے آکر حاضری دینے والے امتی اگر اپنی نادانی اور بے سمجھی سے ان بندھے ہوئے قاعدون اور ضابطون کو توڑین، اور اس ربّانی دستور العمل کی جگہ اپنے ایجاد کئے ہوئے طریقون کو رواج دینے لگین، تو بجز اس کے کہ انکی کم نصیبی پر حسرت و تاسف کیا جائے، اور کیا کیا جا سکتا ہے؟

فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کی ہدایات، آداب زیارت روضہ انور کے سلسلہ مین بالکل صاف، صریح اور واضح ہین جنمین کسی قسم کا اختلاف نہین، علامہ رحمۃ اللہ سندیؒ، لباب المناسک مین، اور ان کے شارح ملا علی قاریؒ، المنسک المتوسط مین کہتے ہین:

ثم توجه بالقلب والقالب مع رعاية	پھر دل وجسم دونون کے حضور کے ساتھ غایت ادب
غاية الادب تجاه الوجه الشريف	ملحوظ رکھکر مواجہ شریف مین حاضر ہو اس حال
متواضعاً خاضعاً خاشعاً مع الذلة	مین کہ تواضع، خضوع، خشوع، ذلت، انکسار، خشیت
والانكسار والخشية والوقار والهيبة	وقار، ہیبت اور محتاجی اپنے اوپر طاری کیا [illegible]
والافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح	نیچی ہون، اعضا سمٹے ہوئے ہون، قلب یکسو
فارغ القلب واضعاً يمينه الى	ہو، داہنا ہاتھ بائین ہاتھ کے اوپر باندھے

Marfat.com

شمالہ مستقبلاً للوجہ الکریم مستدبراً للقبلۃ مجاوراً مسمار الفضۃ علی نحو اربعۃ اذرع لا الاقل ای لانہ لیس من شعار آداب الابرار۔	ہوئے ہو، چہرہ روے مبارک کے سامنے ہو، پشت قبلہ کی جانب ہو، اس ہیئت کے ساتھ چاندی کی کیل کے پاس آئے، اور تقریباً چار گز کے فاصلہ پر رہے، اس سے زیادہ قریب نہ آئے، کہ اس سے قریب تر آنا آداب صالحین میں داخل نہیں،

ادب کی جگہ ہے، ہیبت کا مقام ہے، ناز نہیں نیاز درکار ہے، ناز کرنے اور اترانے کا نہیں، لرزنے اور تھرانے کا کام ہے، ہیبت، ادب، وقار، خشیت، سکینت پر تمام فقہا نے زور دیا ہے، اور سب سے زیادہ زور اس پر ہے، کہ لپٹنا، چومنا، مس کرنا الگ رہا، مزار مبارک کے قریب تک نہ جائے، بلکہ کمالِ ادب کے ساتھ کچھ فاصلہ ہی پر اپنے کو رکھے، صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:۔

ثم یاتی القبر الشریف فیستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ علی نحو اربعۃ اذرع،	پھر قبر شریف کی طرف آئے، اس کی دیوار کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پشت رکھے، اور کوئی چار گز کے فاصلہ پر رہے،

اور عالمگیریہ میں ہے:۔

ثم یدنو منہ ثلثۃ اذرع او اربعۃ ولا یدنو منہ اکثر من ذالک ولا یضع یدہ علی جدار التربۃ فہو اھیب اعظم للحرمۃ یقف کما یقف فی الصلوٰۃ،	پھر تربت شریف سے بقدر تین یا چار گز کے قریب آئے لیکن اس سے زیادہ قریب نہ ہو، اور نہ اپنا ہاتھ دیوارِ مزار پر رکھے، کہ یہی مقتضائے ہیبت ہے، اور اس طرح کھڑا رہے، جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے،

Marfat.com

اور طحطاوی، شرح در مختار مین ہی،

یدنو منه قدر ثلثة اذرع او اربعة ولا یدنو اکثر من ذلک ولا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب واعظم

تربت سے بقدر تین یا چار گز کے قریب آجائے، لیکن اس سے قریب تر نہ ہو اور نہ دیوار مزار پر اپنا ہاتھ رکھے، کہ یہی ہیبت وعظمتِ مقام کا تقاضا ہے

اور فتاوی قاضیخان مین ہی:-

واذا اتی المدینة یستعد لزیارة قبر النبی صلعم بابتها بالسکینة والوقار والهیبة والاجلال لانه محل رسول الله صلعم مهبط الوحی ونزول الملئکة

مدینہ پہونچکر زیارت قبر نبی صلعم کے لئے آمادہ ہو اور وہان حاضر ہو ادب واحترام وہیبت وعظمت کیساتھ کہ یہ مقام ہی رسول خدا صلعم کا اور نزولِ وحی ونزولِ ملائکہ کا،

یہ نہ خیال گذرے، کہ یہ احکام وہدایات صرف خشک فقہا کے ہین، اہل محبت نے جو کچھ کہا ہی، پس وہ بالکل یہی ہی، بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی فرما گئے ہین، شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے بڑھکر اہلِ دل اور اہلِ محبت کے گروہ مین اور کون ہوگا، مگر وہ فرماتے ہین:

ولا یضع یده علی جدار الحظیرة ولا یقبلها فان ذالک وامثاله من صنع الجاهلین ولیس من سیرة السلف الصالحین بل یدنو علی قدر ثلثة اذرع او اربعة (ما ثبت بالسنه)

نہ اپنا ہاتھ روضہ مبارک کی دیوار پر رکھے نہ اسے بوسہ دے، اس لئے کہ یہ اور اسی قسم کی حرکتین جاہلون کی باتین ہین، اور نہ سلف صالحین کے معمولات مین نہین، اور تین یا چار گز کے فاصلہ پر رہے،

اس اجمال کی تفصیل خود شیخ ہی کی زبان سے سن لیجئے:-

واز انچه درویش و امکان بود در ظاهر و باطن

جہان تک اپنے امکان واختیار مین ہو ظاہری

از خضوع و وقار و ذلت و انکسار ذرۂ نامرعی
نگذارد و غیر آنکہ از سجود و تمریغ وجہ بر تراب
و استلام و تقبیل شباک شریف و امثال آن
آنکہ در شرع رخصت نہ کردہ اند و در نظر ظاہر
بیان از قبیل ادب نماید اجتناب کنند،
بلکہ بیقین داند کہ حقیقت ادب در رعایت
اتباع و امتثال امر آنحضرت صلعم است و ہر چہ
نہ ازین باب است از توہم باطل است۔
(جذب القلوب، باب شانزدھم در آداب زیارت)

و باطنی ہر حیثیت سے اپنے مین خضوع، وقار،
ذلت و انکسار پیدا کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ
رکھے، البتہ سجدہ کرنے اور فرشِ زمین پر لوٹنے
اور جالی کو چومنے چاٹنے سے بچے، نیز اسی
قبیل کی دوسری حرکتون سے، اس لیے کہ
شریعت مین ان کی اجازت نہین، گو ظاہر بینون
کی نظر مین یہ ادب معلوم ہوتا ہے، یقین رکھنا
چاہیے کہ حقیقۃً ادب نام ہے آنحضرت صلعم کی
پیروی و تعمیلِ احکام کا اور جو کچھ اس کے علاوہ
ہے، وہ سب توہم باطل ہے،

سرتاج علمار ربانیین و صوفیہ کرام حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

ولیس من السنۃ ان یمس الجدار
ولا ان یقبلہ بل الوقوف من بعد اقرب
للاحترام (احیاء العلوم، اسرار الحج باب ۳)

یہ مسنون نہین کہ دیوار (مزار مبارک) کو ہاتھ لگائے
یا اسے بوسہ دے، بلکہ احترام کا تقاضا یہ ہے کہ
دور ہی کھڑا رہے،

اور پھر چند ورق کے بعد:۔

واما زیارۃ رسول اللہ صلعم فینبغی
ان تقف بین یدیہ کما وصفنا وتزورہ
میتا کما تزورہ حیا ولا تقرب
من قبرہ الا کما کنت تقرب من

اور آنحضرت صلعم کی زیارت آپ کے سامنے
کھڑے ہو کر اسی طرح کرنا چاہیے، جیسا کہ ہم
لکھ آئے ہین، آپ کی زیارت موت کے
بعد اسی طرح کرو جیسے زندگی مین کرتے، اور

Marfat.com

تخصه الكريم لو كان حيا كما كنت ترى الحرمة فى ان لا تمس شخصه ولا تقبله بل تقف من بعد ما ثلا بين يديه فكذلك فافعل فان المس والتقبيل للمشاهد عادة النصارى واليهود،

آپ کی قبر مبارک کے قریب اُس سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے، جتنا آپکی حیات مین آپ کے جسم پاک کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کو سوء ادب سمجھتے، بلکہ آپ کی طرف متوجہ کچھ فاصلہ پر سامنے کھڑے رہتے اسیطرح اب بھی کرنا چاہئے، اور مزارات کو مس کرنا اور بوسہ دینا تو نصاریٰ اور یہود کا شعار ہے۔

محدثین کے گروہ مین قاضی عیاض مالکیؒ سے بڑھکر جمالِ رسالتؐ کے شیدائیون مین اور کون گزرا ہے، حقوقِ رسالت پر اُن کی کتاب الشفاء سے جامع تر کوئی کتاب آج تک موجود نہ ہوسکی، اپنی اسی کتاب مین خود انھون نے، اور انکی شرح مین ملا علی قاریؒ نے جو کچھ فرمایا ہے، ذرا ایک نظر اس پر بھی فرمالیجائے،

(ويدنو) اى يقرب الى القبر قربا بالنسبة للادب (ويسلم لا يمس القبر) وكذا جدار قبة وشبكة حجرة عليه السلام (بيده) ولا يضمه لعدم وروده عن الصحابة الكرام ولانه اقرب الى مقام الادب ولان ذالك من عادة النصارى على ما نقله الغزالى (شفا جلد ۲ باب

قبر شریف کے نزدیک آئے، مگر اسی حد تک جو ادب و تعظیم کے مناسب ہے، اور آپ پر سلام بھیجے، لیکن قبر کو ہاتھ نہ لگائے، اور یہی حکم ہے قبۂ شریف کی دیوارون اور جالیون کا، اور نہ انھین منہ سے چھوئے، اس لئے کہ صحابۂ کرام سے ایسا کرنا ثابت نہین، اور اس لئے بھی کہ ادب کا مقتضا یہی ہے، نیز اس لئے کہ ایسا کرنا نصاریٰ کا شعار ہے، جیسا کہ غزالیؒ

رابع فصل فی حکم زیارۃ قبرہ صلعم) | نے نقل کیا ہی؛

غرض یہ کوئی حنفی وہابی، مقلد و غیر مقلد، کا اختلافی مسئلہ نہین، اہل سنت کے سارے اکابر، اور تمام فرقے اس پر متفق ہین، اور آداب زیارت پر جس کسی نے لکھا ہی یہی لکھا ہی؛

لیکن عمل کی حالت ؟ —— آہ آج کہان اور کس چیز مین مسلمانون کا عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق ہی جو ایک اسی معاملہ مین مطابقت کی تلاش کیجائے؟ خدا معلوم کتنے زائر، صبح سے شام تک ایسے آتے رہتے ہین جنھین نہ ادب واسطہ نہ تمیز سے، وقار و سکینہ و انکسار و سکنت کا ذکر نہین، کتنے ایسے ہین جو با وضو نہین ہوتے، ادب سے بیگانہ آداب سے ناآشنا سر اٹھائے قدم بڑھائے، دروازون داخل ہوئے، اور دوڑتے بھاگتے ہوئے حیرت سے آنکھین پھاڑے چارون طرف د ہوئے، روضۂ انور کی طرف دھاوا کئے چلے آرہے ہین، اور پہونچتے ہی یہ چاہتے ہین کہ جالیون سے لپٹ جائین یا اُن کے اندر گھس جائین، اِدھر سودی سپاہی کی نظر چوکی اور اُدھر انھون نے جالی پر ہاتھ اور منہ رکھکر اندر کی طرف بیباکی کے انداز اور حیرت کی نگاہون کے ساتھ جھانکنا شروع کردیا، اور سلام پڑھنے کے وقت تو جاہل مزورون کی رہنمائی مین اُس مسجد مطہر مین جہان عمر فاروقؓ زور سے بولتے ہوئے تھراتے تھے، شور اور ہنگامہ برپا ہوتا ہی کہ نمازیون کو نماز پڑھنی، اور تلاوت کرنے والون کو تلاوت کرنی دشوار ہو جاتی ہی اور پھر مزورون کی زائرون سے "لین دین" کی گفتگو ــــ ان باتون کا پڑھنا ناظرین کے لئے ناخوشگوار، اور انکا لکھنا راقم کے لئے ناخوشگوار تر

Marfat.com

بہرحال جو نہ ہونا تھا، وہ ہوتا ہی، اور وہاں ہوتا ہی جہاں ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا، رحمتِ عالمؐ کی شانِ رحمۃ للعالمینی سب کے عیبوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہے، اور رحمٰن و رحیم اور ربِ غفار، سب کے مالک اور سب کے پروردگار کی شانِ ستاری نادان و زیاں کار مجرم و خطا کار، سب کو مہلت دیئے ہوئے ہے۔ ولو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علیٰ ظہرھا من دابۃ

لیکن ہزاروں کے اس مجمع میں اگر سیکڑوں نہیں تو بیسیوں، ضرور ایسے ہوتے ہیں جو دل والے بھی ہوتے ہیں، اور آنکھوں والے بھی، جو دیکھتے ہیں کہ کس دربار میں حاضر ہیں، جو سمجھتے ہیں، کہ انکا نصیبہ انھیں کہاں لے آیا ہی، انھیں دیکھیے، تو کبھی مواجہ مبارک کے سامنے، کبھی پائین میں، کبھی بالین کی طرف، کبھی مصلیٰ نبیؐ پر، کبھی منبر نبویؐ کے قریب، کبھی ستون عایشہؓ کے متصل، کبھی ستون ابی لبابہؓ پر لگے ہوئے، کبھی پاک مسجد کے کسی اور پاک گوشہ میں دبے اور سمٹے ہوئے، روتے اور گڑگڑاتے ہوئے مناجات میں مشغول ہیں، سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں، رکوع میں جھکے ہوئے ہیں، تلاوت میں لگے ہوئے ہیں، درود خوانی میں محو ہیں، تسبیح و تہلیل میں غرق ہیں، اپنی خطائیں ایک ایک کرکے یاد آرہی ہیں، اپنے گناہوں کی فرد کی ہر ہر سطر سامنے ہی، کسی کی رحمت بے حساب کا حساب لگ رہا ہی، کسی کے کرم بے انداز کا اندازہ کیا جا رہا ہی، کسی کی شفاعت کا خیال آکر ٹوٹے ہوئے دل کو تسلی دے رہا ہی، اپنے اور اپنے بزرگوں، عزیزوں دوستوں کے حق میں دعائیں ہیں، امت اسلامیہ کے حق میں آہیں ہیں، فریادیں ہیں، پکاریں ہیں، دردمندیاں ہیں، بیقراریاں ہیں، غرض ہر صورت سے اپنی

Marfat.com

عبدیت اور اپنی بندگی کا تحفہ محمدؐ کے رب کے حضور میں محمدؐ کے بتائے ہوئے طریقہ کے موافق پیش کیا جا رہا ہے، کون تبلائے کیا کیا مانگا جا رہا ہے، کیا کیا مل رہا ہے! دینے والے کے کرم کی کوئی انتہا ہے؟ پھر آخر مانگنے والے کیوں اپنی زبانیں روکیں، اور کیوں اپنے دل میں کوئی حوصلہ کوئی ارمان باقی رہنے دیں؟ دینے والا وہی تو ہے، جس نے ایک مانگنے والے کے الحاح کو دیکھکر غصہ اور خفگی کے لہجہ میں نہیں پیار کے الفاظ میں اور محبت کی آواز میں "حریص" کہکر پکارا تھا، اللہ اکبر! حرص تو جب کیجاتی ہے، جب ملنے سے پورا اطمینان نہیں ہوتا بے حساب دینے والے، اور بے اندازہ کرم کرنیوالے سے بھی جو کوئی اپنا سوال جاری رکھے، اسکی "حرص" شفاعت اسکی "حرص" شفقت کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ دینے والا غیر محدود، اسکی فیاضیوں کا اندازہ طاقت بشری سے باہر، لیکن مانگنے والا تو غیر محدود نہیں، محدود، اور خدا نہیں انسان ہی تھا، اس محدود اور متناہی، اور بندہ اور بشر ہی کی "حرص" شفاعت "حرص" شفقت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ آج اور یہاں مانگنے والے اُسی حریص شفاعت، اسی حریص علیکم بالمومنین روف الرحیم کا لقب پانے والے کے امتی ہیں، اسی کے نام لیوا ہیں، اسی کا کلمہ پڑھ پڑھ کر جینے والے، اور اسی کا نام لے لیکر مرنے والے ہیں، ان کی دعائیں، اور ان کی آرزوئیں!

—— اللہ اللہ! کس کی زبان میں قوت، اور کس کے قلم میں طاقت، جو اس اجمال کی تفصیل، اور ان اشارات کی تشریح کر سکے!

Marfat.com

نوٹ متعلق باب (۱۲)،

"مراسلہ"

آداب زیارت نبویؐ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یا سیدی! ھذا ما ارقت ایرادہ فی باب آداب زیارۃ النبی صلعم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) سیدنا بلالؓ نے حضور (روحی فداہ) کو خواب مین دیکھا فرماتے ہین کہ اے بلالؓ تو نے یہ کیسی جفا کی کہ ہماری زیارت نہ کی، بلالؓ اسی وقت شام سے روانہ ہوئے اور مدینہ پہونچکر جب روضۂ انور پر حاضر ہوئے تو روتے روتے بیہوش ہونے لگے ور اپنا منہ مزار اقدس پر ملنے لگے، (حافظ ابن عساکر عن ابی الدرداء) (۲) مروان نے ایک شخص کو مزار اقدس پر منہ رکھے دیکھا تو کہا اے شخص یہ کیا کر رہا ہے، اس شخص نے سر اٹھایا تو وہ ابوایوب انصاریؓ تھے، انھون نے مروان کو جواب ان الفاظ مین دیا، نعم جئت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ات ھذا الحجر (امام احمد فی مسندہ) (۳) اخرج البزار فی مسندہ ان سیدنا عمرؓ خرج الی منبر رسول اللہ فاذا معاذ ابن جبل قائم یبکی عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(محمد افضل سلاخپوری دکن، ۱۲، ۱۰ آذر)

تصحیح، یہ مراسلہ آج ۲۲ اکتوبر کو سفر مین ملا، وطن واپس ہونے مین ابھی دیر ہے لی دیر ہی، اور اس اثنا مین کتابون کی طرف رجوع کرنے کا کوئی موقع نہین، پچ نمبر ۱۲ مین سفر حجاز نمبر ۱۲ کے ذیل مین آداب زیارت روضہ رسولؐ پر جو کچھ لکھا گیا تھا مراسلہ نگار

نے انکا معارضہ روایات بالا سے کرنا چاہا ہے، لیکن ان روایتون مین سے تیسری کا مسئلہ زیر بحث ہے، تو کوئی تعلق نہین معلوم ہوتا، اسمین تو صرف یہ مضمون ہے کہ حضرت معاذؓ رسول اللہ صلعم کے قریب کھڑے ہوئے مصروف گریہ تھے، یہ صحیح ہوگا، لیکن اس سے ان چیزون کی جو لکھی جاچکی ہین، کسی طرح بھی تردید نہین ہوتی، رہ گئین وہ دو روایتین جو ابن عساکر اور مسند احمد کے حوالہ سے بیان کی گئی ہین، یہ روایتین اگر اسی صورت مین مروی ہین، (مراسلہ نگار صاحب معاف فرمائین انکی خدمت مین تعارف سابقہ بالکل نہین، ورنہ انکے اعتماد پر انھین بالکل صحیح تسلیم کرلیا جاتا) سو اول تو یہ مشہور و معلوم ہے کہ ابن عساکر اور مسند کے رجال اس پایہ کے نہین، جیسے کہ صحاح کے ہین، اس لئے محض یہ روایات استناد کے اعلیٰ مرتبہ پر نہین، لیکن بالفرض یہ تمامتر صحیح بھی ہون، تو حضرت بلالؓ اور حضرت ابو ایوبؓ کے ان افعال کو ان کے غلبۂ محبت اور وفور جوش پر محمول کیا جائیگا چنانچہ حضرت بلالؓ کے متعلق تو روایت ہی مین تصریح ہے کہ وہ بیہوش ہونے لگے جو دوسرون کے لئے سند اور حجت کا کام نہین دے سکتے، قاضی عیاضؒ، ملا علی قاریؒ امام غزالیؒ، شیخ عبد الحق دہلویؒ اور فقہاء حنفیہ کے حوالون سے سچ مین جو عرض کیا گیا تھا، وہ شریعت کا ایک عام ضابطہ و قانون تھا، باقی اہل محبت پر غلبۂ حال و وفور جوش مین اضطراراً جو کیفیات طاری ہوجاتی ہین، ان پر کون اعتراض کرسکتا ہے، البتہ دوسرون کیلئے جو حال سے بیگانہ ہین محض ریاءً و تقلیداً انکا اتباع بھی جائز نہین، اور شریعت کا ضابطہ نظام ان مستثنیات کی بنا پر نہین قایم ہوسکتا، خضرؑ کے لئے ایک بیگناہ کا قتل کر ڈالنا جائز ہوگیا، لیکن ہم آپ اگر کسی کو بے قصور طمانچہ بھی ماردین، تو شریعت کے قانون مین مجرم قرار پائین گے، (سچ، جلد ۵، نمبر ۱۶)

Marfat.com

باب ۱۳

"روضۂ جنت"

اللہ ٹھنڈا رکھے اگلوں کی تربتوں کو، تربت مبارک کی حفاظت اور لوگوں کی نظر سے مخفی رکھنے کا کیسا کیسا انتظام کر گئے ہیں، دین کے بادشاہ کا جسد مبارک جہاں مع دونوں وزیروں صدیقؓ و فاروقؓ کے آرام فرما ہے، وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ تھا، ستراسی سال تک حجرہ اپنی اصلی حالت میں زیارت گاہ خلائق بنا رہا، لیکن رسول صلعم کا جمال دیکھنے والے اور ان دیکھنے والوں کے دیکھنے والے ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے تھے، ہجرت کی پہلی صدی ابھی ختم بھی نہیں ہونے پائی تھی، کہ خلیفہ ولید کے حکم سے والی مدینہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک مستحکم سنگی عمارت حجرہ صدیقہؓ کے گرداگرد تعمیر کرا دی جس میں کوئی دروازہ نہ رکھا، تربت اطہر تو حجاب میں تھی ہی، اب حجرۂ شریفہ اس حجاب میں آگیا، اور مشتاقان جمال کو اس بیرونی عمارت کی زیارت پر قناعت کرنا پڑنے لگی کچھ روز کے بعد مزید تحفظ کے خیال سے ایک اور احاطہ پتھر کے ستونوں اور محرابوں کا اس عمارت کے اردگرد بھی بنا دیا گیا، اور گنبد خضرا اسی احاطہ پر قایم ہے، اس احاطہ پر کلمۂ طیبہ سے منقش پردے پڑے رہتے ہیں، اور اس کے دو دو ہاتھ کے فاصلہ پر چاروں طرف فولاد یا پیتل کی زرد جالیوں کی دیواریں ہیں، اور اب زائر کے

Marfat.com

کے پیش نظر صرف یہی جالیان رہتی ہین، یہ اہتمام اور انتظام چودہوین صدی ہجری اور بیسوین صدی عیسوی مین جس پہلو اور جس اعتبار سے بھی دیکھیے، سرتا سرضروری ومناسب نظر آئیگا، تربت مبارک اگر بغیر اتنے حجابات کے کہین کھلے میدان مین ہوتی تو شریعت سے بیگانے اہل ہوس واہل بدعت خدا معلوم اب تک کیا کر گذرے ہوتے! اور پھر جو اہل نظر ہین، وہ اس نظارہ بے حجاب کی تاب کیونکر لاسکتے! ان کے علاوہ اور بھی متعدد مصلحتین ہین، جو ہر غور کرنے والے کی سمجھ مین آسکتی ہین،

زیارت سے فراغت ہوچکی ہو، تو درود وسلام پڑھتے ہوئے اب مسجد کے اس حصہ کی طرف آئیے جس کی بابت زبان اقدس سے ارشاد ہوا ہی کہ:-

ما بین بیتی (او قبری) ومنبری روضة من ریاض الجنة،

میرے مکان (یا میری قبر) اور میرے منبر کے درمیان جو کچھ ہے، وہ جنت کے باغون مین سے ایک باغ ہی،

اور اسی بنا پر اس قطعہ کا نام بھی "روضہ" یا "جنت کی کیاری" پڑگیا ہی، بالین مبارک کی طرف اب جو جالیان ہین، وہان سے "روضہ" کے حدود شروع ہوتے ہین، اور منبر پر ختم ہوتے ہین، جو تخمیناً پچیس تیس فٹ کے فاصلے پر رکھا ہوا ہی، یہ منبر کہا جاتا ہی کہ سلطان مراد کا بنوایا ہی، لیکن رکھا ہوا اسی جگہ پر ہی جہان منبر نبوی رہتا تھا، منبر اور بالین کے درمیان منبر سے ڈھائی تین گز کے فاصلے پر محراب النبیؐ اور مصلی نبوی ہین، یعنی وہ مقامات جہان اپنے رب کے سب سے بڑے پوجنے والے نے نمازین پڑھی ہین، سجدے کیے ہین، رکوع کیے ہین، امامت فرمائی ہی، اس خطۂ نور کی نورانیت

Marfat.com

الفاظ میں کیونکر بیان کیا جائے! حدیث کی شرح میں شارحین کے قول مختلف ہیں، کوئی یہ کہتا ہی کہ اتنا ٹکڑا نزولِ رحمت وحصولِ سعادت میں جنت کے باغیچون کے مثل ہی، اور اس لئے اسے چمنِ جنت کہا گیا، کسی کا فرمانا یہ ہے کہ یہان کی عبادت نہایت مقبول ہے اور اس کے سبب یقیناً باغِ جنت ملے گا، اس مناسبت سے اسے روضۂ جنت ارشاد فرمایا گیا، اور بعض شارحین کا قول یہ ہی کہ اس ارشاد کو ظاہر ہی پر محمول رکھا جائے یعنی یہ ٹکڑا حقیقۃً جنت ہی کا ٹکڑا ہی، اور قیامت کے دن بعینہٖ جنت کیطرف اٹھا لیا جائیگا، یہ شارحین اور تاویلین حضین علامہ ابن حجر نے فتح الباری مین نقل فرمایا ہی، اپنی اپنی جگہ پر بالکل صحیح و درست ہین، عبادت اگر یہان کی بھی مقبول نہ ہو گی تو اور کہان کی ہو گی نزولِ رحمت اور حصولِ سعادت اگر یہان بھی نہ ہو گا تو اور کہان ہو گا، یہ سب صحیح ہی لیکن صحیح ترین مفہوم وہی ہی جو سب سے آخری قول مین نقل ہوا، کوئی اور مانے یا نہ مانے لیکن جن خوش نصیبون کو اس خطۂ بہشتی کی زیارت نصیب ہو چکی ہے، اُنکا دل تو یہی پکاریگا، اسی کو مانے گا، اور یہی سمجھے گا، اتنا حسین، اتنا جمیل، اتنا دلکش، اتنا جاذبِ نظر، اتنا پر انوار قطعہ اس ناسوتی اور فانی دنیا کا ہو نہین سکتا! یقیناً اسے جنت الفردوس ہی سے اٹھا کر لایا گیا ہی، اور دنیا کی بربادی کے وقت اسے ہر قسم کی گزند سے محفوظ رکھکر انشاء اللہ بجنسہ وہین پھر اٹھا لیا جائیگا!

اور محض دل کی آواز نہین محض قلب ہی کا فتوی نہین اگلے بزرگون میں بھی بعض محققین کرام اسی جانب گئے ہین، شیخ دہلوی علیہ الرحمۃ نے اسی کو قبول فرمایا اور اگلی شرحون کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ... [illegible]

"تحقیق آن ست کہ کلام محمول بحقیقت خود است، و مابین حجرۂ آنحضرت صلعم و منبر شریف بحقیقت روضہ ایست از ریاض جنت بآن معنی کہ فردائے قیامت آن را بہ فردوس اعلیٰ نقل کنند و در رنگ سائر بقاع ارض فانی و مستہلک نگردانند چنانچہ ابن فرحون و ابن جوزی از امام مالکؒ نقل کردہ اند، و اتفاق جماعۂ از علمائے بآن نیز منضم ساختہ، و شیخ ابن حجر عسقلانی و اکثر علمائے حدیث ترجیح این قول کردہ اند، ابن ابی حمزہ کہ از کبار علمائے مالکیہ است فرمودہ، کہ احتمال دارد کہ عین این بقعۂ شریفہ روضہ از ریاض جنت باشد کہ از آنجا بہ دار دنیا فرستادہ باشند، چنانچہ در شان حجر اسود و مقام ابراہیم واقع است، و بعد از قیام قیامت ہم بہ مقام اصلی خودش برند"

(جذب القلوب، باب ۸)

اور اسے نقل کرنے کے بعد شیخ حسب توقع خود بھی اسی معنی کی تائید کرتے ہیں:-

"این معنی از روے حقیقت جامع جمیع معانی ست کہ دیگران گفتہ اند"

بعض کتابوں میں بیہقی کے حوالہ سے یہ روایت دیکھنے میں آئی، کہ ہر صبح کو ستر ہزار فرشتے اس روضۂ جنت پر اترتے ہیں، اور شام تک درود شریف پڑھتے رہتے ہیں، اس کے بعد واپس چلے آتے ہیں، اور نئے ستر ہزار آجاتے ہیں، جو اسی طرح صبح تک درود شریف پڑھتے رہتے ہیں، اس روایت میں تو ستر ہزار فرشتوں کا ذکر ہے، جو پھر بھی ایک تعداد محدود و متعین کا نام ہے، جو آنکھیں اس روضہ کے دیدار جمال سے مشرف ہو چکی ہیں، وہ تو اسکی تصدیق کرنے کو تیار ہیں، کہ ہزاروں اور لاکھوں کے عدد کیسے، بے شمار اور بے تعداد فرشتے ہر لحظہ اور ہر ساعت اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے اس مرکز نور کو منور سے منور تر بناتے رہتے ہیں!

Marfat.com

اسی روضہ کے اندر وہ آٹھ ستون بھی ہین جنھین "اسطوانات رحمۃ" کہا جاتا ہے، ان کے پاس نمازین پڑھنے کی خاص فضیلتین آئی ہین، روضہ بھر مین کہین بھی نماز پڑھئے سارا تختہ، تختۂ جنت ہی لیکن اگر آسانی سے بلا زحمت و کشمکش، ان مین سے کسی ستون کے پاس جگہ مل جائے، تو سبحان اللہ نورٌ علی نور،

(۱) اسطوانہ مخلقہ، یہ ستون عین مصلی نبیؐ کی پشت پر ہی منبر تیار ہونے سے قبل رسول اللہ صلعم اسی جگہ کھڑے ہو کر خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے تھے، ستون حنانہ جس نے منبر کی تیاری کے بعد حضور سے جدا ہونے پر گریہ و بکا کیا تھا، ٹھیک اسی مقام پر تھا،

(۲) اسطوانہ حرس یا اسطوانہ علیؓ، یہان صحابۂ کرام حضورؐ کی دربانی یا پہرہ کے لئے بیٹھے رہتے تھے، اور اکثر یہ خدمت حضرت علیؓ سے متعلق رہتی تھی، اور آپ کثرت سے نمازین یہین ادا فرماتے تھے،

(۳) اسطوانہ وفود، باہر سے جو وفد حضور صلعم کی خدمت مین حاضر ہوتے، ان سے اکثر اسی مقام پر ملاقات فرمائی جاتی،

(۴) اسطوانہ ابی لبابہؓ، حضرت ابی لبابہؓ مشہور صحابیون مین ہین، ایک مرتبہ آپ جہاد مین نہ گئے، بعد کو خود ہی ندامت ہوئی، اور اس زور کا احساس ندامت ہوا کہ اپنے کو مسجد مین ایک ستون سے باندھ دیا، بالآخر جب رحمت عالم صلعم جہاد سے واپس تشریف لائے، اور ابو لبابہؓ کی بریت مین وحی نازل ہوئی تو اپنے دست مبارک سے ابولبابہؓ کو کھولا۔

(۵) اسطوانہ سریر، اس ستون کے پاس رسول اللہ صلعم حالت اعتکاف مین کبھی کبھی کھجور کے بوریئے پر آرام فرماتے تھے۔

Marfat.com

(۶) اسطوانہ جبرئیل، حضرت جبرئیلؑ اکثر وحی اسی مقام پر لیکر آئے ہیں،

چار ستون یعنی اسطوانہ حرس، اسطوانہ وفود، اسطوانہ سریر، اسطوانہ جبرئیل، بالین مبارک کی جالیوں والی دیوار میں ایک ہی قطار میں قریب ہیں،

(۷) اسطوانہ عائشہؓ جس جگہ اب مصلی بنی ہے اس کے اختیار کرنے سے قبل رسول اللہؐ نے کچھ روز یہیں نماز ادا فرمائی ہے ایک مرتبہ حضور صلعم کی زبان مبارک سے یہ نکلا تھا، کہ میری مسجد میں ایک جگہ ایسی ہے کہ اسکی فضیلت اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے، تو وہاں جگہ پانے کے لئے لوگ قرعہ ڈالیں، اُس وقت سے صحابہؓ کو برابر اس جگہ کی جستجو رہنے لگی حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ نے اس جگہ کا پتہ اپنے بھانجے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو بتایا اسی مناسبت سے اسے اسطوانہ عائشہؓ کہتے ہیں،

(۸) اسطوانہ تہجد، یہ مقصورہ شریفہ کی پشت کی جانب ہے (یعنی شمالی دیوار میں) کہا جاتا ہے کہ یہاں رسول اللہ صلعم نے تہجد کی نمازیں ادا فرمائی ہیں، سعودی حکومت نے یہاں نماز پڑھنے کی، بلکہ یہاں تک پہونچنے کی ممانعت کر دی ہے، شاید اس خیال سے کہ یہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے تربت مبارک سامنے پڑتی ہے،

روضۂ جنت میں جہاں کہیں بھی جگہ مل جائے، اپنی خوش نصیبی سمجھئے، لیکن اس کے لئے دوسروں کی جگہ زبردستی چھین لینا، ایک دوسرے سے دھکم دھکا کرنا آداب مسجد اور وقار دربار نبویؐ کے بالکل منافی ہے، اور حق یہ ہے کہ اسکی ضرورت بھی نہیں پڑتی، شدت ہجوم کے زمانہ میں بھی، اسے یہاں کی کرامت سمجھئے، یا جو کچھ کہ ہر آرزومند کو اس محدود رقبہ کے اندر جگہ مل ہی جاتی ہے، حالانکہ کل گنجائش ...

Marfat.com

شاید ڈھائی تین سو نمازیوں سے زائد کی نہ ہو، صرف چند لمحے صبر و انتظار کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں تک کہ مصلی نبی جو موسم حج میں کبھی نمازیوں سے خالی نہیں رہتا اور جس پر مشتاقوں کے جھمٹ ٹوٹے پڑتے ہیں، وہاں بھی کچھ ہی دیر کے صبر و انتظار کے بعد جگہ مل کر رہتی ہے، البتہ اتنا خیال اپنے کو بھی رہنا چاہیے، کہ اس جگہ پر بہت دیر تک اپنا قبضہ نہ رکھے، اس پر سب مسلمانوں کا حق یکساں سمجھے، اور ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھکر جلد اس جگہ کو دوسرے آرزومندوں کے لئے خالی کر دے، یہیں منبر کے قریب اور ایک دوسرے مقام پر بھی بہت سے کلام مجید رکھے رہتے ہیں، جسکا جی چاہے پڑھے، غرض روضۂ جنت کے اندر قدم رکھنے کے بعد جتنی دیر چاہیے نماز پڑھیے، جب تک جی میں آئے قرآن کی تلاوت کرتے رہیے، اور جب تک دل لگتا رہے، درود خوانی میں مصروف رہیے، ہر عمل جنت ہی کی طرف لیجانے والا ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مواجہہ مبارک میں جو رعب و جلال ہے، اور وہاں حاضر ہو کر قلب پر جو ہیبت طاری ہوتی ہے، وہ یہاں مفقود ہے، یہاں سکون، اطمینان اور ٹھنڈک ہے، یکسوئی اور حضور قلب کے ساتھ جب تک ہمت یاوری کرے، مناجات میں لگے رہیے، عرض معروض کرتے رہیے، دعائیں مانگیے، اپنی ذات کے لئے، بزرگوں کے لئے، عزیزوں کے لئے، دوستوں کے لئے، ساری امت اسلامیہ کے لئے، سب کے لیے بھلائی چاہیے، اپنے گناہوں کو یاد کیجئے، اپنی تباہ کاریوں کا حساب لگائیے، روئیے، اور گڑگڑا گڑگڑا کے سجدوں میں گریئے، اور کسی کو منائیے، دل سے بھی روئیے، اور آنکھوں سے بھی سیلاب بہائیے، نہ یہ جگہ سب کہیں نصیب، اور نہ یہ گھڑیاں ہر وقت حاصل!

Marfat.com

جمعہ کا دن مسلمانون کی عید کا دن ہوتا ہی، پھر مدینہ کا جمعہ اور مسجد نبوی صلعم
کا جمعہ، جس کے نصیب مین یہ آجائے، اس کے نصیبہ ور ہونے مین کسے کلام ہو؟
لیکن جس نے اپنا نام قادرِ علی الاطلاق رکھا ہی، جس نے اپنی شان غنی عن العالمین
بیان کی ہی، اُس کی کارفرمائیون کے بھید کون پا سکا ہی، اور اس کی مشیت کی
باریکیون کی تھاہ کس کو مل سکی ہی، آفتاب عالمتاب ہی، سارے عالم کی آنکھون
کو روشن کر دیتا ہی، لیکن اسی عالم کے اندر ایسے جاندار بھی موجود ہین، جن کے حق مین
یہی نورِ عالمتاب آنکھون کا حجاب بنجاتا ہی، مدینہ پر اس وقت سعودی حکومت
کا پرچم لہرا رہا ہی، سلطانِ حجاز کی طرف سے مدینہ مین جو امیر (گورنر) مقرر ہین، وہ
عیسائیون کی طرح ہفتہ مین صرف ایک دن، ایک وقت کے لئے مسجد مین حاضر
ہونا ضروری خیال فرماتے ہین، "حاضر ہونا" غلط کہا گیا، وہ حاضر نہین ہوتے
ہین، مسجد مین "تشریف لاتے ہین" تشریف آوری کی شان یہ ہوتی ہی، کہ نمازِ جمعہ
کے وقت مقررہ سے تین گھنٹے قبل (یہ مین گھڑی کے حساب سے پوری ذمہ داری کے
ساتھ عرض کر رہا ہون) سے "روضۂ جنت" کا ایک معتد بہ حصہ عام نمازیون اور
عبادت گذارون سے خالی کرایا جانے لگتا ہی، اور منبر سے لیکر مصلی نبی تک کا حصہ
بقدر تین صفون کے، ہر نماز پڑھنے والے سے، ہر تلاوت کرنے والے سے، ہر درود
پڑھنے والے سے کبھی طوعاً، اور زیادہ تر کرہاً، خالی کرالیا جاتا ہی، اس لئے کہ امیر
مع اپنے خدم وحشم کے تشریف لا رہے ہین! (خدا کا شکر ہی کہ اس طرح کی تشریف آوری
ہفتہ مین ایک ہی بار ہوتی ہی!) اور یہ خالی کرانے والے سعودی حکومت کے سپاہی
نیز "محکمۂ امر بالمعروف" کے عہدہ دار ہوتے ہین! محکمہ کا مقصد شریعت کا نفاذ اور

بدعتوں کا مٹانا بتایا جاتا ہی، لیکن خاص جمعہ کے مبارک و متبرک دن عین صاحب بعثت علیہ الصلوۃ والسلام کے دربار میں "بدعتوں" کو یوں مٹایا جاتا ہی! "امر بالمعروف" کی یوں جسارت کیجاتی ہی! "توحید عملی" کی یوں منادی کیجاتی ہی، مساوات و اخوت اسلامیہ کا درس، صرف رعایائے حجاز ہی کو نہیں ساری دنیائے اسلام کو یوں دیا جاتا ہی!۔

اللہ کا حلم، بیشک بہت بڑا ہی، لیکن کیا ہمیشہ مہلت ہی دیتا چلا جاتا ہی!

نماز سے ذرا پہلے امیر صاحب (غالباً موٹر پر) تشریف لاتے ہیں، اور مسجد کے اندر اس شان سے داخل ہوتے ہیں، کہ بندوقچیوں کا ایک پورا دستہ ہمراہ، آگے بھی سپاہی اور بائیں بھی سپاہی، اور اس غول کے اندر امیر صاحب نہ کسی سے مصافحہ نہ کسی سے سلام علیک! قدم قدم پر حکومت کی شان عیاں، اور امارت کے نشانات نمایاں، بس یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا ہندوستان کی سرزمین پر مائیکل او ڈائر، یا جنرل ڈائر اپنے اردلیوں اور اپنے فوجیوں کی قوت پر نازاں، اپنی کالی رعایا کے سامنے، اکڑتا اور جھومتا ہوا چل رہا ہی، لوگ کہتے ہیں کہ ترک بادشاہ اپنے نام کے ساتھ "خادم الحرمین الشریفین" لکھتے تھے، اور اس پر فخر کرتے تھے، اب سلطان نجد، و جلالۃ الملک، گو اپنی سلطنت اور جاہ میں ان سے بہت چھوٹے ہیں، ایسا کیوں نہیں کرتے؟ جواب ظاہر ہی جس سلطان کے نائب اور جس "ملک" کے گورنر تک "خادم" ہونے کے بجائے "مخدوم" ہوں اور حرم کے اندر عین عبادت و تضرع کے وقت، عین خشیت و انابت کے موقع پر بھی، اپنے مخدوم اور اپنے حاکم ہونے کا یوں مظاہرہ فرماتے رہیں، وہ کیا کوئی دیوانہ ہی، جو اپنے کو "خادم" کہتا رہے، اور اپنے تذلل و افتقار کو اپنے لئے باعث شرف سمجھتا رہے؟ —— دوستو اور عزیزو ایمان سوال

حنبلیت و حنفیت کا نہیں، وہابیت اور سنیت کا نہیں، ابن تیمیہؒ اور ابو حنیفہؒ کی تقلید کا نہیں، سوال صرف قوت و اقتدار، حکومت و امارت کا ہی، عبدالعزیز آل سعود آج ایک ہی ملک، نادر ملک کو جھکتے ہوئے اور ریجھتے ہوئے، بچھے ہوئے اور دبتے ہوئے، گڑگڑاتے ہوئے اور لرزتے ہوتے آج تک کس نے دیکھا ہی؟ اقبال نے کہا تھا ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

پھر نہ بندہ رہا کوئی نہ کوئی بندہ نواز!

لیکن دنیا اُس وقت سے بہت آگے بڑھ چکی ہی، اب محمود اپنی صف ہی "ایاز" کی صف سے الگ رکھے گا، بھلا اب تو کوئی "بندہ" اور "بندہ نواز" کے فرق و امتیاز کو مٹا دیکھے؟

Marfat.com

باب ۱۴

مسجدِ نبوی

مسجد پاک کے کن کن حصوں کی پاکیاں اور کن کن گوشوں کی بڑائیاں گنائی جائیں اور جو ہمہ خوبی و ہمہ محبوبی ہو، اسکے کس کس جزو کے حسن و جمال کا نقشہ کھینچا جائے، سوا اسکے کہ ایک ہی بار

گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد!

پڑھ کر خاموشی اختیار کر لی جائے، ابھی "روضۂ جنت" کا ذکر تھا، "روضہ" کے اندر ہی محراب النبی ہے اس کے مقابل روضہ کے باہر منبر نبوی کے دوسری جانب محراب سلیمانی ہے، سال کے بیشتر حصہ میں چونکہ جماعت، مسجد کی وسعت و گنجائش کے لحاظ سے بہت مختصر ہوتی ہے، اس لئے امام محراب نبوی میں کھڑا ہوتا ہے، اور نمازی روضہ میں ہوتے ہیں لیکن حج سے آگے پیچھے موسم زیارت میں جب مجمع کئی گنا بڑھ جاتا ہے، تو امام، محراب النبی کو چھوڑ کر چند صفیں آگے بڑھ کر محراب عثمانی میں کھڑا ہونے لگتا ہے، اور نمازی مسجد کے سارے عرض و طول میں پھیل جاتے ہیں، یہ محراب ذوالنورین خلیفۂ ثالث رض کی تعمیر کرائی ہوئی ہے اس کی نورانیت کا بیان کس زبان سے ہو! ——— غرض ساری مسجد ... کی ہے، اور اللہ کے بندوں کے لئے ہے، جہاں چاہئے نماز پڑھئے، اور جس جگہ دل میں آئے اپنے مولا سے راز و نیاز میں لگ جائے، چپہ چپہ انوار سے معمور، ذرہ ذرہ برکتوں سے پرنور

Marfat.com

کس حصہ کو بڑھائیے، اور کس کو گھٹائیے! یہ فخر عمر بھر کہین مٹنے والا، اور یہ شرف زندگی بھر کبھی بھولنے والا ہے، کہ جس زمین کے ذرات کو رسول خدا صلعم کے قدمون نے مس کیا، جہان صدیقون نے نمازین پڑھین، جہان شہیدون نے سجدے کیے، جہان نور کے بنے ہوئے فرشتون نے بار بار فخر و ناز کے ساتھ حاضری دی، ہان زمین کے جس ٹکڑے پر آسمان کو رشک آرہا ہو، آج وہان ایک خاک کا پتلا، حرص و ہوا کا بندہ، آزادی کے ساتھ بے روک ٹوک چلے پھرے، ہنسے بولے، روئے اور گڑگڑائے!

یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے!

پہلے کسی زمانہ مین چار مصلے تھے، جو چارون امامون کی جانب منسوب تھے، اب صرف ایک ہی مصلے ہے جس پر مذاہب اربعہ کے امام مختلف اوقات پنجگانہ مین باری باری نماز پڑھاتے ہین، اور ہر امام کے پیچھے ہر وقت نماز مین، باقی مذاہب ثلثہ کے پیرو جوق جوق نمازین پڑھتے ہین، چار مصلون کو توڑ کر ایک مصلے قایم کردینا، نجدی حکومت کی یقیناً ایک بدعت حسنہ ہے، کاش اسی طرح تفریقون کو مٹا کر وحدت امت کا خیال، اس حکومت نے دوسری چیزون مین بھی رکھا ہوتا! فجر کی نماز حنبلی (نجدی) امام پڑھاتا ہے، ظہر شافعی امام سے متعلق ہے، عصر مالکی امام کے اقتدا مین ادا کیجاتی ہے مغرب کی امامت پھر حنبلی امام کے پیچھے ہوتی ہے، اور عشا کے وقت حنفی امام کی نوبت آتی ہے، نماز جمعہ پھر حنبلی امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہے، اس طرح حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب کو ایک دوسرے کے پیچھے ہر روز نمازین پڑھنی پڑتی ہین[1] اور یہی معنی ہین

[1] بعد کو خبر آئی کہ حنفی اور شافعی امام موقوف کردیئے گئے اور صرف مالکی و حنبلی امام باقی رہ گئے، افسوس!

Marfat.com

وحدت امت اسلامیہ کے، مذاہب اربعہ کی تقسیم سہولیت اور آسانی پیدا کرنے کے لئے ہے، نہ کہ امت اسلامیہ کو مختلف ٹکڑیون مین توڑ دینے، اور ایک کو دوسرے کے مقابل وحریف بنا دینے کے لئے چار جماعتین الگ الگ ہونے مین وہ لطف اور وہ حسن کہان باقی رہ سکتا ہی، جو سب کے یکجا پڑھنے اور ایک امام کی اقتدا کرنے مین آتا ہی شیعون کے لئے کسی علیحدہ جماعت کا انتظام نہین، خالی اوقات مین شیعون کی چھوٹی چھوٹی جماعتون کو روضہ مین اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا گیا، اور چودھری محمد علی ردولی کے جو شیعہ تو ہم لوگون کی جماعت مین بے تکلف شریک ہو جایا کرتے تھے، کاش یہ فراخ دلی شیعہ فرقہ مین عام ہو جاتی!

فرض نمازون کی اذان کے علاوہ، یہان تہجد کی اذان بھی، ہندوستان کے وقت کے اندازہ سے کوئی ڈھائی پونے تین بجے شب کو ہوتی ہی اُسی وقت حرم مدنی کے دروازے کھل جاتے ہین، اور اسی وقت خلقت کے ٹھٹ کے ٹھٹ، جو دروازون سے لگے ہوئے باہر کھڑے ہوتے ہین، ذوق وشوق کے ساتھ لمبے لمبے قدم رکھتے ہوئے اندر داخل ہونے لگتے ہین، اور سب کی تمنا یہ ہوتی ہی کہ سب سے پہلے مصلےٰ نبوی پر یا کم از کم روضہ کے کسی حصہ تک جا پہونچین، تخمیناً گھنٹہ پون گھنٹہ کے بعد فجر کی اذان ایسے وقت ہوتی ہی کہ خوب اندھیرا چھایا ہوتا ہی حنبلی امام کی قرأت عموماً بہت طویل ہوتی تھی، پھر بھی جب نماز ختم ہوتی، اندھیرا اچھا خاصہ باقی رہتا، اور لوگ تارون کی چھاؤن مین گھر واپس جاتے، دن نکلنے سے لیکر کوئی چار ساڑھے چار گھنٹہ کا وقت مسجد نبویؐ مین نسبتہً تخلیہ کا ہوتا ہی، اس وقت ہجوم اور وقتون کے مقابلہ مین کم ہوتا

Marfat.com

ہے "روضہ" کے اندر نفلین پڑھنے کا یہی بہترین وقت ہوتا ہی، مصلےٰ نبوی ﷺ پر بھی نماز پڑھنے
کا موقع ملجاتا ہی، جس خوش قسمت کی رسائی یہان تک ہو جائے، اسے یہ نہ بھول
جانا چاہیے کہ خدا معلوم کتنے دوسرے بھی اسی مصلے پر نماز پڑھنے کے آرزو و اشتیاق
مین ہین، اس لئے اس جگہ پر بہت دیر تک اپنا قبضہ نہ جمائے رکھے بلکہ جلد دوسرون
کے لئے جگہ خالی کر دے، حضورِ قلب کے ساتھ اگر چار بلکہ دو رکعتون کا بھی موقع ملجائے
تو بالکل کافی ہی، ظہر مین ابھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہوتا ہے کہ پھر زائرون اور نمازیون
کا ہجوم بڑھنے لگتا ہی، ٹھیک دوپہر کو بالکل اول وقت، نماز ظہر ادا ہوتی ہی، اور ٹھیک
اس کے کوئی تین گھنٹے بعد بالکل اول وقت نماز عصر بھی، عصر کے بعد پھر گھنٹہ ڈیڑھ
گھنٹہ ذرا مجمع کم رہتا ہی، یہان تک کہ مغرب مین جب گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی رہتا ہی
بڑھنا شروع ہو جاتا ہی، اس وقت صحن بھی عموماً گھر جاتا ہی، اور درس حدیث و دیگر
صرف و نحو کے حلقے جا بجا قائم ہو جاتے ہین، مغرب کے بعد بعض لوگون کے وعظ بھی
اکثر سننے مین آئے، ان مین ایک "واعظ" بڑی بلند آہنگی کے ساتھ اردو مین بولتا
رہتا تھا، اپنے کو دہلی کا باشندہ بتاتا تھا، لیکن لہجہ مین پنجابیت اچھی خاصی تھی، ہندوستان
مین تو کوئی اسے جانتا نہین، مگر یہان اس کا شمار "علما" مین تھا، قرآن کی عبارتیں
غلط پڑھتا، اور اس کے معنی غلط تر بیان کرتا، اور "غیر مقلدی" کی تبلیغ بیباکی، اور
بدزبانی کے ساتھ کیا کرتا، ایک روز مین ذری کی ذری کھڑا ہو کر سننے لگا تو کہہ رہا
تھا کہ "جو لوگ یہان کی خاک بطور تبرک لیجاتے ہین، وہ سخت گنہگار ہون گے، اور
ہرگز نہ بخشے جائین گے، اس لئے کہ قرآن مین آچکا ہی، ان اللہ لا یغفر ان یشرک"
عشا کی نماز مغرب کے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہوتی ہے، اس وقت کے امام حنفی

تھے جو ماشاء اللہ تجوید سے واقف ہین، اور خوش الحان بھی ہین، حنبلی امام کے برخلاف
قرات مختصر کرتے اور ارکانِ نماز بڑے اطمینان سے ادا کرتے اس لئے قدرۃً اس نماز
مین اور تمام نمازون سے زیادہ جی لگتا، جماعت عشا کے کچھ دیر کے بعد مسجد ہر شخص سے
خالی کرالیجاتی، خدام کھوج لگاتے ہین، کہ کہین کوئی شخص چھپکر تو نہین بیٹھ رہا ہو،
روشنیان گل کر دیجاتی ہین، اور دروازے بند ہو جاتے ہین، صرف دو ایک خادم
اندر رہجاتے ہین،

مسجد کے خدام عموماً سیہ فام خواجہ سرا ہین، حبشہ، مراقش، زنجبار وغیرہ افریقیہ کے
مختلف علاقون سے ترکون کے زمانہ مین نوعمر خواجہ سرا آ کر [illegible]
انھین خدمت حرمین کے لئے خرید لیتے تھے، سلطان ابن [illegible]
ہرگز نہ سنت رسول کے مطابق تھا، نہ سنت صحابہؓ کے، بحمد اللہ بند کر دیا ہے، تاہم پرانے
خواجہ سراؤن کی ایک تعداد (پچیس تیس کے قریب ہوگی) اب بھی باقی رہ گئی ہے،
حرم نبوی کے اصلی خدام چند سال قبل تک یہی لوگ تھے، اور اس مقدس چار دیواری
کے اندر سیاہ و سپید سب انھین کے ہاتھ مین تھا، اب انکے اختیارات بہت گھٹ
گئے ہین، اور تنخواہین بھی بہت کم ہو گئی ہین، نذرانون کی آمد نیان بھی یون ہی
سی رہ گئی ہین، تاہم ان کے حسن اخلاق، ان کے ولولۂ خدمت انکے حبِ رسول
مین اب بھی کوئی فرق نہین، انکا وہ سر سے پیر تک سفید براق لباس، وہ اونچی اونچی
ٹوپیان، وہ ڈھیلی ڈھیلی عبائین، وہ لمبی لمبی آستینین، ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد آنکھ
مین نظر مین ایسی کھب جاتی ہین، کہ پھر نکالنا چاہئے بھی، تو نہین نکلتین، مدینہ والے

خصوصاً حرمِ مدینہ والے، یون تو سب ہی آپ کی امداد و اعانت کے محتاج و منتظر، لیکن بن پڑے تو ان خدام کی کچھ خدمت، خلوصِ دل سے ضرور کیجئے، ان کو یہان کی اصطلاح مین "آغا" کہتے ہین، بیچارے اپنے وطن سے دور، اور اپنے عزیزون قریبون سے مہجور، آستانۂ نبیؐ پر پڑے ہوئے ہین، نہ کہین آنے کے نہ کہین جانے کے، کچھ بھی ہو جائے کیسے بھی انقلابات آئین، سارے شہر مدینہ کی آبادی خالی ہو جائے، پر یہ یہان سے نہین ٹلتے، جب دیکھئے، حجرۂ مطہرہ کی پشت پر، جانب شمال، باب جبرئیل، باب النساء کے درمیان اپنے وسیع چبوترہ (دکۃ الاغوات) پر بیٹھے ہوئے، اور کہا جاتا ہے کہ یہی چبوترہ کبھی اصحابِ صفہ کا صفہ (چبوترہ) تھا، ان کے کمزور جثون، ان کے نحیف جسمون سے بڑھکر ان کے سیاہ رنگ پر اگر کبھی نظر جائے، تو فوراً یہ یاد کر لیجئے، کہ فخرِ بلالؓ کس ملک کے اور کس رنگ کے تھے، موجودہ آغاؤن کے سردار خلیل آغا خاص طور پر خوش اخلاق ہین، ہندوستان بھی آ چکے ہین،

حرم کے اندر ایک خاص شخصیت "شیخ الروضہ" شیخ توفیق کردی کی ہے، جو ترکون کے زمانہ سے، اسی عہدہ پر ہین، نورانی چہرہ، سفید رنگ، پرسن، سفید داڑھی، بہ کثرت کلام مجید آس پاس لئے ہوئے، روضہ کے اندر منبر نبویؐ و مصلی نبویؐ کے درمیان بیٹھے ہوئے، تلاوت کے لئے جس وقت جتنی دیر تک جی چاہے، ان سے کلام لے لیکر پڑھتے رہئے، ایک صاحب نقیب العلماء کے لقب سے باب مجیدی کے صحن کے شمالی دالان مین لڑکون کو درس دیتے رہتے ہین، یہ بھی ملنے کے ہین، ذی علم، خوش اخلاق، بے طمع، ہندوستان کی سیر کئے ہوئے، پانچون

پرایک ایک دو دو نواب ہیں دربان، جنکا کام یہ ہی کہ جب آپ مسجد کے اندر قدم رکھنے لگین، تو اپنا جوتہ، یا چھتری، یا لالٹین، ان کے پاس رکھا دین، واپسی پر بہ حفاظت آپ کی چیز آپ کو مل جائیگی، اس مقدس مکان کی دربانی، کوئی معمولی چیز ہے! جس کے نصیب مین آجائے، اُسکی خوش نصیبی قابل رشک! باب جبرئیل کے دربان سے سابقہ زیادہ پڑتا رہا، ایک ہندوستانی ہین صوبۂ بہار کے رہنے والے، قمر الدین نام ہے، سالہا سال سے ترکِ وطن کئے، در رسول پر پڑے ہوئے ہین، عربی فارسی سب زبانین بقدر ضرورت سیکھ لی ہین، ذرا خوشدلی سے انکی خدمت کردیجئے پس پھر دیکھئے کیسے مہربان ہوجاتے ہین، اور آپ کے کیسے کیسے کام نکال دیتے ہین! باب النساء پر جو دربان ہین، ایک نورانی شکل کے پیرمرد ہین، ثقہ لوگون سے سننے مین آیا، کہ صاحب دل و صاحب نسبت ہین، باب مجیدی کے نواب سے صرف دو ہی ایکبار سابقہ پڑا! لیکن انکی خدمت مین جو کچھ پیش کیا گیا، اسے کسی طرح قبول نہ فرمایا، یہی کہتے رہے کہ میرے لئے کعبہ و عرفات مین دعا کردینا، یہی معاوضہ کافی ہے، یہ بے طمعی اور ایسی متوکلانہ روش ایسے موقع پر، جہان ہر وقت ترغیبات موجود ہون، قائم رکھنا بجائے خود ایک مجاہدہ ہے!

بلدۂ طیبہ مین قیام کی جگہین بہت سی ہین، زیادہ کرایہ کے مکانات [illegible] بھوپال، رباط ٹونک، حیدرآباد کی متعدد رباطین، وغیرہ وغیرہ [illegible] حیدرآباد کی ایک رباط مین آکر اترا، لیکن دوسرے تیسرے ہی روز قافلہ مختلف ٹکڑون مین تقسیم ہوگیا، مولانا مناظر صاحب، مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ بدستور

Marfat.com

رباط حسین بی بی میں مقیم رہے جو حرم سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھی، بعض دوسرے رفقاء بھی الگ الگ مکانات میں اٹھ گئے، لیکن جو جماعت بھر میں سب سے زیادہ کم ہمت اور بہانہ باز تھا، مجھ سے خاص اس کے چھ آدمیوں کے قافلہ کے، اللہ کے فضل و کرم نے حرم کے باب جبریل و باب النساء سے کل دس بیس گز کے فاصلہ پر، مولانا سید احمد کے مدرسۃ الدینیہ سے متصل، مولانا ہی کے ذریعہ سے جگہ دلادی! وہ کمزور دلوں اور ناتوانوں کا رب اپنے پست ہمت بندوں کی شادیوں ہی دستگیری کرتا رہتا ہے
مولانا سید احمد فیض آبادی کے احسانات وعنایات کا بیان کن الفاظ میں ہو؟ محض انھیں کے لطف و توجہ نے قیام کا مسئلہ یوں حل کر دیا اور اس کا پورا موقع ہم پہنچا دیا کہ جتنی دیر تک اور جتنی بار جی چاہے حرم میں حاضری ہوتی رہے اور پھر کھانے پینے اوڑھنے بچھانے اور ہر قسم کے سامان آسائش کی جس اہتمام و التزام کے ساتھ وہ ہر وقت خبر لیتے رہے، اس کی تفصیل اگر تحریر میں لائی جائے تو یقیناً ایک گروہ اسے مبالغہ بیانی پر محمول کرے

حرم کے دروازے نماز عشاء کے کچھ دیر بعد بند ہوجاتے ہیں، اور شب میں کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں، الا یہ کہ خدام و محافظین سے مخصوص اجازت قبل سے حاصل کر لی جائے[۱]، کون ایسا بد نصیب ہے جسے اس کی تمنا نہ ہوئی ہوگی؟ لیکن اس آرزو کے پورے ہونے کی آخر کیا صورت؟

حل این نکتہ هم از روئے نگار آخر شد!

---

[۱] اب یہ اجازت بھی نہیں مل سکتی۔

Marfat.com

ایک بار پھر اپنے انھیں فیض آبادی بزرگ اور ان کے حقیقی بھائی
حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا نام لینا پڑتا ہے کہ ایک کے مکتوب
نے اور دوسرے کی زبانی گفتگو نے اغوائے حرم، خصوصاً شیخ طلبائے آفاق کو
(جو حدیث میں موجودہ شیخ الحدیث دیوبند کے شاگرد بھی ہیں) گمراہ
کر دیا، اور ایک شب کہ شب دوشنبہ تھی، قیام کی اجازت اس نامراد
اور اس کے رفیقوں میں مولانا منظور صاحب کو مل گئی، چند اور اصحاب
کو بھی جو سب کے سب ہندی ہی تھے، اسی شب اجازت ملی جن میں
قابل ذکر میر نیرنگ صاحب (معتمد انجمن تبلیغ اسلام انبالہ) حیدرآباد
دکن کے وکیل مولوی ابوالخیر خیر اللہ صاحب ہیں، یہ شب کس طرح گذاری
اور کس نے کیا کیا کیا، اس کی شرح اخبار کے صفحہ پر لانے کی نہیں، صرف لوح
دل پر محفوظ رکھنے کی ہے، البتہ ایک بدنصیب ایسا تھا جس نے اپنی نا قدری
سے اس شب قدر کو بھی بالکل ضائع کر کے رکھا، وہ صحن میں پڑا سوتا رہا، جو
جتنی دیر تک جاگا اتنی دیر بھی اس کا وقت غفلت ہی کی نذر رہا، اور اپنی
محرومیوں اور کوتاہیوں کا کلمہ کس منہ اور کن لفظوں میں کرے، ہمالہ کو
حضرت خضر جیسے رہبر کامل ملے اور چشمہ حیوان تک رسائی ہوئی، لیکن نتیجہ
یہ واقعہ دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی بار ایک ہی شخص کو پیش آیا
ہے، خدا معلوم کتنے سکندر ہیں جنھیں ہر جگہ ہر وقت یہی پیش آتا رہتا
ہے ——— باقی اور بعض مہربانوں نے اس شب میں جو کچھ کیا
حکومت کے قانون، اور شریعت کے قانون دونوں کو جس طرح توڑا

Marfat.com

آستانۂ مبارک پر جس طرح سجدے کئے! اُس کے آستانہ پر سجدے کئے، جسکی ساری زندگی کا منشا اسی انسان پرستی کو مٹانا تھا، اُن کی بابت کیا کہا جائے، اور بیسویں صدی عیسوی کا دور یا جو بھی جو کچھ دکھا رہا ہے، اس کا رونا کہاں رویا جائے!

باب ۱۵

انوارِ مدینہ

مسجد نبوی ؐ کی زیارت ہو چکی آستانۂ نبوت، پر سلام عرض کیا جا چکا، صدیق رضؓ اور فاروق رضؓ کے دربار میں حاضری کے آداب بجا لائے جا چکے، گھڑیان اور گھنٹے گزر چکے، راتین آئین اور جا چکین، دن طلوع ہوئے اور ختم ہو چکے، لیکن ابھی وہان حاضر ہونا باقی ہے، جہان آدھی رات کو خواب اور آرام چھوڑ کر تشریف لیجا یا اور اپنے مولا سے راز و نیاز مین مصروف ہو جانا، خود محبوب رب العالمین کو محبوب تھا، اس مقام کا نام کون مسلمان ہے جسکو معلوم نہین؟ اس جگہ کی حاضری، کون سا دل ہے جسمین اس کا ارمان نہین، ہے بقیع الغرقد یا عرف عام کے مطابق جنت البقیع وہ خاک پاک ہے، جہان رسول صلعم کے چہیتے اور لاڈلے، اللہ کے برگزیدہ اور پیارے، ایک دو نہین، دس بیس نہین خدا معلوم کتنے اور کس تعداد مین، آرام فرما رہے ہین! حرم نبوی ؐ سے کچھ زیادہ دور نہین، مشرق کی جانب پیدل ٹہلتے ہوئے چلئے، تو آٹھ دس منٹ مین بآسانی پہونچ جائے گا، آبادی سے الگ ایک نہایت وسیع چار دیواری، اور اس احاطہ کے اندر کیا بتایا جائے کہ کیسے کیسے گوہر نایاب زیر خاک آسودہ ہین! ادھر دیکھئے تو جگر گوشۂ رسول صلعم صاحبزادہ ابراہیمؑ، جو اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے، اور نورِ نظر

Marfat.com

امام حسنؓ، اُدھر دیکھیے تو دونوں صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ و حضرت ام کلثومؓ اور شہیدِ کربلا کے لختِ جگر امام زین العابدینؓ ایک طرف امت کی شفیق مائیں، مائی عائشہؓ اور مائی حفصہؓ، مائی زینبؓ اور مائی ام سلمہؓ اور تقریباً ساری امہات مومنینؓ، اور دوسری طرف عم رسولؐ عباسؓ اور عمہ رسول صفیہؓ ایک گوشہ میں خلیفہ ثالث عثمان ذوالنورینؓ اور ایک ٹکڑے میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ اور اگر ایسی روایات بھی قبول کر لی جائیں جو ابھی تک محققین کے ہاں مقبول نہیں کی گئی ہیں تو خاتونِ جنت فاطمہ زہراؓ اور امیر المومنین علی مرتضیٰؓ بھی!

ایسے ایسے آفتاب اور ایسے ماہتاب جہاں زیرِ خاک ہوں، اُس زمین کی قسمت پر اگر خود آسمان بھی رشک کرنے لگے، تو کس کو حیرت ہو سکتی ہے؟ اور یہ چند نام تو صرف نمونہ کے طور پر لے دیے گئے، کہ ان سے اس خطۂ صالحین کی عظمت و نورانیت کا کچھ اندازہ ہو سکے، ورنہ جہاں ایک نہیں چند نہیں ہزاروں صحابی آرام فرما ہوں، جہاں بے گنتی شہدا و صدیقین مدفون ہوں، اور جہاں زمانہ صحابہ و تابعین سے لے کر اس تیرہ سو برس کے اندر بے شمار اولیا، کاملین اور ابرار صالحین کی ایک پوری بستی کی بستی آباد ہو چکی ہو، وہاں کے انوار و برکات کا احاطہ کرنا کس کے بس کی بات ہے! آج ان میں کوئی ایک ہستی بھی کہیں علیحدہ مدفون ہوتی، تو اس کا مزار مرجعِ خلائق بنا ہوتا، اور اس کے آستانہ پر ایک پورا میلہ لگا رہتا، لیکن یہاں روضۂ رسولؐ کا جوار ہے، بجلی کے قمقمے بڑے روشن سہی، ستاروں کی روشنی شبِ تار کی تاریکیوں کو کافور کر دینے والی سہی، اور خوش جمال ماہتاب ان سب سے روشن تر سہی، لیکن جب

آفتاب عالمتاب طلوع ہوتا ہے، تو اُس کے پہلو میں، کون ایسا ہے، جس کی روشنی ماند نہیں پڑجاتی! آستانۂ رسول صلعم سے فرصت کس کو، اور فرصت ہو بھی تو دل کس کا، کہ بقیع تک جائے، خواہ اس کا فاصلہ چند ہی قدم سہی! اسی حیص بیص میں دن گذرتے گئے، اور ٹلتے گئے، لیکن بالآخر ایک روز صبح سویرے بعد نماز فجر، کہ وہ وقت بقیع میں ہجوم کا بالکل نہیں ہوتا، حاضری کا ارادہ کر لیا اور داغستانی صاحب کی رہبری میں چل کھڑا ہوا۔

بقیع کو جا کر دیکھا، اچھی طرح دیکھا، کاش نہ دیکھا ہوتا! کاش وہاں جانے کی نوبت نہ آئی ہوتی! کاش وہاں کی حاضری جس طرح چند روز تک ملتوی ہوتی رہی تھی، ہمیشہ ٹلتی ہی رہی ہوتی! شاعر کا مصرعہ

بسا شوقا کہ شد بعد از ہجران رقم!

پڑھا جا رہا تھا، معنی کا تحقق آج جا کر ہوا! شریعت کے قانون میں شاندار مقبروں اور اونچے اونچے قبوں کی یقیناً گنجائش نہیں، قبروں کے پختہ کرنے تک سے نہی آئی ہے، اگر وہ نہی نہی تنزیہی سمجھی جائے، لیکن کیا قبور مسلمین کی توہین، چہ جائیکہ قبور صالحین وصدیقین کی اہانت، کا حکم بھی کہیں وارد ہوا ہے؟ حکم نہ سہی، کسی امام نے اس کی اجازت بھی دی ہے؟ نجدیوں نے قبے گرا دیئے، درست، قبریں بھی تمام ترکچی بنا دی گئی ہوتیں، تو حکومت کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہ تھا، لیکن یہ کیا قیامت ہے کہ مقبرۂ صالحین کو گرے ہوئے مکانات کا ملبہ بنا دیا جائے! کیا مسلمانوں کے کان اس سے بھی زیادہ صاف صاف سننے کے لئے تیار ہیں؟ اس کی ہیئت اس درجہ مسخ کر دی جائے

کہ دیکھنے والوں کو، پاکوں کے پاک مدفن پر نعوذ باللہ ایک طرح کے مزبلہ یا گھورے کا دھوکا ہونے لگے! ٹین کے ٹکڑے، ٹاٹ کے سڑے گلے ٹکڑے، بالوں کے گچھے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں، جو عموماً گھورے پر پھینک دی جاتی ہیں۔ ان پاک جسموں کی پاک تربتوں پر کثرت کے ساتھ پڑی ہوئی اپنی انکھیں آنکھوں سے دیکھنی پڑیں! بقیع کے مقابر ایک احاطہ کے اندر ہیں، احاطہ کا ایک پھاٹک ہے، پھاٹک پر سرکاری پہرہ رہتا ہے، ان پہرہ داروں کا کام یہ ہے کہ زائروں کو ہر بدعت سے روکیں، لیکن "بدعت" کی نجدی تعریف میں، قبورِ صالحین کی توہین، اور ان پر گندگی کا ڈالنا یقیناً داخل نہیں! گویا قبورِ صالحین کو اتنی گندی اور غلیظ حالت میں رکھنا (نعوذ باللہ) سنت و آثارِ سلف کے مطابق ہے!

امت اسلامیہ کی شورہ بختیوں کی کوئی انتہا ہے؟ ایک طرف اگر محبت کا نام کہیں سے کان میں پڑ گیا ہے، تو بس "مزارات" پر میلے ہیں، راگ ہے، ناچ ہے، نشہ بازیاں ہیں، بدکاریاں ہیں، طواف ہے، سجدہ ہے، چادر ہے، گاگر ہے، دوسری طرف اگر "اصلاح" اور "بدعت شکنی" کی بولی زبان نے سیکھ لی ہے، تو یہ بے ادبیاں ہیں، بے احترامیاں ہیں، اہانتیں ہیں، زندوں کی دل آزاریاں ہیں، اور مردوں کی تحقیر اور خواریاں ہیں! اضداد و نفسانیت کا دور دورہ ہے۔ فرقانہ جنبہ داریوں کی گرم بازاری ہے، کون کسے روک سکتا ہے، ہر زبان آزاد، ہر قلم بیباک، ہر ہاتھ گستاخ!

جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج!

ان سطور کے پڑھنے والون مین بہت سے ایسے ہین جو دلسوزی و نیک نیتی کیساتھ نجدی حکومت کے ہمدرد و ہواخواہ ہین، اور ان مین سے بعض ان سطور کے لکھنے والے کے کرم و مخدوم بھی ہین، از راہ کرم وہ عالم الغیب والشہادۃ کو گواہ کرکے خود اپنے قلب سے استفتا کرین، کہ آج اگر امام احمد بن حنبلؒ زندہ ہوتے، اور امام احمدؒ نہ سہی حافظ ابن قیمؒ یا ان کے استاد شیخ ابن تیمیہؒ ہی ہوتے، تو وہ بقیع کی اس گندی حالت کو گوارا فرما سکتے تھے، جو چودھوین صدی کے نجدی "حنابلہ" نے اس کی بنا رکھی ہے، یہ تو ایسی شے ہے، کہ بالفرض فقہ حنبلی نے اسے جائز رکھا ہوتا، تو بھی نجدی حکومت کو جمہور مسلمین کے مذاق کی رعایت لازمی تھی، چہ جائیکہ جب فقہ حنبلی مین سرے سے اس بابت کوئی حکم ہی نہ موجود ہو، مصالحِ امت کی اہمیت اسی سے واضح ہے، کہ خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا لحاظ رکھا ہے، اور حطیم کو خانۂ کعبہ مین شامل کرنے سے اسی بنا پر اعراض فرمایا، کہ اس سے امت مین ایک تفریق اور فتنہ پیدا ہونے کا احتمال تھا، پھر کسی غیر نبی کا جذبات مین اس قدر غلو و تشدد اپنے اندر کیونکر کوئی پہلو جواز کا رکھ سکتا ہے!

سعودی حکومت کے روشن پہلوؤن سے انکار نہین، لیکن نہ ہو، کہ کسی اہل دل کی زبان پر آیۂ کریمہ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا کا مضمون آجائے، اسکی ساری خوبیان ایک طرف، اور جنت البقیع کی یہ ناقابلِ برداشت حالت تنہا ایک طرف کم سے کم، عام مسلمان تو اس مشاہدہ کے بعد اپنے دماغون مین سعودی حکومت کی کوئی خوشگوار یاد لے کر نہین واپس ہو سکتے، اور حکومت کی فہرست جرائم کا

Marfat.com

یہ آخری عنوان ہرگز نہین، خود مسجد نبوی صلعم کے ساتھ جس بے التفاتی و سرد مہری کا مستقل برتاؤ قائم ہی، اُسے بھی کوئی کیسے بھلا سکتا ہی؟ مسجد مین قالین بچھے ہوئے ضرور دیکھے گئے، لیکن اول تو یہ سننے مین آیا کہ یہ قالین ہمیشہ نہین بچھے رہتے، بلکہ صرف موسم زیارت بھر کے لئے بچھوا دیئے گئے ہین، باقی سال کے بیشتر حصہ مین محض چٹائی بچھی رہتی ہی! اور پھر جو قالین بچھے ہوئے دیکھے گئے، وہ اتنے بوسیدہ اور ایسے ادنیٰ درجہ کے تھے، کہ مسجد نبوی صلعم تو الگ رہی، اگر دہلی کے جامع مسجد مین بھی بچھا دیئے جائین تو بجائے زیب و زینت کے بدنمائی اور بدزیبی کا سامان بن جائین! یہ صحیح ہے کہ سعودی حکومت ترکون کی سی دولت نہین رکھتی، لیکن یہ بھی صحیح ہے، کہ سعودی حکومت اتنی مفلس و نادار بھی نہین، کہ مسجد نبوی صلعم کے لئے ایسے قالین بھی نہ پہونچا سکے، جنکا انتظام بھوپال، ٹونک، بھاول پور اور رامپور کی مسلمان ریاستین بدقت نہین، بلا دقت، کر سکتی ہین! اور تنہا فرش ہی پر موقوف نہین، روشنی کا انتظام بھی ایسا ہی ناقص و ابتر ہے۔ بجلی کا انجن خاص مسجد نبوی صلعم کے لئے موجود ہی لیکن خدا معلوم انجن کا قصور ہی، یا انجن چلانے والون کا، کہ روشنی اول تو بہت ناکافی، یعنی جس وقت سارے قمقمے روشن ہوتے ہین، اس وقت بھی دھندلی سی رہتی ہی، دوسرے بجلی کی رو بار بار "فیل" ہوتی رہتی ہی، بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ تہجد کی اذان ہو گئی، دروازون پر نمازیون کا ہجوم ہی، لیکن پھاٹک اس لئے نہین کھلتے کہ اندر اندھیرا گھپ پڑا ہوا ہی، اور روشنی کی رو کسی طرح آ نہین چکتی! یہ کی روشنی اور ایسا اندھیرا!

Marfat.com

فرش اور روشنی کی بدانتظامی سے کہین زیادہ تکلیف دہ وضو خانون کی بدانتظامی ہے، جس قسم کے وضو خانے اور حوض ہندوستان کی بڑی بڑی مسجدون مین عموماً ہوتے ہین، اس طرح کی کوئی چیز مسجد نبویؐ مین سرے سے موجود ہی نہین، البتہ مختلف دروازون کے باہر پانی کے نل کی چند ٹونٹیان لگا دیگئی ہین، یہ گنتی کی چند ٹونٹیان اول تو کسی بڑے مجمع کے لئے کسی طرح کافی ہی نہین ہو سکتین، پھر اکثر تجربہ یہ ہوا، کہ جن حوضون مین یہ ٹونٹیان لگی ہوئی ہین، نماز کے وقت سرے سے وہ حوض ہی خشک ہین، اور اگر ٹونٹیون سے پانی آتا ہوا دیکھا بھی گیا، تو خدا جانے ٹونٹیون مین کیا نقص ہی، کہ پانی نکلنا بہت قلیل مقدار مین ہے، اور بہت باریک دھار سے، جس کا نتیجہ یہ ہی، کہ جتنے وقت مین تین آدمی وضو کر سکتے ہین، اتنی دیر ایک آدمی کو لگ جاتی ہی، اور ہجوم کی کشمکش مین پورا ادھورا الٹا سیدھا، جس طرح بھی وضو کرنے کو ملجاتا ہی، وہ بیچارہ اسی کو غنیمت سمجھتا ہی، وضو خانون ہی کی طرح طہارت خانون کے بھی کافی انتظام کی شدید ضرورت ہی، اور یہ سارے انتظامات ایسے ہین، جو تھوڑی ہی سی توجہ سے، بغیر کسی غیر معمولی بار مصارف کے انجام پا سکتے ہین، کاش سعودی حکومت کو اس کی توفیق نصیب ہوتی، کہ اختلافی و نزاعی جزئیات امور کو چھوڑ کر اپنی توجہ و التفات کا مرکز انھین معاملات کو بناتی، جنکا تعلق، بلا نزاع و اختلاف، زائرون اور نمازیون کے ہر فرقہ اور ہر طبقے سے ہی!

اپنے ملک کے فرقۂ شیعہ کی حالت دیکھکر خیال یہ ہوتا تھا، کہ حج و زیارت کیلئے شیعہ تو جاتے نہ ہونگے لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ خیال غلط تھا، ہندوستان

کے شیعہ تو بے شک برائے نام ہی تھے، لیکن عراق و خراسان کے شیعہ ہزاروں
کی تعداد میں آئے ہوئے تھے، شیعوں کے مزوّر علیحدہ ہیں، انھیں آداب زیارت
وہی تلقین کرتے رہتے ہیں، "روضۂ جنت" کے اندر شیعوں کو میں نے بکثرت نماز پڑھتے دیکھا
فرداً فرداً بھی، اور اپنی جماعتیں بنا بنا کر بھی، اہل سنت کی پنجوقتہ جماعت کے وقت یہ
لوگ الگ ہٹ جاتے تھے یا اکثر باہر چلے جاتے تھے، بعض فراخ دل شیعہ ایسے بھی
دیکھنے میں آئے، جو مسنونِ عائشہؓ صدیقہ کے پاس کھڑے ہو کر دیر تک نمازیں پڑھتے رہتے
اور اپنے شیعی دوست چودھری محمدؐ علی رودلوی کا یہ فقرہ مجھے کسی طرح نہیں بھولتا جو
اس موقع پر انھوں نے فرمایا تھا کہ "بیوی عائشہؓ جیسی بھی ہوں بہر حال ہمارے
رسولؐ کی محبوب تھیں" لیکن یہ حال سب کا نہ تھا، بیشتر تو یہ ہوتا رہتا، کہ یہ لوگ نہایت
کثیف جسم و لباس کے ساتھ کئی کئی کے غول میں آتے، اور جالیوں کو یا منبر رسولؐ
کو بوسہ دینے کی کوشش کرتے، سعودی سپاہیوں کی نظر پڑ جاتی، اور وہ انھیں دھکیلتے
اور کبھی مارتے بھی، یہ لوگ بھاگتے، اور سپاہی انھیں پکڑنے کو دوڑتے: یہ ماجرا
عموماً خراسانی شیعوں کے ساتھ پیش آتا رہتا تھا، عراق کے شیعہ اپنے خراسانی بھائیوں
سے جسم و لباس میں ہر طرح بہتر ہوتے تھے، یہ لوگ مقابلہ پر آمادہ ہو جاتے تھے، اور
سپاہیوں سے کلہ بکلہ لڑتے، غرض دونوں صورتوں میں، وہ مقدس جگہ جو صرف
نماز اور عبادت، تضرع و الحاح کے لئے تھی، اور جسکا ادب و احترام فرشتے تک کرتے
ہیں، خود امت محمدیہ ہی کے نادانوں کے ہاتھوں بے ادبیوں اور بدتمیزیوں
کی تماشا گاہ بنجاتی! ایسا ہی ہنگامہ مصری عورتوں کی زیارت کے وقت برپا
رہتا، ماشاء اللہ بڑی قدآور تنومند، چہرے کھلے ہوئے لیکن اور ہر طرح پر مستور

Marfat.com

سر سے پیر تک سیاہ لباس میں ملبوس، غول کے غول آتی ہیں، اور آتے ہی جالیوں سے چمٹ کر بوسہ دینا چاہتی ہیں، سعودی سپاہی، جمع ناجنس کے لاغر و نحیف، بڑھ کر انھیں روکنا اور دھکے دینا چاہتے ہیں، لیکن اکثر خود ہی شکست کھاتے ہیں، اور اس ہاتھا پائی اور دھاپلی میں جو جو بے تمیزیاں نادانستہ ہی ہی، عین مواجہہ مبارک یا بالین مبارک یا پائین مبارک میں سرزد ہوتی رہتی ہیں، خدا کرے کہ آئندہ کبھی نہ واقع ہوا کریں، اور ان کے ذکر کرنے کی ضرورت کسی کو پیش نہ آسکے،

بوہروں کے مختلف فرقوں، داؤدیوں اور سلیمانیوں کو، اور دوسرے اسلامی فرقوں کو اپنے اپنے طریقوں پر نمازیں پڑھتے اور زیارت کرتے دیکھا، رحمت عالم کا دربار سب کی عقیدتوں کا مرکز ہی، اختلافات سب باہر ہیں، اندر نہیں، راہ میں ہیں، منزل مقصود میں نہیں، امام ابوحنیفہؒ ہوں یا امام شافعیؒ، حضرت جیلانیؒ ہوں یا خواجہ اجمیریؒ، سب آستان رسالت تک پہونچانے کے واسطے اور ذریعے ہیں، حرم کے اندر داخل ہوکر، در رسولؐ پر پہونچکر، نہ کوئی حنفی ہی نہ شافعی، نہ مالکی ہی نہ حنبلی، نہ اشعری ہے نہ ماتریدی، نہ قادری ہے نہ چشتی، نہ صابری ہے نہ مجددی، نہ مقلد ہی نہ غیر مقلد، سب کے سب صرف محمدیؐ ہیں، رسولؐ کی حیات میں صحابہؓ کا کیا مذہب تھا؟ کیا وہ بجز محمدی ہونے کے کچھ اور تھے؟ حضورؐ کے مواجہہ میں اپنے آپ کو کسی اور کی جانب منسوب کرنا کتنی بڑی گستاخی اور نادانی تھی؟ پھر آج جب آپ کی خوش نصیبی آپ کو در رسولؐ تک لے آئی ہی، اور آپ کو یقین ہی کہ آپ کا رسول زندہ جاوید ہے تو یہ کتنی بڑی گستاخی، اور کیسی کھلی ہوئی نادانی ہوگی کہ آپ نبیؐ کے ہوتے ہوئے کسی غیر نبی

کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑے رہیں، اور اس رشتہ پر فخر و ناز کرتے رہیں، رات کی تاریکیوں میں بے شبہہ ہر روشنی ایک نعمت ہے، لیکن جب آپ آفتاب کے سامنے ہیں، تو اتنی دیر کے لئے تو اپنی قندیلوں اور اپنی مشعلوں کو گل کر ہی دیجئے، اور ہو سکے تو آج نئے سرے سے مسلمان ہو جیے، اپنے اسلام کی تجدید کیجئے، اللہ اور رسول کے سامنے اپنے عہد و پیمان کو استوار کیجئے، اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کیجئے، جس کا ہاتھ قادرِ مطلق کا ہاتھ، اور جس کی بیعت خالق کائنات کی بیعت ہے، ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ، ید اللہ فوق ایدیھم، مبارک ہیں وہ جنھیں اس عہد کی توفیق نصیب ہو، مبارک ترین وہ جنھیں اس عہد پر ثابت قدمی نصیب ہو!

Marfat.com

باب ۱۶

آثارِ مدینہ

مدینہ وحوالی مدینہ مین مقاماتِ زیارت کی کیا کمی، ذرہ ذرہ مقدس! چپہ چپہ یادگار! مزدورون کے ہاتھ مین اپنے آپ کو دیدیجئے، تو خدا معلوم کتنے مقامات کی زیارت کرا دینگے! مقبرے، مسجدین، پہاڑیان، کنوئین، ولادت گاہین، اور کتنے ہی دوسرے مقدس آثار و مشاہد! زیادہ مشہور زیارت گاہون کے نام یہ ہین، مسجد قبا، مسجد ذو قبلتین، جبلِ احد، بیر عاریس، بیر رومہ، مقتلِ شہدائے احد، ان مین سے کوئی مقام بہت زیادہ فاصلہ پر نہین، عموماً دو دو چار چار میل کے اندر ہین، اگر پیدل چلنے کی عادت وہمت ہو، اور وقت کافی ہو، تو پاپیادہ ہی زیارت ہوسکتی ہے، ورنہ یہان کی سواری جو اعرابی کہلاتی ہے، چند روپیہ کے کرایہ پر آمد و رفت کے لئے طے ہوسکتی ہے، دوستون اور رفیقون نے اکثر مقامات پر حاضری دی، اور خصوصاً مولانا مناظر احسن صاحب تو ہمہ تن ذوق وشوق بنے ہوئے ہر جگہ

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم

پر عمل کرتے رہے، اور ہر بابرکت زمین سے مشرف ہوتے رہے، لیکن قافلہ مین ایک کاہل و بے ہمت ایسا بھی تھا، جو باوجود خاصے طویل قیام کے کہین نہین نکلا، اور

اس کا نفس ہمیشہ یہ تاویل کرتا رہا کہ آستانِ پاک مسجد نبوی ؐ سے کہیں ہٹنا، آفتاب
کو چھوڑ کر قندیلوں اور مشعلوں کی روشنی تلاش کرنا ہی، البتہ ایک مسجد قبا اس سے
مستثنیٰ تھی، اس کی زیارت کی فضیلت کسی ظن و قیاس سے نہیں نص سے
ثابت ہی، اور حدیث میں وارد ہو چکا ہی کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے اجر کے
مساوی ہی، من تطهر فی بيته ثم اتى مسجد القباء فصلى فيه صلوٰة
كان له كاجر العمرة ۔ اسلام میں جو مسجد سب سے پہلے تعمیر ہوئی۔ وہ یہی مسجد قبا ہی حضور
صلعم نے کہ جب مدینہ کو ہجرت فرمائی ہی، تو اول اول قیام اسی مقام قبا میں فرمایا،
اور یہیں اس مسجد کی تعمیر شروع فرما دی۔ اللہ اللہ! بڑے بڑے صدیقین اور ایک
ایک بڑھ کر اولیاء امت یعنی حضرات صحابہ کرام جس مسجد کے مزدور اور معمار ہوں
اور جس کی تعمیر میں خود رسول کریم صلعم کا دست مبارک شامل ہو اس کی نورانیت
اور اس کے تقدس کا کوئی اندازہ ہو سکتا ہی! بہت سے مفسرین اس جانب گئے
ہیں۔ کہ آیہ کریمہ لمسجد اسس بنیانه علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم
فیہ میں جس مسجد کی مدح آئی ہی، وہ یہی مسجد ہی؛

حدیث میں آیا ہی کہ عادت مبارک یہ تھی، کہ ہر شنبہ کو اس مسجد میں تشریف لے جاتے
تھے، ایک سنیچر کی صبح کو مولانا مناظر احسن صاحب کی رہنمائی میں اپنے چھوٹے سے
قافلہ کو ہمراہ لیکر اس مسجد میں حاضری کے لئے روانگی ہوئی۔ شہر مدینہ سے کچھ
زائد فاصلہ نہیں مسجد نبوی ؐ سے تخمیناً ڈھائی میل ہوگی، عورتیں ہمراہ تھیں ایک
اعرابی کرایہ پر کرلی تھی، کرایہ یوں تو بہت ارزاں رہتا ہی لیکن حج و زیارت

Marfat.com

موسم میں قدرۃً بڑھ جاتا ہے۔ آمد و رفت کیلئے غالباً آٹھ روپے طے ہوئے، شہر سے باہر نکلے، تو دیہات کا سا سمان نظر آیا، کھجور کے درخت اور باغ ہر طرف لگے ہوئے، اکثر نہایت سرسبز و شاداب، عرب کی خشکی پر ہندوستان کی شادابی کا دھوکا ہوتا تھا، راستے بھر چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹولیاں نعت و سلام کے اشعار پڑھتی ہوئی، اور گاتی ہوئی کثرت سے ملتی رہیں صبح کا سہانا وقت، ہر طرف سناٹا معصوموں کی زبان کا پیارا لب و لہجہ، ہر قلب متاثر، اور ہر روح کو وجد، تھوڑی دیر میں یہ سفر ختم ہو گیا۔ مسجد قبا خاصی بلندی پر واقع ہے، اچھی خاصی وسیع عمارت سفید رنگ، پرانی وضع کی بنی ہوئی، ہر قسم کے تصنع و آرایش سے خالی، سادگی کی موثر تصویر، یہاں نہ کسی ہجوم کا کھٹکا، نہ کسی چپقلش کا اندیشہ، پورے سکون و اطمینان، یکسوئی و فراغ خاطر کیساتھ جہاں جتنی دیر تک چاہیئے، نمازیں پڑھیئے، سجدے کیجئے، عبادت کرتے رہیئے۔ صحن میں ایک مسقف چبوترہ، اور اس پر عربی میں یہ عبارت کندہ کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلعم کی اونٹنی بیٹھی تھی، ذرہ ذرہ آنکھوں سے لگانے کے قابل!

یہ وہ جگہ ہے، جہاں اللہ کے سب سے زیادہ تعریف کرنے والے، اور سب سے زیادہ تعریف کئے گئے بندہ کو اس وقت پناہ ملی تھی، جب اس کے وطن والے اس کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے، غنی عن العالمین کی شان بے نیازی کا کوئی ٹھکانا ہے! پناہ اُسے ڈھونڈنی پڑی تھی، جو خود اس واسطے بنایا گیا تھا، کہ سارا عالم اس کی پناہ میں آئے۔ رسول صلعم کی زندگی کے آئینہ میں امت کی ساری تاریخ کا عکس دکھا دیا گیا، جس رسول صلعم پر ایک روز مکہ کی زمین تنگ کر دیگئی تھی آج اس کی امت پر عرصۂ عالم

تنگ ہی! رسول صلعم کی جان کے دشمن ایک ابوجہل اور ایک ابولہب تھے، رسول صلعم کی عزت کے، رسول صلعم کے پیام کے، رسول صلعم کے دین کے دشمن آج خدا معلوم کتنے ابوجہل اور کتنے ابولہب پیدا ہو گئے ہیں، اُن کل دشمنانِ حق کا خاتمہ ہلاکت و بربادی پر ہوا تھا، کیا یہ بیسویں صدی عیسوی کے "روشنخیال" ابوجہل اور ابولہب ہمیشہ مہلت ہی پاتے رہیں گے؟ مکہ کے مہاجر کو اپنے رب کا نام پکارنے توحید کا کلمہ بلند کرنے کو قبا کا ایک ٹھکانا مل گیا تھا، کیا اسی محبوب کی امت کی قسمت میں کوئی قبا نہیں اور کیا اُسے خدا نخواستہ ہمیشہ بھٹکتے ہی رہنے دیا جائیگا!

مسجد نبوی میں ایک روز حاضر تھا، عصر کی جماعت کے بعد سلام پھیرا تو ایک صاحب نے ایک دستی خط لا کر دیا، حیرت ہوئی کہ یہاں خط بھیجنے والا کون! کھول کر پڑھا، تو امیرِ مدینہ کا کرمنامہ مدیر جریدہ "سچ" کے نام تھا، کہ جلالۃ الملک سلطان عبد العزیز ابن سعود ریاض سے مکہ جاتے ہوئے مدینہ سے گذریں گے، اُن کے ورودِ مدینہ کے دن، سہ پہر کو امیرِ مدینہ کی طرف سے اُن کی دعوت ہوگی، اس میں شریک ہو، مزید حیرت ہوئی، کہ مدیر سچ نے تو یہاں اپنے تئیں مخفی و گمنام رکھنے کا پورا اہتمام کر لیا تھا، اُس کے وجود کی خبر سرکاری حلقوں کو کیونکر ہو گئی، بہت کھوج لگایا، کچھ پتہ نہ چلا، اب سوال یہ پیدا ہوا، کہ آیا اس دعوت نامہ کو قبول بھی کرنا چاہیئے؟ جس نے آغازِ سفرِ حج سے اخبارات کا پڑھنا تک یکلخت ترک کر دیا ہو، اُس کے لئے ایسے سرکاری مجمع اور شاہی دعوت میں شرکت آسان نہ تھی کافی دیر رہی حیص بیص اور ایک بزرگ دوست کے مشورہ کے بعد بالآخر طے یہ پایا

خود اسی طرف سے تحریک ہوئی ہے، تو چلنا چاہیئے، اور سلطان سے مل کر مسجد نبوی اور
بقیع وغیرہ سے متعلق جو زیادتیاں، بد انتظامیاں، اور بے تمیزیاں مشاہدہ میں آچکی
ہین، سب ان کے گوش گذار کر دینا چاہیئے، یہ سوچ کر تمام اصلاح طلب پہلوؤن
کی ایک مفصل یادداشت قلمبند کر لی، اور مولانا مناظر احسن صاحب سے اسکا عربی
ترجمہ کرالیا، کہ ملاقات کے وقت ایک مختصر تمہیدی گفتگو کے بعد سے سلطان کی
خدمت مین پیش کر دیا جائیگا، سلطان کی آمد ایک مدت تک برابر ملتوی ہوتی رہی،
آخر کار ایک صبح کو انکا ورود ہوا، اور اسی روز بعد عصر وہ دعوت ہوئی، دعوت کا
مقام وہ تھا، جہان حجاز ریلوے کا اسٹیشن بنا ہوا ہے، اتفاق سے فوراً بعد عصر بارش
شروع ہو گئی، کچھ دیر میں تھم گئی، اور پھر جب بارش کے ہلکے ہوتے ہی، مولانا مناظر کو
بطور ترجمان اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوا، ہوٹل تو مقام دعوت کا فاصلہ اندازہ سے زائد
نکلا، غرض جب پہونچے ہیں تو وقت معینہ سے کچھ دیر ہو چکی تھی، اسٹیشن کی عمارت
جھنڈیون وغیرہ سے خاصی آراستہ تھی، صحن مین فرش، پولیس، چوکی پہرہ کا ہر طرف
انتظام، بدوی سادگی کے دیکھنے کی حسرت ہی رہ گئی، آرائشین اس درجہ کی تھیں
جیسے ہندوستان مین اوسط درجہ کے والیان ریاست کے دربار کے موقع پر ہوتی
ہین، دعوت اندر بڑے ہال مین ہو رہی تھی، اور دروازون پر بجائے اس کے کہ
میزبان یا ان کے نائب، مہمانون کے استقبال کے لئے کھڑے ہوتے، بندوق اور
سنگین لئے پہرہ دار موجود تھے، ہم لوگ جب پہونچے اور ہال کے اندر جانا چاہا،
تو ایک پہرہ دار نے، کہ نہ ہم اس کی زبان سمجھ سکتے تھے، اور نہ وہ ہماری، جانے
سے روک دیا، عربی اخلاق و میزبانی کا یہ تجربہ شاید نجدی دور سے پیشتر کسی کو نہ ہوا ہوگا

Marfat.com

مجبوراً برآمدہ مین کرسیون پر بیٹھ گئے، کچھ دیر کے بعد سلطان مع اپنے رفقاء کے کھانے سے فارغ ہوکر برآمدے مین آگئے، اور ایک آراستہ صوفہ پر جلوس فرمایا۔ سلطان کے لباس و وضع مین واقعۃً کوئی امتیازی شے نہ تھی، ان کی اس ذاتی سادگی کی داد جس قدر بھی دیجائے، درست ہے، ان کے اسٹاف کے لوگ ان سے کہین زیادہ زرق برق لباس مین تھے، اور اگر کوئی بتانے والا نہ ہوتا، تو محض وضع و لباس سے سلطان کو پہچانتا ممکن نہ تھا، کاش جس طرح سلطان کا لباس اور ظاہر سادہ ہے ایسی ہی سادگی حق تعالیٰ انھین زندگی اور اخلاق کے ہر شعبہ مین نصیب کردے آمین

بہر حال سلطان جب صوفہ پر آکر بیٹھ لئے، تو لوگ اُن کے سامنے پیش ہونے لگے

لوگون نے اس وقت پھر اپنے میزبان امیر مدینہ کو تلاش کرنا شروع کیا کہ جنھون خط بھیجکر مدعو کیا تھا، وہ دعوت کے بعد ہی سہی، کم از کم مل تو لین، تلاش ناکام رہی کافی انتظار کے بعد، مجبوراً ہم دونون پردیسی خود ہی، بغیر کسی تعارف کرانے والے کے ہمت کرکے سلطان کے صوفہ کی طرف بڑھے، اور قریب پہونچ کر السلام علیکم کہا، سلطان نے وعلیکم السلام کہا، اور کھڑے ہوکر مصافحہ فرمایا، ہم لوگون نے اپنا تعارف (یا اپنی تعریف؟) خود کرنا چاہا، لیکن ابھی زبان سے صرف دو لفظ "نحن ھندیون" نکلنے پائے تھے، کہ شاہی چوبدار نے ہاتھ پکڑ کر ہم لوگون کو فوراً کھینچ لیا کہا کہ یہ گفتگو کا محل نہین، ہم لوگون نے ہرچند سمجھانا چاہا کہ ہماری حاضری کا مقصد ہی ضروری گفتگو کرنا تھا، لیکن بھلا وہ چوبدار صاحب ہمارے سمجھائے کیا سمجھتے تھے، اتنے مین دوسرے لوگ سلطان کے سامنے پیش ہونے لگے، اور ہمین ایکبار جبراً صبر اختیار کرنا پڑا، اتنے مین سلطان کا موٹر آگیا، اور وہ سوار ہوگئے، آخر

Marfat.com

امیرِ مدینہ کی تلاش پھر شروع کی، اور اُنکی وہ مل گئے، ہم نے ان کے سامنے ساری سرگذشت سنائی، بغیر کسی اظہارِ تاسف و معذرت کے فرمایا، کہ آج تو موقع نہین رہا اور کل سلطان چلے جائین گے، البتہ کل صبح اگر آجاؤ، تو ملاقات کرادونگا۔

مشیت الٰہی مین جو کچھ ہوتا ہی، وہی ہو کر رہتا ہی، طبیعت کچھ خراب پہلے ہی سے تھی سلطانی دعوت گاہ سے واپسی پر طبیعت زیادہ بگڑ گئی، اور شب مین اچھا خاصہ تیز بخار ہو آیا، ضعف اس درجہ ہوگیا، کہ سلطان کے ہان جانے کا کیا ذکر کوٹھے سے اُترنے اور عشاء و فجر کی نماز مین جماعت کے لئے مسجد نبوی تک حاضر ہونے کی سکت باقی نہ رہی مجبوراً صبح کو ایک مختصر خط مولانا مناظر احسن سے عربی مین لکھوا کر سلطان کی خدمت مین بھجدیا، جو صاحب لیکر گئے تھے، انکا بیان ہی کہ سلطان نے پڑھکر اپنے ایک سکریٹری کو دیدیا، اور فرمایا "اسے رکھ لو، کہ مین حج کے زمانہ مین یاد دلانا، اُس وقت ان صاحب سے ملاقات کرونگا" اور اسی واقعہ پر سلطان و گدا کی ناتمام ملاقات تمام ہوئی، یادداشت جو ان کی خدمت مین پیش کرنے کے لئے لکھی گئی تھی، اس کا لکھنے والا محض سچ کا مدیر ہی نہ تھا، بلکہ خلافت کمیٹی کا بھی ایک خادم تھا، اور یہ دونون حیثیتین اس مین واضح کردی گئی تھین، لب و لہجہ مین آداب شاہی کا پورا لحاظ کرلیا گیا تھا، اور اس کا شائبہ بھی نہ آنے پایا تھا کہ سلطان کی کسی قسم کی اہانت ہو، ادب کے ساتھ اصلاح طلب امور کی فہرست نمبروار درج تھی، اور آخر مین پورے زور کے ساتھ [illegible] کی گئی تھی، کہ مسجد نبوی، مقصورہ شریفہ، جنت البقیع وغیرہ پر سارے اسلامی فرقون کے یکسان حقوق ہین، اس لئے یہان کے آداب زیارت و انتظامات مین بڑی

Marfat.com

فراخدلی سے کام لینا چاہیے، اور تا بہ امکان ہر فرقہ کے یہاں تک کہ گمراہ و باطل اسلامی فرقوں کے معتقدات و مزعومات کی رعایت، تا وقتیکہ وہ صحیح اصول اسلامی سے معارض نہ ہوں، رکھنی چاہیے، اور دولت حجاز کے محکمہ مذہبی کی خدمت میں یہ مشورہ پیش کیا گیا تھا، کہ دوسرے اسلامی ملکوں کے متدین و مصلحت فہم علماء سے برابر مشورہ جاری رکھنا چاہیے، ہندوستان کے گروہ اعظم اہل سنت میں خدا کے فضل سے متعدد بزرگ ایسے موجود ہیں، جو دولت حجازیہ سعودیہ کی مشکلات میں اضافہ کئے بغیر اس باب میں اسے بہترین مشورہ دے سکتے ہیں، جانشین شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد مدظلہ، صدر جمعیۃ العلما مولانا مفتی کفایت اللہ، جماعت اہلحدیث کے ممتاز فاضل مولانا قاضی محمد سلیمان منصورپوری[1] مصنف رحمۃ للعالمین، شیخ الاسلام مملکت آصفیہ مولانا شروانی، شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ مولانا مناظر احسن گیلانی، فاضل محترم مولانا سید سلیمان ندوی، اور اسی قسم کے دوسرے صاحب علم و صاحب نظر علمائے اہل سنت سے اگر حکومت حجاز، آداب زیارت وغیرہ کے باب میں مشورہ کرتی رہے، تو ہندوستان کے مسلمانوں کے ایک خاصے بڑے گروہ کے دل میں اس کی طرف سے جو تلخیاں پیدا ہو رہی ہیں، وہ یقیناً بڑی حد تک دور ہو سکتی ہیں۔

اس قسم کے تذکرے جو بار بار اس سفرنامہ میں آرہے ہیں، اس سے اگر ایک طرف لوگوں کو صحیح حالات اور ضروری معلومات سے باخبر کرنا ہے تو دوسری طرف حکومت حجاز اور اس کے خواہوں کو خود اپنی فلاح و اصلاح پر توجہ دلانا؟

---

[1] افسوس ہے کہ قاضی صاحب نے سنہ ۳۰ء حج سے واپس ہوتے ہوئے جہاز میں انتقال فرمایا۔

اور یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے، حاشا نجدیون کی مخالفت و عناد مین نہین، انکی بدنامی و رسوائی کے لئے نہین، بلکہ انکی سچی، دوستی اور حقیقی خیر اندیشی مین، وہ لاکھ برے سہی، پھر بھی بہرحال کلمہ گو ہین، دائرۂ اسلام سے خارج نہین، خاطی ہین، کافر نہین، نادان ہین، باغی نہین، بھائی ہین دشمن نہین، انکی رسوائی مسلمانون ہی کی رسوائی ہے، انکی پردہ دری کرکے خوش ہونا، محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والون کی پردہ دری پر خوش ہونا ہے، خانہ جنگی قابل داد کبھی بھی نہ تھی لیکن آج تو اس سے بڑھکر شاید ہی کوئی گناہ ہو، آج وقت نجدی و حجازی کی آویزش کا، حنفی و حنبلی کی جنگ کا، اہل سنت و اہل بدعت کی کارزار کا نہین، وقت تو اس کا ہے کہ سب ملکر یاجوج کی اس بے گنتی اور بے تعداد لشکر سے مقابلہ کرین، جو بے شمار نامون اور نشانون کیساتھ، بے حساب لباسون اور نقابون کے ساتھ، ہر سمت اور ہر جہت سے، ہر پہلو اور ہر گوشہ سے، من کل حدب ینسلون، اللہ کے دین پر، رسول کی شریعت پر، اسلام کے پیام پر حملہ آور ہو رہا ہے، اور جس کی زد سے نہ ہندوستان محفوظ ہے نہ نجد، اور نہ مرکز اسلام کے وہ مقدس و محترم مقامات ——— نام لکھنے کی جرأت قلم کہان سے لائے ——— جن کے شرف سے اسلام کا شرف قائم، اور جنکی عظمت سے اسلام کی عظمت وابستہ ہے! جہاد کی ضرورت ان کے مقابلہ مین نہین جنھون نے عثمان غنیؓ کے قبہ مزار کو گرایا اور فاطمہ زہراؓ کی تربت کو کھنڈر بنادیا، جہاد ان پر کرنا ہے، جو عثمانؓ و فاطمہؓ کے دین کے دشمن ہین، جو قبہ عثمانؓ کو نہین، خود عثمانؓ کے کارنامون کو فنا کر رہے ہین، اور جو تربت فاطمہؓ کی نہین خود فاطمہؓ کی تحقیر اور بے وقعتی دلون مین پیدا کر رہے ہین!

Marfat.com

اہل دل بزرگون اور نیک نفس دوستون کی ایک جماعت حسرت وتاسف، خلوص وہمدردی کے لہجہ مین زیر لب کہہ رہی ہے کہ مشاہد متبرکہ کے انوار وبرکات کی شرح کرنے کے بجائے، یہ بے محل سیاسی رجز خوانیان کیسی شروع ہو جاتی ہین لیکن بزرگو اور دوستو، للہ کوئی یہ بتائے کہ کلمہ توحید کی بنیاد نفی غیر اللہ پر کیون ہے؟ اور اللہ کے اقرار سے بھی پہلے آخر غیر اللہ کی نفی کیون اس قدر اہم سمجھی گئی ہے؟ انوار وتجلیات کا مشاہدہ جنھین ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، ایک عامی اور دنیا دار تباہ کار سے اس کی توقع ہی کیون قایم کی گئی، وہ تو وہی لکھے گا، جو کچھ اس نے خود محسوس کیا، اس کا مال گھٹیا سہی، ناقص سہی، ادنی درجے کا سہی، لیکن بہر حال اُس کا اپنا مال ہوگا، کیا دوسرون کا حسن ظن قایم رکھنے کے لئے صوفیون کی بول چال کی نقالی شر[وع] کردیجائے، ؟ کیا خود وہ بزرگ اس سے خوش ہونگے، کہ اُن کے خوش کرنے کے لئے جھوٹے موتی کشتیون مین لگا لگا کر پیش کئے جانے لگین، ؟ یہان تو مسجد نبویؐ کے ہر ستون اور ہر ہر محراب سے، ایک ایک در اور ایک ایک دیوار سے، قبا کی ایک ایک اینٹ سے، بقیع کے ذرہ ذرہ سے، شہر مدینہ کے چپہ چپہ سے ایک ہی پکار سنائی دی اور وہ پکار من انصاری الی اللہ، کی تھی، ہر جگہ ایک ہی جلوہ دکھائی دیا، اور جلوہ دین کی تقاضائے نصرت کا تھا! آج اللہ کے بجائے یاجوج کی الہیت والوہیت کا کلمہ ہر جگہ پڑھا جانے لگا ہے، عدالتون مین حاکم مسلمان بنائے جاتے ہین، اور ان مسلمان حاکمون سے شریعت کے فیصلون مین ترمیم کرائی جاتی ہے، کونسلون مین مسلمان لئے جاتے ہین، اور ان مسلمان ممبرون کی تجویزون اور تقریرون سے زید کی دھجیان اڑائی جاتی ہین، وزارت وامارت کی کرسی پر مسلمان بٹھائے جاتے

Marfat.com

اور ان مسلمان امیروں اور وزیروں کے احکام سے شریعت کو توڑا جاتا ہے یونیورسٹیوں
اور درسگاہوں میں مسلمانوں کی تعلیم کرائی جاتی ہے اور ان مسلمان ماہرین فن کے مقالات
و مضامین سے شریعت پر ٹھٹھے لگائے جاتے ہیں حب وطن و حب قوم کا جذبہ مسلمانوں
میں پیدا کیا جاتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ترکی ترکیت کی مصری مصریت کی تبلیغ
شروع کر دیتے ہیں اور ہندی مسلمان بھی اپنے اسلام کو چھوڑ کر اپنی ہندیت پر فخر
کرنے لگتا ہے اقوال کی غلطیاں بہت دیکھ لیں نتیجہ غلطیوں کا بہت کر لیں شر و فساد
بہت ہو چکی اب اللہ کے ہاں سے پکار ہے اور محمد کے دربار سے طالب ہو تو
کہ جو اللہ کے بندے اور محمد کے امتی انہیں اور دین کی غیرت ہے مست و بیزار
ہو کر دوستوں اور عزیزوں سے بیگانے ہو کر یاجوج کے لشکر کے مقابلہ میں صف بستہ
ہو کر کاندھے بنیان مرصوص باہر نکلیں اور اس ... لڑائی میں حق کا علم
بلند کر کے اپنے سر اور اپنی جانیں نذر کر دیں!

باب ۱۷

دیارِ حبیبؐ

مدینہ شہر کی موجودہ بستی کچھ ایسی بڑی نہین، آبادی ہندوستان کے چھوٹے شہرون یا بعض بڑے قصبون کے برابر ہوگی، سنتے ہین کہ کسی زمانے مین آبا‌دی کی وہ کثرت تھی، کہ راستہ چلنا مشکل تھا، لیکن جس وقت سے ریل کے قدم آئے حجاز ریلوے کا اسٹیشن کھلا، اور شام سے ریل کی آمد ورفت شروع ہوئی، اُس وقت پہلے تو اخلاق وقلوب کے عالم مین انقلاب آیا، اور جو چھپ چھپاکر بھی نہ ہوتا وہ کھلے خزانہ ہونے لگا، اور پھر وہ زبردست مادی جھٹکے لگے، کہ ساری آبادی تباہ ہوکر رہ گئی، ترکی حکومت کی بربادی، شریفی دور، نجدی دور، ہر سیاسی جنگ کا پہلا ہدف اسی شہر کو بننا پڑا، اور اس وقت مدینہ دنیا کے مظلوم ترین شہر مین ہی، سچے، اور مدینہ والے سچے کا قول بالآخر پورا ہوکر رہنا تھا، کہ ظہورِ دجال کے وقت بیت المقدس آباد ہوگا، اور مدینہ تباہ، بیت المقدس کی آبادی اور رونق وآبادی سب دیکھ رہے ہین، پھر مظلوم مدینہ کی تباہی وبربادی پر حیرت کیا ہو؟ —— لیکن شہر آباد ہو یا برباد، آبادی خواہ بڑھے خواہ گھٹے، بس ایک مدینہ والاؐ، سلامت رہے، کہ اُس کے طفیل مین مدینہ بھی ہمیشہ سلامت ہی رہے

شاعر نے کہا ہے، ع

مکین کی خیر ہو یارب مکان رہے نہ رہے!

لیکن مکین اگر سلامت ہے، تو مکان کی سلامتی بھی یقینی ہے، اور پھر بھلا کون ایسا مکان ہوگا، کہ سارا عالم تو اُس کے مکین کی برکتوں سے مہک رہا ہو، اور خود وہی مکان محروم رہجائے!

صاحب جذب القلوب نے ایک مستقل باب فضائلِ شہر مدینہ کا باندھا ہے، اور اسکی افضلیت پر مفصل عقلی و نقلی دلائل قایم کئے ہین، لیکن درحقیقت اس تفصیلی بحث کی سرے سے ضرورت ہی نہین جن کے پہلو مین دل ہے، اُن کے لئے تو بس یہی ایک دلیل سب سے بڑی دلیل ہے، کہ انکا محبوب آقا، اور اُن کے رب کا محبوب ترین بندہ اس سرزمین پر آرام فرما ہے! ؎

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

اور جن کے سینہ مین دل ہی نہین، ان کے لئے دلیل و بحث کے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہین مثنوی مین مولانا نے ایک حکایت لکھی ہے، کہ کسی کنوین کو ایک دیوزاد نے اپنا مسکن بنا لیا تھا، اور جو کوئی، اس کنوین کے اندر اترتا، اس سے سوال کرتا، کہ بہتر شہر کون ہے، ہر شخص اپنی اپنی پسند کے موافق کسی شہر کا نام لیتا اس پر وہ ناخوش ہو کر اسے وہین قید کر لیتا، اور باہر نہ نکلنے دیتا، آخر مین ایک مرد دانا اترا، اور اس سے جب حسب معمول وہ سوال ہوا، تو اس نے جواب مین کہا، کہ

"جہان اپنا محبوب موجود ہو، وہی مقام سب سے بہتر ہے" اس جواب پر وہ دیوزاد خوش ہوگیا اور خوشی میں اگر تنہا اُسی کو نہیں، بلکہ سارے قیدیوں کو بھی رہا کر دیا، پس مومن کیلئے تو اسی قدر کافی ہے کہ یہ شہر، رسول اللہ صلعم کا شہر ہے، اور یہی وہ شہر ہے جس کا نام طابہ (پاک، پاکیزہ، اچھا) کسی بندہ نے نہیں، بندوں کے پروردگار نے رکھا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ سمی المدینۃ طابۃ

اور "پاک" کی شرح میں اہل فن نے لکھا ہے کہ مدینہ کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک ہے مدینہ والوں کے ساتھ جس نے دھوکہ بازی کی، وہ خود دھوکا کھا گیا جس نے انکی بدخواہی کی، اس نے خود اپنی بدخواہی کرلی، جس نے انھیں تباہ کرنا چاہا، وہ خود تباہ رہا، حدیث میں آیا ہے کہ وہ اس طرح گھل جاتا ہے جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے بخاری و مسلم کی روایت کے الفاظ "لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی المآء" یاجوج کے دور یہ سب کچھ ہونگے، اور سب کے نیچے بھی ظاہر ہو کر رہیں گے سختیاں اور ناگواریاں کہاں نہیں پیش آتیں؟ لیکن اس ارض محبوب کی سختیاں بھی رحمتیں ہیں، اور یہاں کی ناگواریوں کو گوارا اپنا لینے والوں کے لئے وہ انعام اور قطعی انعام ہے جس کی تمنا ہر مسلم کے سینہ میں ہے ارشاد ہوتا ہے بروایت صحیح مسلم کہ

لا یصبر علی لاواء المدینۃ وشدتھا احد من امتی الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ	میری امت میں کوئی ایسا نہیں کہ وہ مدینہ کی سختیوں اور محنتوں پر صبر کرے اور میں قیامت کے دن اسکی شفاعت کرنے والا نہ ہوں

اب اس کے بعد بھی کوئی مرتبہ باقی رہجاتا ہے؟ ایک دوسری روایت میں یوں آتا ہے:-

من سکن المدینۃ وصبر علی بلائہا کنت لہ شفیعا یوم القیمۃ	جس نے مدینہ مین سکونت اختیار کی، اور یہان کی بلاؤن پر صبر کیا، تو مین قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنے والا ہونگا،

اتنے بڑے انعام کے وعدہ کے بعد کچھ حیرت نہ کرنا چاہیے، اگر مدینہ مین زحمتون سے بچنے کے بجائے، اور دوڑ دوڑ کر زحمتون مین اپنے تئین ہنسی خوشی مبتلا کیا جائے لگے، اور یہ سختیان اور ناگواریان تو انکو پیش آسکتی ہین، جو اس سرزمین پر زندہ رہین، لیکن اگر یہین موت آجائے تو؟ اس "تو" کا جواب بھی سچی بشارتین دینے والے کی سچی زبان سے سنیے ۔

من مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الآمنین یوم القیمۃ،	جس شخص کی وفات مکہ یا مدینہ مین ہو جائے، وہ قیامت کے دن ان لوگون مین اٹھیگا جو بیخوف ہونگے

اور بعض احادیث مین بجائے حرمین کے صرف مدینۃ کا لفظ آیا ہی، من مات بالمدینۃ کنت لہ شفیعا یوم القیمۃ اور بعض روایات مین اسے محض بطور خبر کے نہین بیان فرمایا گیا ہی، بلکہ مدینہ مین مرنے کی رغبت بھی دلائی گئی ہی،

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فمن مات بالمدینۃ کنت لہ شفیعا وشہیدا،	جس کے لئے یہ ممکن ہو کہ وہ مدینہ مین اگر وفات پائے تو اسے چاہیے، کہ یہین آکر مرے، اس لئے کہ جو یہان مریگا، مین اسکا گواہ اور شفیع ہونگا،

اس سے ملتے جلتے ہوئے مضمون کی متعدد احادیث ہین، اور صحابۂ کرام برابر مدینہ مین اپنے مرنے کی دعائین اور آرزوئین کرتے رہتے تھے، بس جس شہر مین جینا، اور جس شہر مین مرنا، دونون اس قدر مبارک ہون، کس کو وہان حاضر ہونے اور حاضر

رہنے کی تمنا نہ ہو گی؟

یون تو سال کے بیشتر حصہ مین سناٹا چھایا رہتا ہی، دوکانین بند، بازار سرد، مکانات مقفل رہتے ہین، لیکن موسم حج مین تین چار مہینے کے لئے اچھی خاصی چہل پہل ہو جاتی ہی، اور سڑکون اور بازارون مین خاصا مجمع رہنے لگتا ہی، ذی الحجہ کی ۲۴،۲۵ تاریخ سے حاجیون کے قافلے ماشاء اللہ بہت بڑی تعداد مین آنے لگتے ہین، اور یہ مجمع آخر محرم تک قایم رہتا ہی، شوال و ذیقعدہ مین مجمع نسبتہً ہلکا رہتا ہی، پھر بھی ہزارون کی تعداد مین رہتا ہی، خصوصاً ذیقعدہ مین، بازارون مین ضرورت کی سب چیزین مل جاتی ہین، اور نرخ بھی کچھ زیادہ گران نہین، گوشت (بکرے اور دنبہ دونون کا) گھی، شکر، گیہون کا آٹا، بعض سبزیان، دودھ، دہی ہر چیز اچھی حالت مین بآسانی دستیاب ہو جاتی ہے، عام دستور یہ ہے، کہ لوگ روٹی گھر مین نہین پکاتے، بلکہ بازار سے خرید لیتے ہین، باقی سالن وغیرہ گھرون مین پکاتے ہین، صبح کے وقت، بہت تڑکے سے، جو ناشتہ بازارون مین ملنے لگتا ہی، وہ خاص طور پر لذیذ و خوش ذائقہ ہوتا ہے، اور قیمتاً بھی ارزان، شام کا کھانا عموماً عصر کے وقت ہو جاتا ہے، شب مین، کھانے کا دستور نہین، دوکانین بھی، شام ہی کو بند ہو جاتی ہین، اور عشا کے بعد بالکل سناٹا چھا جاتا ہی، کپڑے وغیرہ کی قسم سے بھی ضرورت کی سب چیزین مل جاتی ہین، مادی نعمتون مین دو چیزین ایسی ہین، جو صرف مدینہ طیبہ ہی کے لئے مخصوص ہین، ایک تو کھجورے ہے، جس کے خدا معلوم کتنے اقسام بازارون مین ڈھیر لگے رہتے ہین، بڑے اور چھوٹے، میٹھے اور بہت میٹھے، خشک و شاداب

سیاہ و سرخ، جتنے طرح کے، اور جس نرخ کی چاہیے لیجیے، اتنے لذیذ و نفیس، کہ پیٹ بھر جائیگا، لیکن جی نہ بھریگا، افسوس ہے کہ ہندوستان زیادہ مقدار مین لانا اول تو دشوار و زحمت طلب، اور پھر اگر دشواریان برداشت کر کے لایا بھی جائے، تو یہان زیادہ عرصہ تک ٹھہرتے نہین، خراب جاتے ہین بمبئی مین جو کھجور بکتے ہین، وہ عراق وغیرہ کے ہوتے ہین، مدینہ کے کھجور بجز مدینہ کے اور کہین نہین دستیاب ہوتے، دوسری مادّی نعمت، اس سے بھی کہین بڑھکر، مدینہ شریف کا پانی ہے، زبان اس کی تعریف سے حقیقۃً قاصر ہے، اتنا سرد، اتنا لطیف، اتنا سبک، ایسا ہاضم، پانی، شاید پردۂ ارض پر کہین بھی نہ ہو، بار بار برف کا دھوکہ ہوتا تھا، جتنا چاہیے پیتے چلے جائیے، ذرا بھی گرانی نہ محسوس ہوگی، جنت مین جو پانی، ساقی کوثر کے ہاتھ سے ملیگا، شاید اسی کا ایک نمونہ اس جنت ارضی مین دکھادیا گیا ہے! افسوس ہے کہ اس تحفہ کو مدینہ سے باہر لانے کی کوئی صورت اس وقت تک ممکن نہین،

مکانات کے کرایے بہت ارزان، موسم حج مین نسبۃً گران ہوجاتے ہین، پھر بھی کہان تک؟ کوئی پرانا مکان خریدنا منظور ہو، تو وہ بھی بہت سستے دامون مل سکتا ہے، اللہ غریق رحمت کرے مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو، اس طمع مین ایک مکان مدینہ طیبہ مین خرید رکھا تھا، کہ شاید اسی بہانے حشر مین اہلِ مدینہ مین شمار ہوجائے یہ راہ ہر خوش عقیدہ مومن کے لئے اب بھی کھلی ہوئی ہے، آبادی مین بیرونی عنصر کثرت سے شامل ہوگیا ہے، ترک، کرد، عراقی، ہندی، مصری، نجدی، مغربی، خدا معلوم کتنے خاندان کے خاندان باہر سے آکر آباد ہوگئے ہین، سب کے اخلاق اور سب کے مزاج جدا گانہ

باقی جو چند مخصوص گھرانے اصلی اہلِ مدینہ یعنی سادات و انصار کے رہ گئے ہین انکے اخلاق اور اُن کے جوہرِ شرافت کا کیا کہنا! ہم لوگون کو قدرۃً ہندیون ہی سے سابقہ زیادہ پڑا! ان سب مین ایک بار پھر سب سے پہلا نام قلم کی زبان پر مولانا سید احمد فیض آبادی کا آتا ہی جنھون نے مسافرت کو ہر پہلو سے گویا وطن بنا دیا ہی۔ جی مین آتا ہو کہ اس جگہ اخلاص و ایثار اور مجاہدہ نفسی و خدمت خلق کے رازون کو خوب کھول کر بیان کر دیا جائے لیکن پھر انکی ناخوشی و ناگواری کا خوف غالب آکر زبان کو روک دیتا ہی۔ اب یہ اللہ ہی جانے کہ نفس کا اتنا پاک ہو جانا حرم رسولؐ کی تیس سال کی مجاورت کی برکت ہو یا نفس پہلے ہی سے خود اتنا پاک ہو چکا تھا کہ اس نے وطن اور عزیزانِ وطن سے ہزارون میل دور کسی کے آستان پاک پر پڑے رہنے پر آمادہ کر دیا۔ اللہ ان کے مقاصد دینی و دنیوی پورے کرے، اور ان کے مدرسۃ الیتامیٰ کو اپنے خزانہ غیب سے مالا مال کر دے[1]۔ انھین کے ہمنشینون مین ایک صاحب منشی محمد حسین فیض آبادی

[1] اس مدرسہ کے متعلق سچ نمبر ۱۳ جلد ۵ مین حسب ذیل نوٹ شایع ہوا ہے:-

مدینہ طیبہ کی ایک صحیح خدمت

حجاز کا سفر کئے بغیر اہلِ حجاز کی موجودہ دردناک اور عبرتناک پستیون کا اندازہ نہین ہوتا مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مین اس کی بیشمار فضیلتون اور بے حساب برکتون کے باوجود یہ منظر دیکھ کر قلب کو کس درجہ تکلیف ہوتی تھی، کہ ہر ہاتھ ہر موقع پر آپ کی طرف پھیلا ہوا ہی۔ اور جنکا کام غیرتمندی و استغنا کا سبق دینا تھا عین اُس محترم ہستی کے جوارِ محترم مین جس نے سوال کرنا حرام ٹھہرایا ہی، ہر ہر لمحہ اس کے حکم کو توڑ رہے ہین، اسکا علاج سختی نہین، اور اہلِ مدینہ کے ساتھ سختی اور بیدردی تو کسی صاحب ایمان کے خواب و خیال مین بھی نہین آسکتی

ہین، ان کی یاد بھی شکرگذاری کے ساتھ دل مین قایم ہی، لکھنؤ کے خاندانِ فرنگی محل کے ایک ممتاز و مسن رکن، مولانا عبدالباقی صاحب بھی سالہا سال سے ترکِ وطن کئے ہوئے یہین مقیم ہین، اور مدرسۂ نظامیہ کو چلا رہے ہین، بڑی شفقت اور بزرگانہ نوازش سے پیش آئے، اور اپنے ہان ٹھہرانے پر اصرار فرماتے رہے، ان کے مدرسہ کی عمارت بہت وسیع اور مہمانون کیلئے ہر طرح آرام دہ تھی، لیکن مسجد نبوی ؐ سے ذرا فاصلہ پر تھی، اس لئے معذرت کر دینی پڑی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) نفس علاج نہایت ضروری ہے، اور مرض سے بے پروائی مریض کیساتھ دوستی نہین، دشمنی ہی، صحیح علاج صرف یہ ہو کہ صحیح دینی تعلیم مین انکسار و ایثار و استغنا، و غیرتمندی کا عملی نمونہ پیش کر کے عادتون کو بگڑنے سے روکا جائے، اور بگڑی ہوئی عادتون کو حتی الامکان درست کیا جائے، اللہ کا شکر ہی کہ اس خطۂ پاک کی اس اہم خدمت کا شرف ہمارے ایک ہندی بزرگ کے نصیب مین آیا ہی، اور انھون نے نہایت صحیح اصول پر ایک دینی درسگاہ مدرسۃ الیتامیٰ کے نام سے انھین اصلاحی مقاصد کے ساتھ حرم نبوی سے بالکل متصل قائم کر دی ہی، ان بزرگوار کا (جو رسماً و تعظیماً نہین حقیقۃً اور اپنے صحیح معنی مین ایک قابلِ صد رشک بزرگ ہین) اسم مبارک مولانا سید احمد فیض آبادی ہی، حضرت مولانا حسین احمد صاحب (شیخ الحدیث دیوبند) کے برادر کلان ہین، اور اپنی عمر جوار و جیرانِ رسول ؐ کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہین، مدرسہ کا تفصیلی معائنہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کے قلم سے انشاء اللہ آیندہ نمبر مین نکلیگا، مختصراً اس وقت اس قدر عرض ہے کہ سچ کے جو پڑھنے والے اہلِ ایمان اپنے دل مین اہلِ مدینہ کی حقیقی خدمت کا ارمان اور ولولہ رکھتے ہون، وہ بلا تامل اور بے تکلف اس مدرسہ کی اعانت کو اپنا فرض سمجھین، مولانا موصوف سے بڑھکر امین اور قابلِ اعتماد و اطمینان بزرگ اس زمانہ مین تلاش کے بعد بھی شاید نہ مل سکے،

روپیہ بھیجنے کے پتے:- (۱) حکیم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب گوین روڈ لکھنؤ، (۲) کوٹھی حاجی علیجان چاندنی چوک دہلی، (۳) حبیب اللہ بھائی عبدالقادر نمبر ۲۰۶ ناگدیوی اسٹریٹ بمبئی (۴) مولینا محمد ذکریا صاحب کاندہلوی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

Marfat.com

ہندی تاجرون مین اطراف بمبئی کے ایک صاحب عبدالغنی نامی ہین، چاے اور غلہ کی دوکان ہے، دوکان کا نام عثمان احمد وشرکا ہے، بڑے ہمدرد و خدمتگزار، معمولی تجارت پر ہر طرح امداد و دستگیری فرماتے رہے، اللہ انھین جزائے خیر دے،

ہم لوگ یکم ذیقعدہ کو داخل ہوئے تھے ہندی عشاق مین معلوم نہین کتنے ایسے تھے جو اس سے بھی قبل سے یہان حاضر تھے منشی امیر احمد صاحب کاکوروی کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے وہ مہینون پیشتر سے حجاز آچکے تھے اور مکہ معظمہ مین حاضری دیکر اور عمرہ سے فارغ ہوکر آستان حبیب پر مقیم تھے، اسی طرح مولوی غلام محمد صاحب بیرسٹر ریٹائرڈ کیپٹن انبالہ و معتمد انجمن تبلیغ بھی ایک مدت سے حاضر آستانہ تھے، ان صاحبون کے ذوق و شوق کا کیا پوچھنا، جس زائر کا ارادہ اگر ایک دن کے لئے بھی میسر آجاتا تو خوش قسمتی ہے، وہان یہ حضرات مہینون کی مسلسل حاضری سے بھی سیر نہ تھے، بہار کے ہومیو پیتھ ڈاکٹر عبدالرحمن بھی حکومت نظام حیدرآباد کی طرف سے خدمت حجاج پر تعین یہین مقیم تھے اور فرائض علاج و تیمارداری کے علاوہ یون بھی ہر طرح پر حاجیون اور زائرون کی خدمت مین لگے رہتے تھے، خدا جانے کتنے لوگون کے کام ان کے ذریعہ سے نکلتے تھے، حیدرآباد کے وکیل مولوی ابوالخیر خیر اللہ صاحب جو سچ کے صفحات مین کبھی کبھی جلوہ گر ہو چکے ہین اور فیض آباد کے منشی محمود عالم صاحب سے جن سے بہت قدیم خاندانی تعلقات ہین، بارہا ملاقاتین ہوتی رہین زیادہ مشغولی کی یہان فرصت کسے تھی، ہر شخص اپنے اپنے مشاغل مین مست تھا، پھر بھی بشرہ سے ہنرہ تو کوئی ہو نہین گیا تھا، ملاقاتین بھی ہوئین اور دعوتین بھی، آپس کے لوگ ملے بھی اور بولے بھی، بعض خوش نصیبون کی موت بھی اس پاک سرزمین پر آتے دیکھی جا

Marfat.com

لائے جاتے، اور مسجد نبوی کے اندر محراب عثمانی کے سامنے نماز پڑھائی جاتی، اور روضۂ اقدس کے سامنے سے، اور کبھی پشت سے "روضۂ جنت" کے اندر ہوتے ہوئے، باب جبرئیل سے میت کو باہر لاتے، اور بقیع میں لیجاکر سپردِ خاک کر آتے، اللہ اللہ! ان مردوں پر کتنے زندوں کو رشک نہ آئیگا مدینہ کی موت، مسجد نبوی کے اندر نماز جنازہ، رسول کریم ﷺ کے ہم وطنوں اور مہمانوں کی دعائے مغفرت، شفیع امت ﷺ کے مواجہہ مبارک یا سرہانے سے میت کا گذرنا، بقیع کا قبرستان، جس کے لئے اتنے سامان رحمت جمع ہوجائیں، اس پر کیونکر رشک نہ آئے! بیچارہ فرنگی ایمان کی لذت و حلاوت سے ناآشنا اپنی جان پر ہر وقت جان دیتا رہتا ہے، اسے کیا خبر، کہ اس ناسوتی زندگی سے بڑھکر بھی کوئی زندگی ہے، اقبال کا یہ شعر بھولتا نہیں، رہ رہ کر یاد آتا ہے، ؎

دین اور کو حضور یہ پیغامِ زندگی   ہم موت ڈھونڈتے ہیں زمینِ حجاز میں!

مدینہ پاک سارے حجاز کا طرزِ معاشرت، ظاہر ہے کہ ہندوستان سے مختلف ہے، لیکن ایسا مختلف نہیں، کہ دل کو اس سے وحشت ہو، یا زیادہ نامانوس معلوم ہو، بس ایسا ہی اختلاف ہے، جیسا خود ہندوستان کے مختلف صوبوں، بلکہ ایک ہی صوبہ کے دور دراز شہروں کے درمیان پایا جاتا ہے، زبانِ اردو بقدر ضرورت اچھی خاصی سمجھ لیجاتی ہے، اگر عربی بولنے پر قدرت ہو تو سبحان اللہ ورنہ کوئی ضروری کام خالی اردو جاننے والوں کا بھی اٹکا نہیں رہتا، مدینہ کا موسم بھی کچھ ایسا ناخوش نہیں، اپریل اور آغاز مئی کا تجربہ ہے، گرمی سخت اور دھوپ تیز تھی، لیکن ہم یوپی کے لوگوں کو تو کوئی غیر معمولی شدت نہیں محسوس ہوئی، درمیان میں بارش کئی بار ہوئی، راتیں عموماً ٹھنڈی رہتی تھیں، اور بارش کے زمانے میں تو اچھی خاصی سردی پڑی، ایسی کہ جو لوگ کافی سامان سرما نہیں رکھتے تھے، انھیں تکلیف اٹھانی پڑی، راتوں کو کمرہ کے اندر بھی دولائی یا کمل کی ضرورت پڑتی

Marfat.com

آب و ہوا بہت اچھی ہی اور کوئی شخص اگر خود ہی بد پرہیزیان اور بے احتیاطیان نہ شروع کر دے تو بیمار پڑنے کی کوئی وجہ نہین، ہمارے قافلہ کے اکثر لوگ بیمار پڑے لیکن جلد اچھے ہو گئے، مکانات عموماً صحن سے خالی ہوتے ہین، مگر اسکی تلافی بالاخانہ کی کھڑکیون اور کھلی ہوئی چھتون سے ہو جاتی ہے، اکثر مکانات مین ٹھنڈے تہخانے بھی ہوتے ہین، مہتر دن کی کوئی قوم یہان آباد نہین اس لئے مکانات مین کنوئین کی طرح گہرے گڈھے ہوتے ہین، وہی پاخانہ کی سنڈاس کا کام دیتے ہین ضروری ہی کہ فنائل وغیرہ بدبو مارنے والی دوائین اکثر چھڑکی جاتی رہین، قیام اگر دو ہی چار روز کا ہی، تو ہر مکان مین گذر ہو جائیگی لیکن اگر کچھ زیادہ روز حاضر رہنے کا ارادہ ہو اور خصوصاً جبکہ بیویان بھی ہمراہ ہون چاہئے، کہ مکان تلاش کرکے اپنی پسند اور کل ضرورتون کے مطابق لیا جائے، ا بے پروائی، کنجوسی کو نہ دخل دیا جائے اگر مکان تکلیف دہ ہوا، تو قلب کو تشویش رہیگی اور یکسو نصیب نہ ہوگی بشری ضرورتون اور آسائشون کی طرف سے بالکل بے نیاز ہو جانا اعلیٰ درجہ مجاہدہ ہی، ہر شخص کو اپنے متعلق یہ حسن ظن نہ قایم کر لینا چاہئے بعض مکانات بہت ہی شاندار اور خو دیکھنے مین آئے، ایکمرتبہ ضرورۃً شیخ عبد اللہ الفضل (بمبئی والے) کی قیامگاہ پر جانا ہوا، بڑا الق و دق اح اور کھجورون کا باغ نہایت وسیع شاداب درمیان مین ہندوستان کے رئیسون کیطرح ایک بلند

وطن چھوٹے ہوئے آٹھ دس ہفتے ہو چکے، مگر وطن کی یاد کچھ زیادہ نہین آئی، ہندوستان کی ڈاک یہان مہینے مین تین بار (ہر دس دس دن کے بعد) تقسیم ہوتی ہی، اور جلد سے جلد ایک ماہ کی مدت مین وہان سے پہونچتی ہی، —— یہان کا ڈاکخانہ اپنے ارتقار کی ابھی بالکل ابتدائی منزل مین ہی —— لفافہ پر تین آنے کا ٹکٹ لگتا ہی بعض عزیزون اور دوستون کے خطوط آ اور انھین پاکر دل کو خوشی بھی ہوئی، مگر ویسی خوشی نہین ہوئی جیسی ایک مسافر کو اپنے وطن

Marfat.com

دو ڈھائی ہزار میل کے فاصلہ پر رہ کر، ڈیڑھ دو مہینے کے بعد، اپنے والوں کی خیریت سنکر ہوا کرتی ہی، کیا یہ قلب کی قساوت یا سنگدلی ہی؟ کیا رحمتِ عالمؐ کے آستانہ پر پہونچ کر اپنے عزیز و قریب یون ہی بھلا دیئے جاتے ہین؟ یہ صورت تو نہ تھی، اپنے والے کوئی بھی بھولے نہ تھے، والدہ ماجدہ کی خبر خیریت مین خاص طور پر دل لگا رہتا تھا، اور روضۂ جنت مین حاضری کے وقت، رحمۃ للعالمینؐ کے واسطہ سے رب العالمین سے دعائین مانگنے کے وقت تو خاص خاص عزیزون اور دوستون کا ذکر نہین، خدا معلوم کون کون بھولے ہوئے، اور کہان کہان کے دور دور کے محض شناسا تک یاد پڑ جاتے تھے، البتہ دل پر ہر وقت یاد کسی کی بھی غالب نہ رہتی، اسے اگر محض سرزمینِ پاک کی برکت، اور جوارِ آستانۂ رسولؐ کے تصرف سے تعبیر نہ کیجئے، تو اور کیا کہئے!

باب ۱۸

چل چلاؤ

دن گذرتے دیر نہین لگتی، دیکھتے دیکھتے روانگی کا زمانہ آن لگا، ——— اور

یہ تو خیر چند ہفتون کا زمانہ تھا، جلد کٹنے والا تھا ہی، ساری ساری عمرین ایسی

تیزی اور روانی کے ساتھ گذر جاتی ہین، اور پتہ بھی نہین چلنے پاتا، کہ بچپن کے

کب کھیلے، جوانی کی نیند کب سوئے، اور ضعیفی کے گوشۂ تنہائی مین کب بیٹھے! ———

ایکدن وہ تھا، کہ مدینہ آنے کی آرزوئین تھین، کیسے کیسے منصوبے باندھے جا رہے تھے

کیا کیا خیالی پلاؤ پک رہے تھے، ذوق و شوق کی کیسی کیسی امنگین دل مین اٹھ رہی

تھین، کیا کیا حوصلے تھے، کیا کیا ولولے تھے، سینے مین کیا کیا تمنائین تھین، لب پر کیا

کیا دعائین تھین! اور ایک دن یہ آگیا، گویا (اور گویا اپنے وقت ہی پر، لیکن ایسا

محسوس ہو رہا تھا کہ یک بیک آگیا) کہ چل چلاؤ کی تیاریان ہو رہی ہین، بستر لپیٹے

جا رہے ہین، سامان باندھا جا رہا ہے، سواریون کی فکر ہے، اور ایک ایک سے مل

زبان پر الوداع والفراق!

آئے تھے کیا کرنے اور کیا کر چلے!

غفلت و شامت نے یہان بھی ساتھ نہ چھوڑا، اور وقت کی جو بے بہا د

اتنی تمناؤن اور آرزوون کے بعد نصیب ہین آئی تھی، وہ اس بے پروائی، اور بیدردی کے ساتھ ضایع کی گئی، کہ شاید دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا مسرف بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے

چو پرسش گنہم روز حشر خواہد بود،
تمسکاتِ گناہان خلق پارہ کنند!

بہرحال جو کچھ ہونا تھا، ہو کر رہا، تسکین و تسلی کا اگر کوئی ذریعہ اور کچھ سہارا ہے تو صرف یہ کہ دربار رحمۃ للعالمین کا تھا، اور سابقہ اُس سے پڑنے والا ہے، جو رحمٰن و رحیم ہے!

عصیانِ ما و رحمتِ پروردگار ما
این را نہایتے ست نہ آن را نہایتے!

مدینہ منورہ کا بڑا تحفہ یہان کی کھجورین ہین، قافلہ کے ہر شخص نے ان کی ایک ایک اچھی خاصی مقدار وطن کے عزیزون اور دوستون کے واسطے خرید کی اور نیت کسی کی بھی نہ بھری، ٹین کے ایک کنستر مین تقریباً ۱۴ سیر کھجورین آتی ہین، محض بار برداری کی دقتون کے خیال سے ایک ایک دو دو ٹین کے کنستر ہر ہر شخص نے لیے، ورنہ جی تو یہی چاہتا تھا، کہ اتنی مقدار مین لیجیے کہ کھانے والون اور دیکھنے والون سب کا جی بھر جائے، بعض صاحبون نے جانمازین، رومال، عبائین، تسبیحین، خاک شفا کی ٹکیان، روضۂ انور کی جلی ہوئی موم بتیان وغیرہ کے تبرکات بھی خرید کیے، جانمازین مدینہ کیا معنی حجاز بھر مین کہین کی بنی ہوئی نہین ہوتین، نہ انکا کپڑا حجازی، نہ کپڑے کا سوت حجازی، نہ سوت کا تاگہ دا

حجازی، نہ جانماز بنانے والے حجازی، سب کی سب فرنگی کارخانون کی بنی ہوئی، عبائین بھی عموماً باہر کی بنی ہوئی ملتی ہین، تلاش سے عراق و شام کی بھی ملجاتی ہین، لیکن بہرحال مدینہ کے بازارون کی ہوا تو انھین لگ ہی چکتی ہے اور خوش عقیدگی کی آنکھ مین محبوب بنا دنے کے لئے اس قدر نسبت بھی بس ہی، یہ سارا اسامان اور زائد سامان، سب کئی دن قبل سے اونٹون پر لاد کر جدہ، اپنے وکیل کے ہان بھجوا دیا گیا، اور یہ سارا انتظام مولانا سید احمد کے معرفت بسہولت و بکفایت ہوگیا، ورنہ موٹر پر اپنے ہمراہ یہ سارا سامان لاد کر لیجلنا بڑی زحمت کا باعث تھا، اتنے بوجھ کے لئے مستقل لاریان الگ کرنی پڑتین، اور خدا جانے کتنا صرف کرنا پڑتا، مکہ معظمہ مین قیام بہت مختصر کرنا تھا، اس لئے ساتھ کے لئے صرف بالکل ضروری سامان رکھا گیا، اور باقی سب سامان اونٹون پر جدہ روانہ کر دیا گیا،

چلنے سے قبل ایک فکر یہ ہوئی کہ مکہ معظمہ مین ٹھہرنا کہان ہوگا، گرمی کی شدت حاجیون کا ہجوم عظیم، بوڑھون، کمزورون اور عورتون کا ساتھ، فکر صرف یہی نہ تھی، کہ ٹھہرنا کہان ہوگا، بلکہ یہ تھی، کہ آرام و آسائش کے ساتھ کہان ٹھہرنے کو ملے گا، اللہ کے گھر جا رہے تھے، اللہ کے حکم سے اللہ کے مہمان ہو رہے تھے، چاہئے یہ تھا کہ مہمان داری کی ساری فکرین صاحب خانہ اور میزبان ہی پر چھوڑ کر، خود بالکل بے فکر رہتے، لیکن ایسا صرف اللہ والے ہی کر سکتے ہین، زبان سے کہدینا آسان ہی، لیکن عمل ہم جیسے آرام طلب، تن پرور، اور پست ہمت دنیا طلبون کے لئے ممکن نہ تھا، حاجیون کے اتارنے اور ٹھہرانے کی ذمہ داری، ضابطہ سے معلم کے سر

ہوتی ہے، لیکن بہ نظر احتیاط مناسب یہ معلوم ہوا کہ معلم سے بے نیاز ہو کر بھی کوئی معقول انتظام قیام کا ہو رہے، مکہ کا مدرسہ صولتیہ مشہور مدرسہ ہے، مولانا رحمۃ اللہ ہندی مہاجر کا قائم کیا ہوا، اس کے مہتمم مولانا محمد سعید صاحب ہم لوگوں کے ہندوستان سے چلتے وقت اپنے وطن کیرانہ (ضلع مظفر نگر) میں تھے، انھوں نے ایک تعارف نامہ اپنے صاحبزادہ اور قائم مقام مولوی محمد سلیم صاحب کے نام دیدیا تھا، وہ تعارف نامہ اپنے خط کے ہمراہ مدینہ سے مولوی صاحب موصوف کے نام روانہ کر دیا گیا اور ڈاک کی واپسی کے ساتھ ہی جواب آیا، ایک ایک لفظ اخلاق و اخلاص، شوق و اشتیاق میں ڈوبا ہوا لکھا تھا کہ مدرسہ کی جدید و وسیع عمارت میں متعدد کمرے بہ مسرت تمام خالی رہیں گے لوگ کہتے ہیں، کہ مکہ میں رہکر اخلاق میں خشکی اور خشونت آجاتی ہے، لیکن اگر اس کا نمونہ مولوی سلیم صاحب کی تحریر کو قرار دیا جائے، تو خدا کرے، ایسی خشکی اور خشونت سب کو نصیب ہو، سرکار نظام کی طرف سے بھی تین رباطیں مکہ معظمہ میں ہیں، مولانا شروانی اور اختر مینائی صاحب کی عنایت سے ان کے مہتمم داروغہ حبیب اللہ صاحب کے نام بھی خطوط مل گئے تھے، ان انتظامات کے بعد قیام کی طرف سے دل مطمئن ہو لیا تھا

مدینہ سے واپسی کے وقت ایک بڑا اہم مرحلہ سواریوں کے دستیاب ہونے کا ہوتا ہے، خصوصاً اس وقت جبکہ زمانہ حج قریب آجائے، اونٹ ہوں خواہ موٹریں دونوں کی فراہمی میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، اور اپنی پسند کے لائق بھی سواری کا بہم پہنچ جانا تو محض ایک خداداد نعمت ہے، اس قدر بڑے مجمع میں [illegible] انتظام قائم رہنا آسان ہے بھی نہیں، کہیں کہیں دوڑ دھوپ و کوشش کرنی پڑتی ہے، جب کہیں جا کر سواری کا ٹھیک ہوتا ہے، اور بڑے بڑے پختہ وعدے بار بار [illegible]

ہین، جب جاکر روانگی کی نوبت آتی ہی، بعض عارفون نے کہا ہی، کہ حج ایک عبادت عشقیہ ہی، اس کے تمام ارکان و اعمال مین عاشقون اور دیوانون کے سے کام کرنا پڑتے ہین، یہ اگر صحیح ہے، تو اس کے آثار اس سفر کے ہر جزو مین ظاہر ہوتے رہتے ہین، ارادہ کو توڑنے والے، اور خودی کو مٹانے والے سبق قدم قدم پر ملتے رہتے ہین، اور جن کو اپنے اوقات کی خوش نظمی اور اپنے پروگرام کی پختگی پر بھروسہ رہتا ہی، اُنھین، اپنے نظام اوقات کو بار بار بدلتے رہنے پر مجبور ہو ہو جانا پڑتا ہی، اللہ کے گھر کا سفر اللہ ہی کے ارادہ کے مطابق طے ہوتا ہی، اور بندہ کو ہر ہر لمحہ یاد دلایا جاتا رہتا ہے، کہ کم سے کم اتنی دیر کے لئے تو اپنے ارادہ کو مغلوب کرکے اپنی بندگی، بیچارگی، اور بے بسی کو محسوس کرنا سیکھے! اونٹون کے متعلق تو کوئی تجربہ حاصل نہین ہوا، یہ "جگ بیتی" صرف سنتے ہی رہے، البتہ موٹرون کے سلسلہ مین، "جگ بیتی" بھی گذری اور "آپ بیتی" بھی، جدہ مین جتنی موٹر کمپنیان مدینہ منورہ کے لئے ہین، سب کے چھوٹے چھوٹے دفتر مدینہ مین بھی موجود ہین، اور تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جدہ اور مدینہ برابر ہمکلام رہا کرتے ہین، ہم نے جدہ سے جو لاریان کی تھین، ایک مہینہ کے لئے کی تھین، اور حسب قاعدہ پورا کرایہ پیشگی دے چکے تھے، پہلی ذیقعدہ کو داخل ہوئے تھے، ذیقعدہ کے آخری ہفتہ کی ابھی ابتدائی تاریخین تھین، کہ بعض رفیقون نے چلنے کی عجلت شروع کی، انکا کہنا تھا، اور یہ کہنا واجب تھا، کہ عین وقت کے وقت مکہ پہونچنے سے حج مین بے لطفی رہے گی!

ماہ ذیقعدہ کا وسط گزرا، ۲۰ر تاریخ گذری، ۲۲ر گذری، ۲۵ر گذری، سیکڑون

ہزاروں حاجی روانہ ہو گئے، اور پچاسوں اور سیکڑوں ہر صبح اور شام روانہ ہونے لگے، (دل خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے بیتاب تھا، اور کون بدبخت ایسا ہوگا جو ہر روز کعبہ کی طرف پانچ پانچ مرتبہ جھکے اور سجدہ کرے، اور اس کی زیارت و طواف کا ارمان دل میں نہ رکھتا ہو!) لیکن آستانِ رسالتؐ سے جدائی بھی ایسی شے نہ تھی جسے آسانی سے گوارا کر لیا جاتا، دن گذرتے گئے، تاریخیں ٹلتی گئیں، یہاں تک کہ ذیقعدہ کی بالکل آخری تاریخیں آگئیں، اور اب تو بہرحال روانگی کی فکر کرنی ہی پڑی، حرمین موٹر کمپنی کے دفتر میں کئی روز قبل سے اطلاع کر دی تھی، کہ یکم ذی الحجہ تک لاریاں ضرور مل جائیں، اور اسکا پختہ وعدہ بھی ہو چکا تھا، لیکن پہلی تاریخ آگئی، اور لاریاں نہ آئیں ۲۷ ذی الحجہ کو مسجد قبا جانا ہوا تھا، اتفاق سے وہیں شیخ عبداللہ الفضل (بمبئی والے) مع اپنے حشم و خدم کے آگئے، اور بیچارے خود ہی اخلاق و محبت سے بڑھکر ملے، علاوہ اور حیثیتوں سے ذی اختیار ہونے کے، حرمین کمپنی کے مالکوں میں بھی ہیں، ان سے ذکر آیا، کہ سواری ملنے میں دقت ہو رہی ہے، اسی وقت اپنے کسی سکریٹری کو حکم دیا کہ سواری کا انتظام فوراً کیا جائے، اس کے باوجود بھی پہلی کو سواری نہ ملی (مجبوراً الفضل صاحب کے مکان پر جاکر پھر کہنا پڑا) کمپنی کے منیجر، علی کے نام اسی وقت خط لکھدیا، اس خط کے باوجود بھی کامیابی فوراً نہیں ہوئی، صبح وعدہ ہوتا تھا کہ دوپہر کو لاری مل جائیگی، دوپہر کو شام کا وعدہ ہوتا تھا، اور شام کے وقت پھر صبح کا حوالہ دیدیا جاتا تھا، پہلی گذری، دوسری گذری، تیسری کی صبح ہوئی، آٹھ اور نو بجے کے درمیان ہمارے شیخ حسینی نے آکر خوشخبری سنائی، کہ "لاری اسٹیشن پر ملیگی، فوراً روانہ ہو" جلدی جلدی جس طرح بن پڑا، سامان باندھا، غسل کیا، احرام باندھا، مسجد نبویؐ اور روضۂ انور سے

Marfat.com

رخصت ہوئے، اور کوئی گیارہ بجے تک سارا قافلہ اعرابیوں پر سوار اسٹیشن پہونچ گیا، اسٹیشن پہونچے تو یہاں کا منظر ہی دوسرا تھا، ایک انار و صد بیمار، کانون سے سنا تھا، ایک لاری و صد سوار، آنکھوں سے دیکھا، ایک نفسی نفسی کا عالم، وہ ہجوم وہ کشمکش کہ میدان حشر کا بھولا ہوا نقشہ آنکھوں کے سامنے!

آئے مین تین لاریاں ملی تھین، دو پر سواریاں سوار ہوئی تھین، ایک خالی بہ نظر احتیاط ہمراہ تھی، اور اسی پر سامان بھی لاد دیا گیا تھا، آج تین لاریون کا تو خیال بھی نہیں آسکتا تھا، دو کے ملنے کی بھی کوئی توقع نہین! ادھر کوئی لاری آتی ہوئی دکھائی دی، اور ادھر بغیر اس خیال کے کہ لاری کس کمپنی کی ہے، اور کس کے لئے لائی گئی، ہجوم بے تحاشا اس پر حملہ آور ہوتا، بدزبانی اور دھکے تو معمولی بات تھے، نوبت اس سے بڑھ کر بھی آجاتی تھی، ہمارے لئے ایک لاری آئی، اور اس کے ساتھ بھی یہی ماجرا پیش آیا، نجدیون کا ایک دستہ بے تحاشا اس پر ٹوٹ پڑا، ہم لوگ تو کیا مقابلہ کرسکتے تھے لیکن حنفی صاحب نے ماشاءاللہ لاری پر سوار ہو کر پوری قوت سے مقابلہ کیا، اور گو اس معرکے مین اتنے زخمی ہوئے کہ ہاتھ سے خون جاری ہوگیا لیکن سعودی پولیس کے ہنٹرون کی اعانت سے بالآخر کامیاب رہے، غرض ایک لاری پر جون تون قبضہ لیکن اس کے بعد اب دوسری لاری عنقا تھی! گھنٹہ، دو گھنٹہ، چار گھنٹہ، دوپہر سہ پہر اور سہ پہر سے شام ہوگئی، ظہر کے بعد عصر اور عصر کے بعد مغرب کی نماز بھی ہوگئی، لیکن دوسری لاری کا انتظار ختم نہین ہوا! گویا مدینہ سے رخصت ہو کر پھر بھی یہی مین ہین، مسجد نبوی یہان سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے، گنبد خضرا تو

نہین دیتا، البتہ مسجد مبارک کے مینار نظر آرہے ہین، اور دور ہی سے دل کو تسلی دیرہے ہین، ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نگاہ اُن کی طرف بیساختہ اُٹھ جاتی ہی، عشا کی نماز کے بعد ہمین میدان مین بستر لگا لئے گئے، ایک میلہ کی سی کیفیت ہی، عراقی، خراسانی، ہندی، مصری، سیکڑون پردیسی یہان سے وہان تک بستر جمائے لیٹے ہین، ۴، ذی الحجہ کی صبح ہوئی، اور صبح سے پھر انتظار شروع ہوا، نو دس بجے کے قریب خدا خدا کرکے دوسری لاری ملی، مگر اس کے شوفر صاحب غائب تھے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے مزید انتظار کے بعد وہ تشریف لائے، تو اب ضابطہ کی کارروائیان شروع ہوئین، خلاصہ یہ کہ عین دوپہر کو ٹھیک نماز ظہر کی اذان کے وقت لاریون کو روانگی کی اجازت ملی، اور شہر مدینہ پاک کے پھاٹک سے قدم باہر ہوئے،

ذیقعدہ کی پہلی تھی، جب اسی پھاٹک سے اس نور و برکت والے شہر مین داخل ہوئے تھے، ذی الحجہ کی چوتھی کو اسی پھاٹک سے، اسی رحمت و مغفرت والے شہر سے باہر نکلے، جہان ایک دن کا بھی قیام اگر میسر آجائے، تو تقدیر کی یاوری، اور ابرار و متقین کی نصیبہ وری ہی، وہان ایک دن نہین، دو دن نہین، اکٹھا ۳۴ دن کی حاضری ایک تباہ کار نامۂ سیاہ کو نصیب ہوگئی! شان کریمی کے بھی عجیب عجیب انداز ہین، جس مفلس کو چاہین، دم بھر مین مالا مال کردین، جس تہی دامن کو چاہین، ایک پل مین نواز دین، جس ریگستان کو چاہین آن کی آن مین گلزار بنا دین، جس آتشکدہ کو چاہین، پھول کھلا دین! نہ کریم کا دستِ کرم کوتاہ ہونے والا ہی، نہ بخششون کا خزانہ کبھی خالی ہونیوالا ہی!

Marfat.com

اے مبدل کردہ خاکے را بہ زر — خاک دیگر را نمودہ بو البشر

کار تو تبدیل اعیان و عطا — کار ما سہو ست و نسیان و خطا

اے کہ خاک شورہ را تو نان کنی — وے کہ نانِ مردہ را تو جان کنی

اے کہ جانِ خیرہ را رہبر کنی — وے کہ بے رہ را کہ پیغمبر کنی

یہ داستانِ درد اس وقت نہ سنئے، کہ وقت کی یہ بیش بہا گھڑیاں ضائع کس بیدردی کے ساتھ ہوئیں، سوال اس وقت یہ نہین، کہ اپنے سے کیا بن پڑا، بلکہ صرف یہ ہے کہ اُدھر سے کیا کیا نوازشین اور کیسی کیسی سرافرازیاں ہوتی رہین! یہ نعمت کچھ کم ہی کہ حضور کی توفیق اتنے عرصہ تک نصیب کردی گئی! عصرِ حاضرہ کے شیخ المشایخ حاجی امداد اللہؒ سے ایک مرید نے شکایت کی، کہ طایف مین چلہ باندھکر روزانہ مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرتا رہا، اور کچھ ثمرات و انوار ظاہر نہ ہوئے، حضرتؒ نے جواب مین ارشاد فرمایا، کہ "ارے میاں، یہ دولت کچھ کم ہاتھ رہی، کہ چالیس دن تک اللہ پاک کا نام سوا لاکھ مرتبہ روزانہ زبان سے نکلتا رہا! بہرحال جو کچھ ہوا، وہ اپنے حوصلہ اور مرتبہ سے کہین بڑھکر!

اعتراف ہے کہ آنکھوں نے جس مدینہ کو دیکھا، وہ بیسوین صدی عیسوی کا تھا، پہلی صدی عیسوی کے ربع اول کا مدینہ نہ تھا، سید المرسلینؐ کا مدینہ نہ تھا، صدیقؓ و فاروقؓ، عثمانؓ و علیؓ کا مدینہ نہ تھا، صحابہ و تابعین کا مدینہ نہ تھا، مجتہدین و ائمہ تصوف کا بھی مدینہ نہ تھا ــــــ خزان مین موسم گل کی توقعات ہی کسی چمن سے قایم کی جائین؟ ــــــ لیکن با اینہمہ مدینہ، پھر بھی مدینہ تھا، آج نہ سہی، کبھی

اللہ کے پیارے اور اُس پیارے کے پیارون کا شہرہ چکا ہی، اس دور یا جو جیت مین بھر اگر کہین کوئی جگہ بھی پناہ کی ہی، تو بجز اس آستانِ پاک کے اور کہان ہی؟ آج رخصتی اِس دربار سے تھی! آج کوچ اس جنت ارضی سے تھا! آج فراق اس دیارِ حبیب کے گلی کوچون سے ہو رہا تھا! آدمؑ جس طرح جنت سے جدا ہوئے ہین، اس قصہ سے سب واقف ہین، لیکن ابن آدمؑ کو جب فخرِ آدمؑ و فخرِ نسل آدمؑ کی گلیون کو چھوڑنا پڑتا ہی، تو اس وقت اس کے دل پر کیا گذرتی ہی، یہ داستان کون سنائے، اور کس کو سنائے؟

Marfat.com

باب ۱۹

احرام پوشی،

ذی الحجہ کی تیسری تاریخ یکشنبہ کا دن تھا، صبح کے آٹھ بج چکے تھے، کہ مزور کے یہان سے اطلاع ملی کہ سواری کا انتظام ہو گیا، فوراً روانہ ہو جاؤ، کیا بیان ہو، کہ اس وقت دل کی حالت کیا تھی! ایک طرف یہ احساس، کہ مدینہ سے جدا ہونے، آستانِ رسول سے دور ہونے کی گھڑی آگئی، دوسری طرف یہ فکر کہ اب چلنے مین اگر کچھ بھی تاخیر کی، تو حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ، ٹھہرنے کی تو اب کوئی صورت ممکن نہین، لیکن چلنے پر بھی دل کو ذوق و شوق کے ساتھ کیونکر آمادہ کرایا جائے؟ پھر مزور کی طرف سے بار بار جلدی کی تاکید، اور یہ دھمکی کہ چند لمحون کی دیر مین بھی ممکن ہے کہ سواری پر کوئی دوسرا قبضہ کر لے، اور اپنے ہاتھ سے چھن جائے! بہرحال جس طرح بھی بن پڑا، جلدی جلدی اسباب باندھا، جون تون غسل کیا، کپڑے اتارے، اور اُس قسم کا لباس تھرتھراتے ہوئے ہاتھون اور کپکپاتے ہوئے دل کے ساتھ زیب تن کیا، جو زندگی کے خاتمہ پر امیر غریب، عالم و عامی، زاہد و فاسق، بڑے اور چھوٹے ہر مسلمان کے حصہ مین آتا ہے! آج نہ ٹوپی ہے نہ عمامہ، نہ اچکن نہ شیروانی، نہ قمیص ہے نہ پاجامہ، صرف ایک چادر ہے اور ایک تہ بند! اگر

Marfat.com

کی کل کائنات آج صرف یہ دو بے سلے ہوئے کپڑے ہین! اللہ کے دربار مین حاضری دینے والون کی یہ وردی ہی! اللہ ری مشتِ خاک اور اس کے حوصلے! دیوانون کو سودا یہ ہوا ہی، کہ جو بے نشان ہی، اُس کے نشان کا کھوج لگائین گے! باولون کو دھن یہ سوار ہوئی ہی، جو بلا مکان ہی، اُس کے مکان کے چکر کاٹین گے! عارفون نے کہا ہی، کہ مدینہ کی حقیقت یہ ہی کہ وہ مقامِ عبدیت ہی، اور مکہ کی حقیقت یہ ہی، کہ وہ مقامِ الوہیت ہی، رسولؐ مکہ سے مدینہ کو آئے تھے، اور رسولؐ کے امتی آج رسولؐ ہی کے اتباع مین مدینہ سے مکہ جا رہے ہین، کیا شانِ حکمت ہی، اور کیا حسنِ صنعت ہی، اللہ خود ہی اپنے بندون کو اپنے رسول صلعم تک پہونچاتا ہی، اور پھر رسولؐ ہی اللہ اور اللہ کے گھر کا راستہ دکھاتے ہین!

مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہونے والون کا میقات (احرام باندھنے کا مقام) مدینہ نہین، ذوالحلیفہ ہے، جو مدینہ سے باہر نکلتے ہی مل جاتا ہی، بعض لوگ سمجھتے ہین کہ مسجدِ نبوی مین احرام باندھ لینا افضل ہی، یہ صحیح نہین، خود حضور انورؐ نے بھی حج کو جاتے وقت احرام مدینہ مین نہین بلکہ شہر سے نکلکر ذوالحلیفہ مین باندھا تھا، اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے، لیکن خیال یہ ہوا، کہ قافلہ مین اتنے آدمی ہین، مرد بھی اور عورتین بھی، سب کے غسل کرنے کی جگہ، پردہ کی احتیاط کے ساتھ وہان کہان ملیگی، اور پھر موٹر والے، اتنے آدمیون کو باطمینان غسل سے فارغ ہونے کی مہلت کیون دینے لگے ؟ اس لئے مناسب یہی معلوم ہوا کہ غسل کر کے احرام یہین سے پہن لیا جائے، باقی نیتِ احرام ذوالحلیفہ ہی سے کیجائے گی، گویا باضابطہ احرام وہین سے بندھیگا،

Marfat.com

نفل نماز وہین پڑھی جائیگی، اور تلبیہ وہین سے شروع ہوگا، احرام کے معنی حرام کر لینے کے ہین، اور اسے احرام اس لئے کہتے ہین کہ بہت سی چیزین جو پہلے جائز تھین اس کے بعد حرام ہو جاتی ہین، اور اُن سے رک جانا پڑتا ہی، اس لئے کوئی شخص محض جامۂ احرام پہن لینے سے محرم نہین ہو جاتا، بلکہ لازم ہی کہ نیت بھی احرام کی رکھے، غرض جھٹ پٹ نہا دھو احرام پہن مسجد نبوی در روضۂ اطہر پر رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے، رخصتی کا یہ سمان بھی شاید عمر بھر یاد رہے، آستانہ کے خادمون کی حسب توفیق کچھ خدمت کی گئی، ایک ایک سے دعاے خیر کے لئے التجا کی گئی آستانہ پاک پر الوداعی سلام عرض کیا گیا، روضۂ جنت مین آخری بار رکوع و سجود کا حاصل کیا گیا، اور مصلی نبی پر بیٹھکر دل مین جو کچھ تھا زبان پر آتا رہا، اور ... کے امتی کو جو کچھ عرض کرنا تھا محمدؐ کے رب کے حضور مین عرض کر دیا گیا،

مدینہ سے رخصتی کا منظر بھی ایک خاص منظر ہوتا ہی، اگر یہ تشبیہ بالکل ہی سوءِ ادب اور گستاخی مین داخل نہ سمجھی جائے، تو یہ کہنے کو جی چاہتا ہی کہ گویا لڑکی ماں کے گھر سے رخصت ہو رہی ہی، یہ اپنے ذہن سے گڑھکر نہین کہا گیا، ایک بیوی نے اپنی بعینہٖ یہی کیفیت بیان کی، دوسرون کے حالات تو سنے سنائے ہین، مگر اپنے قافلہ والون کا حال تو دیکھا ہوا ہی، کہ آنکھین آنسوؤن سے لبریز، لبون پر آہین، چہرے اترے ہوئے، منہ پر ہوائیان اڑتی ہوئی، بدحواس و پریشان، مغموم، منتشر، اور دل ہی کہ بھرتا چلا آرہا ہی، چلتے ہین اور پھر پیچھے مڑکر دیکھتے ہین، اور دیکھ سے جی نہین بھرتا، جی یہی چاہتا ہی کہ یہ منظر کبھی بھی نظرون سے اوجھل نہ ہو

Marfat.com

بہانے ڈھونڈھتے ہین، کہ کسی نہ کسی طرح کچھ دیر اور رکنا ہو جائے! عموماً سب کا یہی حال کم و بیش رہتا ہے، بعض کو غش تک کی نوبت آجاتی ہے، کانون سے سنا بھی یہی، اور آنکھون سے دیکھا بھی یہی، لیکن ایک قسی القلب، اپنے قلب کی قساوت کا کیا بیان کرے، اس کی حالت سب سے الگ اور سب سے مختلف رہی! روضۂ جنت مین، مصلّیٰ نبیؐ پر دعائین کرتے وقت، تو خیر، قلب مین کچھ رقت رہی بھی، لیکن اُس کے بعد اس قسم کی ساری کیفیتین غائب! رنج و صدمہ الگ رہا، سرے سے جدائی کا احساس ہی نہین! یہ محسوس ہی نہین ہو رہا ہے، کہ کسی عزیز جگہ سے بچھڑ رہے ہین، اور دل مین بجاے ہراس و پریشانی کے ایک طرح کی طمانیت و بشاشت!

—— کریم کو کریمی کے کتنے ڈھنگ یاد ہین! کسی کے سینے مین شوق و اشتیاق کے شعلے بھڑکائے جا رہے ہین، اور کسی کو تسکین و تسلی کی تھپکیان دیجا رہی ہین!

مدینہ آتے وقت، تین لاریان قبضہ مین تھین، ابکی صرف دو ہی ملین مجبوراً انھین دو پہ سامان اور سواریون کو تقسیم کرنا پڑا، سامان ہر چند بہت کچھ ادھر [illegible] پر روانہ کر دیا تھا، پھر بھی جتنا ساتھ رہ گیا تھا، بہت تھا، اور سامان کی زیادتی یون تو ہر موقع پر تکلیف ثابت ہوتی رہی، لیکن اس وقت خاص طور پر کھل گئی۔ وقت گرمی بھی ایسی زیادہ تیز نہ تھی، ۹؍۱۰؍ اپریل تھی، اب موسم بھی اپنے شباب پر آچکا تھا، مئی کی ۱۳؍ تاریخ تھی، پھر سفر بھی ٹھیک دوپہر کے وقت، شروع ہوا! اور سب سے بڑھکر یہ کہ آتے ہوئے مین جو دونون لاریان ۱۲-۱۳ سواریون کیلیے

Marfat.com

تھین، اُن مین سے ایک پر ہم کل دس آدمی تھے، اور دوسری پر گیارہ، یہ عبدالرحمن الفضل صاحب کی خاص عنایت تھی، اگلی مرتبہ اس شدتِ ہجوم مین، اس رعایت وعنایت کی کوئی گنجایش نہ تھی، شیخ عبداللہ الفضل بیچارہ نے اسی رعایت کی گنجایش اگلی بار بھی کی، لیکن کمپنی کے مقامی منیجر علی نے کمپنی کے مالک کی بھی پروانہ کی اور ہماری لاریون مین پانچ اجنبیون کو (جو غالبًا یمنی تھے) زبردستی بٹھاکر ۲۲ کی تعداد پوری کردی! 'صبر وشکر' نہ سہی، خالی 'صبر' کرنا ہی پڑا، اور اس کے سوا چارہ کیا تھا؟ —— سرکش او ناشکر گزار بندہ، اللہ کے گھر کی حاضری کے لئے چلا ہی، انانیت اور راحت طلبی وتن پروری پھر بھی زندہ! کاش آج تو خدا کے گھر کے لئے اپنی عبدیت، اپنی بندگی کا احساس ہو گیا ہوتا! —— ۴ ذی الحجہ یوم دوشنبہ کو عین اذان ظہر کے وقت مدینہ منورہ سے نکلے، اور موٹر کے لئے چھ سات میل کا فاصلہ ہی کیا، دم کے دم مین ذوالحلیفہ پہونچ گئے، جو اہل مدینہ کیلئے میقات یعنی احرام باندھنے کا مقام ہی، عام زبانون پر اس مقام کا نام بیرعلی ہی، علی سے امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰؓ مراد نہین، کوئی اور صاحب اس نام کے ہوئے ہین، حضور انورؐ نے یہین سے حج کا احرام باندھا تھا، ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے، اور ایک کنوان، اور پانی اور چاے کی ایک آدھ چھوٹی سی دوکان بھی ہی، بس کل اس قدر آبادی ہی، یہ وہ مقام ہی، جہان ہزارہا حاجی احرام باندھتے ہین، اگر یہان سو دو سو غسلخانے، زنانہ ومردانہ، پانی کے نل کے ساتھ، تعمیر کر دیئے گئے ہوتے، تو حاجیون کو کتنی آسایش ہو جاتی، اور کتنے، اللہ کے بندون کی زبان ہی سے نہین، دل سے دعائین نکلتین،

Marfat.com

اور حکومت ہرگز زیربار نہ ہوجاتی،

اِحرام، محض ایک خاص وضع کے کپڑے پہن لینے کا نام نہین، اس کے بعد سب جائز چیزون سے رُک جانا لازمی ہے، مثلاً منہ اور سر کو ڈھانپنا (عورت کے لئے صرف منہ کا ڈھانپنا) سلے ہوئے کپڑے پہننا، بدزبانی کرنا فحش چیزون کی جانب اشارہ کرنا، جانورون کا شکار کرنا خط بنوانا، ناخن ترشوانا، عطر اور تیل لگانا، وغیرہ، احرام، ایک طرح کا کفن ہوتا ہے، مُردون کا لباس پہن لینے کے بعد، حیف ہے، اگر انسان اس حد تک بھی اپنے نفس کو مردہ نہ کرلے! اسی لئے احرام کے ساتھ نیتِ احرام بھی ضروری ہے، طریق مسنون یہ ہے کہ پہلے غسل کیا جائے، یا اگر اس مین دشواری ہو تو وضو کافی ہے، اس کے بعد چادر اور تہمد پہنکر دو رکعت نماز ادا کرے، اور افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت مین سورۂ کافرون، اور دوسری مین سورۂ اخلاص (قل ہو اللہ احد) اس کے بعد جانماز پر بیٹھے ہی ہوئے حج، یا عمرہ، یا دونون کی نیت اپنے دل مین کرے، اور الفاظِ ذیل زبان سے بھی ادا کرے، اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی، واعنی علیہ وبارک لی فیہ نویت الحج واحرمت بہ للہ تعالیٰ۔ یہ الفاظ دعاے احرامِ حج کے ہین، اگر نیت عمرہ کی یا عمرہ وحج دونون کی کی ہے، تو دعا کے الفاظ مین بھی اسی مناسبت سے تھوڑا تغیر ہو جائیگا، نیت احرام کی تین صورتین ممکن ہین، ایک یہ کہ محض حج کی نیت کیجائے، دوسرے یہ کہ محض عمرہ کی نیت کیجائے، تیسرے یہ کہ حج اور عمرہ دونون کی نیت کیجائے، عمرہ

Marfat.com

گویا چھوٹا حج ہی جو سال بھر مین جب (بجز پانچ دنون کے) اور جتنی بار جی چاہی، ادا کیا جا سکتا ہی، اس کے ضروری ارکان صرف اس قدر ہین، کہ احرام کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرلیجائے، بخلاف اس کے حج سال مین صرف ایک ہی مرتبہ مخصوص وقت پر ہو سکتا ہی، اور اسمین علاوہ دوسرے سنن مستحبات، وواجبات کے، احرام کے ساتھ عرفات مین حاضری، اور اس کے بعد خانہ کعبہ کا طواف لازمی ہی، امام شافعیؒ کے نزدیک عمرہ بھی حج ہی کی طرح فرض ہی، حنفیہ کے ہان فرض نہین، البتہ ایک اہم سنت کا درجہ رکھتا ہی،

جو لوگ حج وعمرہ دونون ادا کرنا چاہتے ہین اُنکے لئے یہی دو صورتین ہین یہ کہ ایک ہی احرام سے عمرہ اور حج دونون ادا کئے جائین یعنی عمرہ سے فارغ ہو کر احرام اتارا نہ جائے، اور حج اسی احرام سے ادا کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہی کہ عمرہ سے فراغت کر کے احرام اتار دیا جائے، اور جو چیزین حالت احرام مین منع ہین وہ جائز ہو جائین، اور اس کے بعد حج کے لئے از سر نو احرام باندھا جائے، پہلی صورت کو فقہا، قران کہتے ہین، اور دوسری کا اصطلاحی نام تمتع ہی، اور یہ نام غالباً اسی لئے رکھا گیا کہ تمتع کرنے والا، احرام عمرہ اور احرام حج کے درمیان اُن چیزون سے جو حالت احرام مین ممنوع ہین، تمتع ہو سکتا ہی، قران وتمتع یہ دونون صورتین جائز ہین، البتہ اس مین اختلاف ہی کہ ان دونون مین نسبتاً افضل واشرف کون ہی، امام ابو حنیفہؒ اور جمہور فقہاء حنفیہ کے نزدیک قران افضل ہی، اور امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تمتع کو افضلیت ہی، ہم لوگون کے لئے قران

Marfat.com

مین عملاً کچھ زیادہ فرق نہ تھا، اس لئے کہ ۴ر ذی الحج کی دوپہر ہو چکی تھی، تمتع کے معنی یہ تھے کہ ۷ر کی شام تک مکہ معظمہ پہونچکر طواف وسعی سے فراغت کرکے شب مین احرام اتار دیا جائے، اور ۸ر کی صبح سے حج کے لئے پھر باندھ لیا جائے، اور قران کی صورت مین احرام مسلسل بندھا رہتا، صرف ایک دن یعنی ۷ر ذی الحج کا فرق دونون صورتون کے درمیان پڑتا تھا، ہمارے قافلہ مین جتنے صاحب ہمت مرد اور عورتین تھین، اُنھون نے مولانا مناظر صاحب کی رہنمائی مین قران کی نیت کی، لیکن مجھ جیسے کم ہمت کے لئے احرام کی پابندیون سے ایک دن کی بھی فرصت ملجانا غنیمت تھا، اس لئے مین نے تمتع ہی کی نیت کی، اور دو چار شخص میرے ساتھ کے لئے بھی آمادہ ہوگئے،

مولوی مناظر صاحب کو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہر موقع پر فضیلت و استحباب کی دولتون سے سرفراز رکھا، وہ غسل کے بعد، اور ہم لوگ تازہ وضو کے بعد مسجد مین داخل ہوئے، پہلے نماز ظہر ادا کی، اس کے بعد احرام حج وعمرہ کی نیت کی، دو رکعت نماز پڑھی، اور زبان پر دعا کے وہ الفاظ آئے جو اوپر درج ہوئے ہین لیجئے اب پورے محرم ہوگئے، اور تلبیہ اسی وقت سے شروع ہوگیا، غلام، غلامون کی مخصوص وردی مین ملبوس ہوکر اپنے آقا کے مکان کی طرف چلا اور قدم قدم پر آقا کو، آقا ہی کے تعلیم کئے ہوئے لفظون مین، پکار رہے تھے

لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک، تلبیہ کے یہ الفاظ مسنون وماثور ہین، امام شافعیؒ کے نزدیک

Marfat.com

کلماتِ اذان وتشہد کی طرح اس عبارت مین بھی کسی قسم کی کمی بیشی جائز نہین لیکن اکثر علماے حنفیہ نے اضافۂ الفاظ کی رخصت دی ہی اور بعض جلیل القدر صحابہ سے بھی الفاظ کا اضافہ منقول ہی، اب ضروری ہوگیا کہ ہر نماز کے بعد، اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے وقت ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت، دوسری سواریون کو آتے جاتے دیکھکر، برابر انھین الفاظ مین اپنے مطلوب اور سب کے مطلوب کو پکارا جایا کرے، مرد کو بلند آواز سے کہنا چاہی، لیکن نہ اتنی بلند آواز سے کہ شور وغل سے دوسرون کو تکلیف ہو، ہر موقع پر تین بار ہو تو بہتر ہی، کافی صرف ایک مرتبہ بھی ہے،

جگ بیتی اور آپ بیتی مین بڑا فرق ہوتا ہی، ایک دوسرون کو احرام باندھتے اور احرام باندھے ہوئے دیکھا تھا، خود احرام آج باندھا، مولوی مناظر صاحب نمازین پڑھا رہے ہین، دعاؤن کے الفاظ بتا رہے ہین، اور ادھر اپنا دل دھڑک جا رہا ہی، زبان سے جو کچھ ادا ہو رہا ہی، اسے سب سن رہے ہین، لیکن دل کیا کہہ رہا ہی؟ دل جو کچھ کہ رہا ہی اسے کون سنے؟ اُسے کون سن سکتا ہی؟ ہان صرف وہی ایک سن سکتا ہی، اور سنتا ہی، جو سب کی سنتا ہی، جو گونگون اور بے زبانون کی سنتا ہی، جو آوارون ناکارون کی سنتا ہی جو کمزورون اور ناتوانون کی سنتا ہی جو بیکسون اور بیچارون کی سنتا ہی، جو نااہلون، اور نادانون کی سنتا ہی، جو محروم اور شامت زدون کی سنتا ہی، اور جو اُنکی سنتا ہی، جنکی کوئی بھی نہین سنتا! سب کی سننے والے، تیرے ہان محرم کا بڑا درجہ اور اونچا مرتبہ ہی، اس خدائی

کو بہنکر اس کے شرائط و آداب کا بجالانا، کیونکر ممکن ہوگا؟ گناہون سے بچنا کیسے ہو سکے گا؟ تو نے حکم دیا ہی، لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج، ارکانِ حج تو شروع ہو گئے، پر اس حکم کی تعمیل پر کیسے قدرت ہوگی؟ آنکھ کی احتیاط اور زبان کی احتیاط کس کے بس کی بات ہی؟ مزاج اور زبان پر کس طرح قابو رکھا جا سکیگا؟ جس گھر کو تو نے اپنا گھر کہکر پکارا ہی، اُس کا صحن تو تیرے نام پر آگ مین کود پڑنے والے ابراہیمؑ، اور تیری راہ مین اپنے کو ذبح کراڈالنے والے اسمٰعیلؑ کے قابل تھا جس گھر کو تو نے پاک قرار دیا ہے اُس کے در و دیوار کو اپنے آنکھون اور ہونٹون سے اگانے والے تو صرف تیرے پاک پاکیزہ کھرے اور ستھرے بندے ہی ہو سکتے ہین جس گھر کی طرف تیرے حبیبؐ، اور تیرے بندون کے سردار نے، دن کی روشنی اور رات کی تاریکیون مین بیشمار سجدے کئے ہین، اور بے گنتی اور بحساب اپنے سر کو جھکایا ہی، اس کی دیوار دیواری تو صرف نور کے بنے ہوئے فرشتون اور رحمت و مقبولیت کے سانچے مین ڈھلے ہوئے صدیقین و کاملین کے طواف کے لایق تھی، وہان آج تو کس کو باریاب کر رہا ہی؟ کس ننگِ خلایق کا دماغ عرش پر پہونچا رہا ہی؟ کس گندہ، اور ہر گندگی سے گندہ تر بندہ کی زبان سے لبیک لبیک کہلا رہا ہی؟ یہ بیداری ہی یا خواب؟ اگر خواب ہی تو ہزارون بیداریان اِس مبارک خواب پر قربان! اگر بیداری ہی تو ا کوئی حقیر و ذلیل، ناپاک مشتِ خاک اپنے جذبات کے ظاہر کرنے کے لئے لفظ ا عبارت کہان سے لائے!

باب ۲۰

جدہ: راہِ مکہ

وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس (سورۂ نحل
رکوع اول) میں پروردگارِ عالم کے انعامات کے ذیل میں انعام (چوپایوں) کا ذکر
کہ وہ تمہاری سواریوں کا کام دیتے ہیں اور تمہارے بوجھ تمہارا سامان دور دراز
شہر تک لاد کر پہونچاتے ہیں جہاں تم اپنی جانوں کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہونچ
سکتے۔ آیت کی تفسیر میں ایک قول سلف سے یہ منقول ہے کہ بلد شہر سے مطلق
مراد نہیں بلکہ متعین شہر مکہ مراد ہے گویا ضمناً آیۂ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مکہ تک
پہونچنا دشواریوں اور سختیوں کے بعد ہی ممکن ہے۔ پہلے کسی زمانہ میں تو آیت کے اس
مفہوم کی واضح تصدیق قدم قدم پر ہوتی رہتی تھی لیکن اب زمانہ بہت بدل گیا
اب ہر طرح کی سہولتیں اور آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں، اب نہ بدوؤں کی بندوقوں سے
ہلاک ہو جانے کا ڈر ہے نہ مال کے ضائع ہونے کا اور نہ سامانِ راحت کی نایابی
کچھ بھی "بشق الانفس" ہمارے قافلہ کے لئے سرے سے بے معنی نہیں اوسط سی کا موسم
کی دھوپ، موٹر جیسی تیز رفتار سواری میں بھی ۴، ۵ گھنٹے کا راستہ، پیاس
شدت، مدینہ کے سرد پانی کے خوگر ہو جانے کے بعد اس کی نایابی پر حسرت نادیدہ

اندر کشمکش اور تقلیش، بجائے شہربان کے موٹربان (شوفر) اور ان کے نائب (کلینر) کی مجبورانہ نازبرداریاں، یہ سب کچھ اگر "شق الانفس" کی تفسیر نہیں تو اور کیا ہے؟

لیکن دکھ کی پروا کسے؟ اور اذیت کا احساس کس کو؟ کیا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم کہاں رہتے ہیں؟ اور بخت کا عروج اور نصیبہ کا اوج کس کو کہاں پہونچا رہا ہے؟ چل اس شہر کو رہے ہیں جس کو کسی نادان انسان نے نہیں، کسی سیاح جہاں گشت نے نہیں، کسی جغرافیہ نویس اور کسی نقشہ ساز نے نہیں، زمینوں اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے نے، لندن و پیرس کو چمک دمک اور جگمگاہٹ بخشنے والے نے، برلن و نیویارک کو زینت سے ہست کرنے والے نے، ام القریٰ، سب بستیوں کی ماں کہکر پکارا ہے، ماں وہ ہے جس کے وجود کے بغیر اولاد کا وجود نہیں ہوتا، آج مکہ نہ ہوتا، تو نہ کلکتہ ہوتا نہ بمبئی، نہ لکھنؤ نہ دلی، نہ لاہور نہ مدراس، اور نہ چین نہ جاپان، نہ مصر نہ ہندوستان نہ انگلستان نہ سارا فرنگستان، شارحین اور مفسرین کہتے ہیں کہ مکہ روئے زمین کا مرکز ہے، نادان فرنگی ہنستا ہے، اور کہتا ہے، کہ زمین کرہ کی شکل میں ہے، اس میں کسی ایک معین مقام کو سب وسط میں کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس جاہل کو مرکز کے معنی صرف جغرافی مرکز کے معلوم ہیں، اور اسکی عقل صرف اسی کو مرکز جانتی ہے، جو مادی آلات پیمائش کے حساب سے سب کے وسط میں ہو، سو اول تو اس کے پاس اس حیثیت سے بھی اس کے عقیدے کی کوئی دلیل نہیں، لیکن اس کے ماسوا "ام" کے معنی مرکز جغرافی کے کب ہیں؟ ماں کا کام تو اولاد کو وجود میں لانا، اور انکی پرورش و تربیت کرنا ہے، پھر اگر آج ہم سب کی ایمانی پرورش اور روحانی تربیت مکہ سے نہیں، تو اور کہاں سے ہو رہی ہے؟

Marfat.com

سارے شہروں اور سارے ملکوں، ساری آبادیوں اور ساری بستیوں کے دین و
ایمان کا مرجع اور تربیت و تزکیہ کا مرکز، اگر مکہ نہیں، تو کیا کوئی اور شہر ہے؟ رحمت کاملہ
و قدرت مطلقہ نے اپنے آخری پیام رحمت کی بارش کے لئے کیا بجز اس سرزمین کے
کسی اور کو چنا؟ اور اس پیام کا پیامبر، سب سے جامع، سب سے اہم، سب سے اکمل، سب سے
آخری پیام لانے والا، کہاں پیدا ہوا؟ کہاں پلا؟ کہاں بڑھا؟ کہاں اس پر اس پیام
کا نزول شروع ہوا، اور کہاں کی گلیوں اور وادیوں میں وہ ایک دن دو دن
نہیں، تیرہ برس تک اسی پیام کی منادی کرتا رہا!

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے یہ روایت اکثر کتب تفسیر میں نقل
ہے، کہ جب اللہ کے حبیبؐ و محبوبؐ کو اس شہر سے ہجرت کرنی پڑی، تو گھر سے نکلنے
بعد اس شہر کی طرف مڑ کر ارشاد ہوا،

انت احب البلاد اللہ تعالیٰ الی اللہ و انت احب بلاد اللہ تعالیٰ الیّ ولو لا ان اھلک اخرجونی لم اخرج منک	تو اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں سے بڑھکر اللہ کو محبوب ہے، اور تو اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں سے بڑھکر مجھے بھی محبوب ہے، اور اگر تیرے لوگوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا، تو میں خود تجھ سے نہ نکلتا،

اس تصریح کے ساتھ اللہ کا محبوب ترین شہر اور اللہ کے رسول کا محبوب ترین
شہر، سوا مکہ کے، اور کسے کہا گیا ہے؟ حدیث کی روایت کو بھی چھوڑیئے، خود کلام
میں کیا ارشاد ہوتا ہے:-

انما امرت ان اعبد رب ھذہ	مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے رب

Marfat.com

البلدة الذی حرمها ولہ کل شیٔ (نمل، ع ،)	عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا، اور ہر شے اُسی کے لئے ہے،

اللہ اکبر! مکہ والو، مکہ کے مسافرو، ذرا مکہ کی بڑائی دیکھنا! خود اپنا تعارف مکہ کے ذریعہ سے کرایا جا رہا ہے! اپنے متعلق ارشاد ہوتا ہے، کہ "اس شہر (مکہ) کے پروردگار"! اور پھر تصریح در تصریح، کہ وہ مکہ کا رب ہی نہیں بلکہ وہ جس کے لئے سب کچھ ہے، مکہ کو پاک بھی کر چکا ہے، اُسے حرمت والا بھی قرار دیچکا ہے، اللہ نے لا اقسم بھذا البلد میں کس شہر کی عزت افزائی کی ہے! البلد الامین کس شہر کا نام رکھا گیا ہے؟ بلداً آمناً سے کس شہر کی سرافرازی مقصود ہے! بلد الحرام زبان نبوت میں کس شہر کے لئے ارشاد ہوا ہے؟ ابراہیم خلیل اللہ نے کس شہر کی آبادی کے لئے دعا کی تھی؟ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ نے کس شہر میں اپنی مستقل یادگاریں چھوڑی ہیں؟ ——— موٹر کے پہیئے تیزی کے ساتھ گھوم رہے تھے، اور انکی ہر گردش کے ساتھ، اللہ کا شہر، اللہ کے حبیب کا شہر، اللہ کے خلیلؑ کا شہر، اللہ کے ذبیحؑ کا شہر، بیشمار اولیا، وصدیقین کا شہر قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لبیک، ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد، دوسری سواریوں یا پیدل مسافروں کو گزر کر، بلندیوں پر چڑھتے وقت، نشیبوں میں اترتے وقت، منزلوں پہونچ کر، نمازوں سے فارغ ہو کر لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھ چکے تھے، عصر، مغرب وعشا کی نمازیں راستہ میں مختلف منزلوں میں ادا ہوئیں، قریب

Marfat.com

نصف شب کے بیر حسان پر پہونچے، اور یہین قیام ہوا مدینہ جاتے ہوئے بھی شب اسی منزل پر گذاری تھی، آدھی رات کے بعد تھکے ماندے خوب خستہ ہوکر سونے لیٹے فجر کی نماز اکثروں کی قضا ہوئی، جون تون پڑھکر پھر جلدی سے روانہ ہوئے، آج سفر سارے دن کا ہی، یہ موسم تو خوب لو چلنے کا ہی، لو ہندوستان ہی کی کس غضب کی ہوتی ہی، چہ جائیکہ ریگستان عرب کی لو! لو سے بچنے کے لئے کچی پیاز بہت مفید ہی قافلہ مین سب نے پیاز کی آنڈیان ہاتھون مین لے رکھی تھین، اور کبھی کبھی سونگھتے بھی جاتے تھے، احرام کی حالت مین سر ڈھانپنے کی ممانعت، جسم کا بہت سا حصہ بھی تیز ہوا مین بلا ارادہ بار بار کھل جاتا تھا۔ ان بے احتیاطیون کے باوجود بھی خدا کے فضل سے سارا قافلہ محفوظ رہا۔ نہ کسی کے لو لگی نہ کسی کو بخار آیا۔ راستہ مین ایک لاری ٹھیک دوپہر کو کھڑی ہوئی ملی معلوم ہوا کہ بگڑ گئی ہی، مصریون کا قافلہ سوار تھا اس مین ایک جوان عورت کو لو لگ گئی ہی، بیچاری بے حال و بدحواس تھی اسکا شوہر اسے ہماری لاری پر لے آیا، اور اگلی منزل پر اسے لیکر اتر گیا، خدا معلوم بعد کو کیا گذری، منزلون پر بھی انتظام کسی قسم کا بھی نہ تھا، حالانکہ اس ہجوم کے زمانہ مین خصوصاً ایسے سخت موسم مین، راستہ مین دس بارہ چھوٹے شفاخانے قایم کر دینے کچھ مشکل نہ تھے،

مدینہ سے مکہ کو اونٹ جس راستہ سے جاتے ہین، وہ سیدھا راستہ ہی، ادھر جدہ نہین پڑتا، موٹر کا راستہ جدہ ہوکر ہی، اس لئے ہملوگون کو تو بہرحال یہی راستہ اختیار کرنا تھا، دن بھر کے سفر کے بعد شام کو جدہ کی روشنیان نظر آنی شروع ہوئین، او

عشا کے اول وقت شہر میں داخل ہو گئے۔ موٹرین حرمین کمپنی کی تھین، شوفر انہی کمپنی کے موٹر خانہ مین موٹرین لے گئے، اور ہمین وہین اتار دیا۔ رات کا وقت، اجنبی مقام، اپنے وکیل اور اُن کے مکان کی اس وقت کہان تلاش کیجائے؟ اتنی عورتون کا ساتھ، انھین کہان چھوڑا جائے؟ اور پھر اگر وکیل صاحب ہاتھ بھی آگئے تو ایسے ناوقت وقت پر ہم لوگون سے التفات کیون فرمانے لگے؟ اس قسم کے سوالات شاید دیر تک دماغ کو پریشان رکھتے، لیکن آخر اسی جدہ مین منشی احسان اللہ صاحب بھی تو مع اپنے تمام اختیار و اقتدار کے رہتے ہین، فوراً وہ یاد پڑ گئے، اور پتہ پوچھتے اُن کے گھر جا پہونچا، گھر پر موجود مل گئے، اور ان کی ملاقات ہر مشکل کا حل تھی، وہی لطف و التفات، وہی توجہ و اخلاق، دس بیس منٹ کے اندر وکیل صاحب بھی مل گئے، سامان بھی سب آگیا، اور مردانی و زنانی سواریان بھی سب بسہولت وکیل صاحب کے مکان تک پہونچ گئین۔ قافلہ کے اور لوگ صالح نبیونی کے مکان مین رہے، مجھے اور مولانا مناظر کو شیخ نصیف کے پُر فضا چبوترہ کی چاٹ پڑ چکی تھی، اور اس وقت کے گرم موسم مین تو اس کی اور زیادہ ہوس تھی، ہم دونون ان کے ہان پہونچے، معلوم ہوا شیخ مکہ جا چکے ہین، مجبوراً صالح نبیونی کے مکان کے نیچے میدان مین لیٹے، لیکن اس میدان پر اس وقت انسانون سے زیادہ اونٹون کا قبضہ تھا، ساری رات انسانون اور اونٹون کی کشمکش و چپقلش مین گذری، اونٹون کا اتنا ہجوم پہلی بار دیکھنے مین آیا،

جیسا اس وقت حاجیون سے پٹا پڑا ہے، چند دن کے اندر سڑکون کے اوپر

Marfat.com

دو کانون کے نیچے، زمین کا کوئی گوشہ خالی نہین، ۵ر ذی الحجہ ختم ہوچکی، اب حج کے دن ہی کے باقی رہگئے، ہر شخص عجلت سے بیتاب، اور لطف یہ کہ سب کو موٹر ہی سے نہین جانا ہی، سیکڑون ہزار ون بندگان خدا ایسے ہین، جو اونٹون پر جائینگے، اور کچھ ایسے بھی، جو پاپیادہ روانہ ہونگے! آفرین ہی ان کی ہمتون پر، یہان تو موٹر کے باوجود بھی گھبراہٹ سوار ہی، کہ دیکھئے ٹھیک وقت سے پہونچنا نصیب بھی ہوتا ہی، یا نہین! جون تون کرکے ۶ر کی صبح ہوئی، مدینہ کی طرح یہان بھی تہجد کی اذان ہوتی ہی، خیر، آج کی بدحواسی مین اُس وقت اٹھنا تو کیا نصیب ہوتا، البتہ نماز فجر کے لئے جب مسجد جانا ہوا، تو دیکھا، کہ مسجد نمازیون سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہی، سبحان اللہ، آج کے مجمع کا کیا کہنا، ہندی، مصری، مغربی، خدا معلوم کس کس دیس کے حاجی جمع ہین، وضع الگ، لباس الگ، بولی الگ، قد و قامت الگ، رنگ روپ الگ، البتہ سب کے سب نبیؐ کی امت اور اللہ کے بندے، دن نکلا، اور موٹرون کا انتظام شروع ہوا، آج دن کا کھانا، صبح سویرے ہی پیٹ بھر کر کھالیا گیا، کہ خدا معلوم دوسرے وقت کھانے کا موقع کب اور کہان آئے، مکہ مین چونکہ قیام بہت مختصر کرنا تھا، اس لئے زائد سامان یہین وکیل صاحب کی حفاظت مین چھوڑ دیا گیا، اور صرف ضروری سامان ساتھ رکھکر، ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے، دن کے دس بجے ہمارے موٹر روانہ ہوگئے۔ جدہ سے جو لوگ سیدھے مدینہ منورہ جاتے ہین، اور اُن کے موٹرون کے جو کرایہ پیشگی لے لئے جاتے ہین، اُن کرایون مین جدہ سے مکہ تک کا کرایہ بھی شامل رہتا ہی،

جدہ سے مکہ کا فاصلہ کوئی ۴۰، ۴۲ میل کا ہے، اونٹ دو ڈیڑھ روز مین پہونچتے ہین اچھے موٹر دو ڈھائی گھنٹے مین، اور لاریان تین ساڑھے تین گھنٹے مین، مکہ کا راستہ مدینہ کے راستہ سے نسبۃً بہت بہتر ہے، کہین کہین سڑک کوٹنے والے انجن (اسٹیم رولر) بھی دکھائی دیئے، راستہ مین دونون طرف پانی اور شربت اور چائے کی دوکانین کثرت سے موجود، شاید ایک جگہ شفاخانہ کا خیمہ بھی دکھائی پڑا تھا، چھوٹے چھوٹے پڑاو کثرت درمیان مین ایک بڑی منزل جدہ یا بحیرہ کی آتی ہے، نماز ظہر کے وقت یہان پہونچے خیمون اور شامیانون کا ایک وسیع سلسلہ سڑک کے دونون طرف قائم، علاوہ چائے کے کھانے کی دوکانین بھی موجود، چاول، گوشت ترکاری، تربوز، جو چاہیے، نوش فرمائیے، البتہ مدینہ کا سا پانی اب کہان مل سکتا ہے، اب اس کا خیال ہی چھوڑ دیجئے گو اسکی یاد ہر مرتبہ حسرت کے ساتھ آکر رہیگی، ایک بڑے قہوہ خانے مین چائے پی، اور یہین نماز ظہر بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی، جدہ سے اونٹون پر جو قافلے مکہ جا رہے ہین، ان کے بھی بہت سے حاجی یہان مل گئے، اور انھین مین جدہ کے مہاجن سیٹھ جمال الدین فتنی بھی تھے، جنکا ذکر خیر پہلے آچکا ہے، جدہ سے مکہ تک سڑک پر سایہ کا کہین نام نہین، خشک جھاڑیان البتہ جا بجا نظر آتی رہین، اور مکہ کے قریب کچھ نخلستان بھی نظر آئے۔

ظہر کا اوسط وقت گزر چکا تھا کہ زمین حرم کے حدود شروع ہو گئے، جدہ سے آتے وقت مکہ سات میل رہتا ہے، کہ حدود حرم شروع ہو جاتے ہین، کہا جاتا ہے کہ جب حضرت آدم مکہ مین تشریف لائے، تو حق تعالیٰ نے شیاطین سے آپکی حفاظت کے لئے ملائکہ

Marfat.com

کو نازل کیا، جنھون نے مکہ کو چارون طرف سے گھیر لیا، جو زمین اُس حلقے کے اندر آگئی، وہ حرم کہلاتی ہی۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو، بہرحال زمینِ حرم بے خاص ادب و آداب کی سرزمین۔ اور بزرگون نے اس کے آداب یہ لکھے ہین، کہ اگر ممکن ہو تو اتنا فاصلہ پاپیادہ طے کرے، اور قدم اس سکنت، فروتنی و تذلل کے ساتھ اٹھائے، کہ جیسے کوئی عاجز و بے بس شہنشاہ کے دربار مین جا رہا ہی، مور زلنیوں اور کم ہمتون اور ناتوانون کو بھلا ان آداب کی کیون توفیق ہونے لگی تھی، یہان محض اس لئے ذکر کر دیا گیا کہ ہو سکے تو آیندہ عازمینِ حج اسے پیش نظر رکھین۔ ان حدود مین داخل ہوئے، تو مولانا مناظر کی قیادت مین یہ دعا (یا مثل اس کے کوئی دوسری دعا تھی) بلند آواز سے پڑھی: اللھم ان ھذا حرمك وحرم رسولك فحرم لحمي وعظمي ودمي على النار اللھم امني من عذابك يوم تبعث عبادك واجعلني من اوليائك واھل طاعتك وتب علي انك انت التواب الرحيم۔ مناسکِ حج پر عربی مین صدہا تصانیف ہین، فقہ کی ہر کتاب کا ایک لازمی جزو کتاب الحج ہوتا ہی، مولانا مناظر کے پاس ملا علی قاریؒ کی شرح لباب المناسک تھی، اس موضوع پر حنفیون کیلئے جامع ترین کتاب ہی، اردو خوانون کے لئے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا مختصر رسالہ زبدۃ المناسک بڑے کام کا ہے۔ دیکھنے مین چھوٹا، لیکن مفید و مستند معلومات سے لبریز ہم لوگون کے ہاتھ مین اسی کے اوراق تھے۔ مولوی شاہ الیاس برنی صاحب کا سفرنامہ صراط الحمید بھی ضروری مسائل و معلومات سے خالی نہین، گو اسکا اصلی لطف اہل دل ہی اٹھا سکتے ہین۔ مولوی شاہ سلیمان اشرف صاحب کی کتاب الحج جامع و نافع ہی، اردو مین سب سے زیادہ مفصل و مبسوط ہدایت نامہ اس باب مین مولوی منور الدین

دہلوی کی کتاب الحج والزیارة (فتاوی عثمانی، جلد ۶) ہے، جو ہر دوسری کتاب سے بے نیاز کردینے کے لئے کافی ہی، اور اردو مین اپنے موضوع پر ایک بے مثل ونادر جامع تالیف ہے، مولوی ابوالخیر خیر اللہ صاحب وکیل ہنمکنڈہ (دکن) نے بھی اپنے چند ورق کے رسالہ خیر المناسک مین عبرت انگیز اختصار کیساتھ ضروری مسائل، ادعیہ واذکار کو جمع کردیا ہی، عازمانِ حج اگر اس قسم کی چیزین اپنے ہمراہ رکھین، تو بہت سی لغزشون اور فروگذاشتون سے، جن پر بعد کو تاسف وندامت ہوتی رہتی ہے، بچ جایا کرین گے،

Marfat.com

باب ۲۱

سوادِ مکہ

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلعم لمکۃ ما اطیبک من بلد و احبک الی ولو ان قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک،

(ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مکہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ تجھ سے زیادہ پاکیزہ کوئی شہر نہیں، اور نہ کوئی شہر تجھ سے زیادہ مجھے محبوب ہے، اور اگر میری قوم والوں نے مجھے نکال نہ دیا ہوتا، تو مین تیرے سوا اور کہین نہ رہتا،

حاضری اس پاکیزہ ترین شہر اور رسولِ خدا کے اس محبوب ترین شہر مین ہو رہی تھی،

عن عبد اللّٰہ بن عدی قال رأیت رسول اللّٰہ صلعم واقفًا علی الحزورۃ فقال واللّٰہ انک لخیر ارض اللّٰہ و احب ارض اللّٰہ الی اللّٰہ

عبد اللہ بن عدی کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلعم حزورہ (مکہ مین ایک مقام کا نام ہے) مین کھڑے ہوئے دیکھا، اور آپ فرما رہے تھے کہ اے مکہ اللہ کی بہترین سرزمین ہے، اور اللہ کی نظر مین

Marfat.com

(ترمذی)	کی محبوب ترین زمین ہے،

قدم اس بہترین شہر اور اللہ کے اس محبوب ترین شہر کی جانب بڑھ رہے تھے،

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم... یوم فتح مکۃ ان ھذا البلد حرمہ اللہ یوم خلق السموات والارض فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیمۃ وانہ لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی ولم یحل لی الا ساعۃ من نھار فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیمۃ لا یعضد شوکہ ولا ینفر صیدہ ولا یلتقط لقطۃ الا من عرفھا ولا یختلی خلاھا، (بخاری مسلم وغیرہ)	ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ ..... اس شہر کو حرم قرار دیا اللہ نے اسی روز سے کہ جس روز آسمان و زمین کی آفرینش کی، پس اس کی حرمت واجب ہے روز قیامت تک، اور ہرگز نہیں جائز ہوا اس کے اندر قتال مجھ سے قبل کسی کے لیے اور نہیں جائز ہوا خود میرے لیے بجز ایک ساعت روز کے، پس واجب ہے اس کی حرمت یوم قیامت تک، نہ کاٹا جائیگا درخت خاردار اس کے اندر اور نہ تعرض کیا جائیگا شکار سے اس کے اندر اور نہ اس کے اندر گری ہوئی چیز اٹھائی جائیگی، سوا اس صورت کے کہ اسے پہنچوایا جائے اور نہ کاٹی جائیگی گھاس اسکے حدود کے اندر،

رحمت وفضل کی کشش اس سرزمین پر لیے جارہی تھی، جہاں داخلہ کے یہ آداب اور یہ شرائط ہیں، اور جہاں کے احترام کو ان قیود سے سب پر واضح اور ... کردیا گیا ہے!

Marfat.com

یہ قیود اور یہ آداب تو اللہ کی طرف سے ہر بندہ کے لئے ہین، اہلِ ادب اور اہلِ دل نے از خود جو آداب ملحوظ رکھے ہین، اُن کا کیا ذکر کیا جائے، اس تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت مین کتنے ایسے ہین، جو بغیر کسی رفیق اور بغیر کسی زاد و راحلہ کے اپنے کو محض تقدیر الٰہی کے سپرد کئے ہوئے اس در پر حاضر ہوئے ہین! کتنے ایسے ہین کہ جو اثنائے سفر مین مسلسل روزے رکھتے ہوئے، اور قدم قدم پر دوگانہ نماز ادا کرتے ہوئے اس سرزمین پر پہونچے ہین! کتنے ایسے ہین، جو "خانہ" نہین، صاحبخانہ "بیت" نہین، ربّ البیت کے شوقِ دید مین، جھکتے اور گرتے ہوئے، سر کے بل یہان پہونچے ہین! اور فرماتے یہ ہین، کہ مسلمان حرم کو حرم اس لئے کہتے ہین، کہ اس کے

حرم را حرم بدان خوانند، کہ اندروے مقامِ ابراہیمؑ ست ..... وابراہیمؑ را دو مقام بودہ است، یکے مقامِ تنِ وے و دیگر مقامِ دلش، مقامِ تن مکہ و مقامِ دل خلت، ہر کہ قصد مقامِ تنِ وے کند از ہمہ شہوات و لذات اعراض باید کرد۔ (کشف المحجوب)

اندر مقامِ ابراہیم ہے..... اور ابراہیم علیہ السلام کے دو مقام تھے، ایک ان کے تن کا مقام اور ایک ان کے دل کا مقام، مقامِ دل کو خلت کہتے ہین، اور مقامِ تن کا نام مکہ ہے، پس جو ان کے مقامِ تن کا قصد کرے، لازم ہے کہ اپنے کو لذتون اور خواہشون سے خالی کر لے،

یہان احرام کی ظاہری پابندیان ہی آسانی سے کس کے بس کی بات تھین کہ ان باطنی پاکیزگیون کا خیال تک بھی آسکتا! یہان زبان اور آنکھ، اور ہاتھ اور پیر کب قابو مین تھے، کہ دل و دماغ، تصور و خیال، خواہش و ارادہ کو قابو مین لانے کا دھیان بھی کیا جاتا! بس محض تن بہ تقدیر چل رہے تھے، اور چل کیا رہے تھے

بس کسی کا لطفِ بے نہایت اور کرم بے حساب، چلائے جا رہا تھا! کیا شانِ رحمانیت و ربوبیت ہے! یہ ہیبت و عظمت والی، یہ عزت و جلالت والی سرزمین، جو شاید صرف انبیاء و ملائکہ اور اولیاء و صدیقین کے لایق تھی، اُس پر آج کس ننگِ خلایق نامہ سیاہ کو لایا جا رہا ہے!

عن عبد اللّٰہ ابن عباسؓ قال کانت الانبیاء تدخل الحرم مشاۃً حفاۃً و یطوفون بالبیت و یقضون المناسک حفاۃً مشاۃً (ابن ماجہ، باب دخول الحرم)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرات انبیاء حرم میں داخل ہوتے تھے تو پا پیادہ اور برہنہ پا، اور خانہ کعبہ کا طواف اور سارے ارکانِ حج پیدل ننگے پاؤں ہی ادا کرتے تھے۔

اللہ اکبر! یہ ادب و احترام حضرات انبیاء علیہم السلام کر رہے ہیں! جو خود اس مرتبہ کے ہیں، کہ جن و بشر الگ رہے، فرشتے تک انکی تعظیم کرتے ہیں! ان آنکھوں والوں نے کیا کچھ دیکھا ہو گا! ان بصارت و بصیرت والوں کو کیا کچھ نظر آیا ہو گا! اندھے اگر خود دیکھ نہیں سکتے، تو دیکھنے والوں کی پیروی تو کر سکتے ہیں! اس سرزمین کی پاکی اور اللہ کے شہر کی کبریائی کا یہ مرتبہ، کہ پاکوں کے پاک اور بڑوں کے بڑے جب داخل ہوتے ہیں، تو سواریوں سے اتر کر! اور جوتیوں کو اتار کر! ایک ادب ان باادبوں کا تھا، اور ایک ادب ہم بے ادبوں کا ہے، کہ نہ چند منٹ کے لئے بھی سواری سے اترے، اور نہ چند منٹ کے لئے بھی جوتے اتارے! ارے، یہ مقام تو وہ تھا کہ پیروں سے جوتیاں اتارنا تو کیا، اگر تن سے سر اتارنے کو بھی کہہ دیا جاتا، تو اہلِ دل اور اہلِ درد اس نذر کو کہیں ہلکی اور اس سودے کو کہیں ارزاں سمجھتے!

Marfat.com

متاعِ وصل جانان بس گران ست
گر این سودا بجان بودے، چہ بودے!

ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے ساڑھے تین پونے چار کا وقت ہوگا، کہ لاریان اپنے اسٹیشن پر پہونچکر رک گئین، اور سامنے شہر مکہ کی عمارتین نظر آنے لگین ہمارے معلم عبد الغفار سکندر کو ہمارے پروگرام کی پوری اطلاع تھی، چند منٹ کے انتظار کے بعد ایک گدھے پر سوار آتے دکھائی دیئے، اور ہم لوگ انکی معیت و رہنمائی مین روانہ ہوئے مولوی شاہ لطف اللہ صاحب کی پانچ آدمیون کی جماعت یہان سے علیحدہ ہو گئی، اور ہم سولہ مرد و زن چار اعرابیون پر سوار ہو کر چلے، حرم کا نیز جیدر آباد رباطون کا فاصلہ یہان سے ڈیڑھ دو میل تھا اور وسط مئی کی دھوپ کبھی خاصی تیز تھی، پھر زنانہ قافلہ کا ساتھ، سواری کرنا ناگزیر تھا، ٹھہرنے کے لئے متعدد مقامات پیش نظر تھے اور سب سے بڑھکر مولوی محمد سلیم صاحب کا خلوص و محبت سے بھرا ہوا، دعوت نامہ مدرسہ صولتیہ سے متعلق موجود تھا، لیکن معلم سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کا فاصلہ حرم سے اچھا خاصہ ہے، نیجو قتہ حاضری نہ ہوسکے گی، اس لئے طے پایا، کہ پہلے رباط حیدر آباد مین چلکر قیام کیا جائے، اس کے بعد دیکھا جائیگا، یہ رباط مسفلہ مین واقع ہے، کئی درجون کی وسیع عمارت، مگر اس وقت ماشاء اللہ خوب کھچا کھچ بھری ہوئی، اس کے مہتمم داروغہ حبیب اللہ صاحب خوش خلق، مستعد، کارگذار، خدمت کرکے خوش ہونے والے، حرم سے یہ عمارت کوئی تین فرلانگ کے فاصلہ پر، نہر زبیدہ کا ایک پائپ عین اس کے دروازہ پر، اور یہ مکہ کے لئے ایک خاص نعمت ہے، ہندوستا

والون کو پانی کی اس اہمیت کا اندازہ کہان،

سکندر ذو القرنین، تو حضرت خضر کی رہنمائی کا محتاج تھا، یہ سکندر مطوف خود ہادی و رہنما بنکر ہمراہ ہوے، گدھے پر سوار، ہماری اعرابی کے ساتھ ساتھ باآواز بلند دعائین پڑھتے جاتے ہین، اور ہم لوگ انھین الفاظ کو دہراتے جاتے ہین، اب یہ تو خیال نہین، کہ اس وقت اُنھون نے کون سی دعائین پڑھائی تھین، البتہ کتابون مین اس قسم کی دعائین منقول ہین، اللھم انت ربی وانا عبدک جئت لاؤدی فرائضک واطلب رحمتک والتمس رضاک متبعاً لامرک راضیاً بقضائک اسألک مسألة المضطرین الیک المشفقین من عذابک الخائفین من عقابک ان تستقبلنی الیوم بعفوک وتحفظنی برحمتک وتجاوز عنی بمغفرتک وتعیننی علی اداء فرائضک اللھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیھا واعذنی من الشیطان الرجیم

مکہ علاقہ حجاز ہی کا نہین، سارے ملک عرب کا سب سے بڑا شہر ہے، ہندوستان کے معیار سے بھی اسکا شمار بہت چھوٹے شہرون مین نہین، لوگون سے سننے مین آیا کہ کوئی ڈیڑھ لاکھ کی مستقل آبادی ہے، اور حج کے موسم مین تو یہ آبادی دوگنی بلکہ ڈھائی گنی ہو جاتی ہے، اونچے اونچے پختہ مکانات کہین کہین عالیشان حویلیان، بڑے بڑے بازار، ہر قسم کے کپڑے، کھانے، برتن، جوتے، بساط خانہ، صرافہ، کی دوکانین کثرت سے، شب مین بجلی کی روشنی کی جگمگاہٹ، چاے اور قہوہ کا تو ذکر ہی بے کار ... قابل برف اور شربت کی دوکانین ہین، طرح طرح کے خوشرنگ شربت قدم قدم پر موجود، اور کہین کہین برف بھی، یہ معلوم ہی نہین ہوتا کہ عرب مین ہین، بس یہی

Marfat.com

معلوم ہورہا ہی، کہ ہندوستان کے کسی مہذب و متمدن شہر مین چل رہے مین، البتہ سڑکون کا کوئی معقول انتظام نہین، پختہ سڑک کا برائے نام وجود، عدم کے مساوی ہجوم اور چپقلش کا کیا پوچھنا، ایسے ہنگامہ مین، سکندر صاحب کی آواز بھی پوری طرح پہونچنی ممکن نہ تھی، پھر بھی "معلم" صاحب اپنی تعلیم شروع کر چکے تھے، اور ادھر سے بھی اپنی والی کوشش یہی تھی، کہ بہت نالایق شاگردون مین شمار نہ ہو،

لیکن مکہ کے بازارون کی یہ رونق اور یہ آبادی —— آہ اس درد دل کو الفاظ کے واسطے سے کیونکر ظاہر کیا جائے —— مسلمانون کی ترقی نہین اپنون کی ترقی نہین، مکہ و مدینہ کی ترقی نہین، حجاز کی ترقی نہین، حجاز کی نہ سہی مصر شام، مراقش وطرابلس، عراق وایران، بخارا و افغانستان کسی اسلامی ملک کی ترقی نہین، بلکہ تقریباً تمامتر فرنگیون کی ترقی ہی بیگانون کی ترقی ہی، امریکہ و جرمنی انگلستان و اٹلی کی ترقی ہی، یہ دوکانون پر جو لاکھون روپیے کا سامان نظر آرہا ہی، یہ شال اور پشمینے، یہ کمل اور یہ چادرے، یہ موزے اور یہ دستانے، یہ مفلر اور یہ کالر، یہ سوئٹر اور یہ بنیائن، یہ مخمل اور یہ اطلس، یہ جوتے اور یہ ٹوپیان، یہ ٹیپ اور یہ گرگابیان، یہ موٹرون کے ٹیوب اور لاریون کے ٹائر، یہ بجلی کے قمقمے اور گیس کے ہنڈے، یہ تیل کے پیپے، اور یہ عطر کی شیشیان، یہ سگار اور دیا سلائیان، یہ مربے اور جیلیان یہ گلاس اور پلیٹین، یہ رومال اور جانمازین، اور یہ ہر قسم کے خوشنما سامان کا ڈھیر کاش اس کا کوئی حصہ تو اپنون کا ہوتا! کاش یہ تو نہ ہوتا، کہ اپنون کی جیب سے سارے کا سارا نکل کر مانچسٹر اور لنکاشائر، لیورپول اور گلاسگو، شیفلڈ و برمنگھم، ایسٹرڈم و

اسٹاکھام، واشنگٹن اور شکاگو کی کوٹھیون اور کارخانون مین، بینکون اور خزانون مین منتقل ہوا چلا جا رہا ہو! یہ ٹھیک ہو کہ بغداد کی عبائین، اور دہلی کے جوتے بھی موجود ہین لیکن جہان ہزارون اور ہزارون کے سیکڑون لاکھون، اور لاکھون کی دہائیون کے نفع بیگانے حاصل کر رہے ہون، وہان اگر سیکڑون کی رقم اپنون کی جیب مین آئی بھی، تو کیا آئی! کس کو اس پر خوشی ہوگی، اور کون اسکا ذکر فخر سے کریگا!

اولم نمکن لھم حرما آمنا یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیءٍ رزقا من لدنا، (قصص، ع ۶)	کیا ہم نے ان لوگون کو امن والے حرم مین جگہ نہین دی جس کی طرف ہر طرح کے میوے کھنچے چلے آتے ہین، جو رزق ہو ہماری طرف سے،

تلاوت مین آیہ کریمہ خدا معلوم کتنی بار نظر سے گزر چکی تھی، لیکن اس کا مفہوم پوری طرح، مکہ معظمہ مین حاضری کے بعد ہی واضح ہوتا ہو، ایک بے آب و گیاہ ملک، ہر طرف ریگ اور ریگستان، پتھر اور خشک چٹانین، سبزی اور شادابی کا کوسون کیا معنی منزلون پتہ نہین، کنوئین کا وجود عنقا، اور جھیل اور تالاب کا تو نام بھی کسی کے کانون مین نہ پڑا ہوگا، موسم کی گرمی، لو کی لپٹ، دھوپ کی تیزی اس پر مستزاد، ایک طرف خشکی کے یہ سارے سامان، اور دوسری طرف تازہ پھلون اور شاداب میوؤن کی وہ کثرت، کہ بمبئی کے کرافرڈ روڈ، یا دہلی کی فتحپوری کی دوکانون کا دھوکا ہونے لگے، کھیرا، ککڑی، سردہ، کیلا، تربوز، خربوزہ، کدو، لوکی، نارنگی، سنگترہ، انار، انگور، سیب، ناشپاتی، کشمش، لیمون، چیکو، شفتالو، خوبانی، تر و تازہ آلو بخارا، (... رہا بجز آم کے) جو ترکاری اور جو پھل چاہئے، اپنی تر و تازہ، سرسبز و شاداب شکل مین موجود، یہ اگر محض مکہ کی کرامت اور رب مکہ کا کرم نہین، تو اور کیا ہو؟ اسباب ظاہری کے

لحاظ سے تو اس کا خیال بھی نہین ہو سکتا تھا، رَبَّنَا اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ کا دیہ ہماری طرف سے، بلا تائیدِ اسباب طبعی، و بغیر مساعدتِ تدابیر ظاہری، مکہ والون کے لئے رزق ہی جس سچے نے کہا ہی، حرف بحرف سچ کہا ہی، اور وہی ایک سچا اتنے بڑے دعوی کی بے دھڑک ہمت کر بھی سکتا تھا، جس سرزمین مین کچھ بھی نہ پیدا ہوتا ہو، وہان، یہ سب کچھ موجود ہوجانا، اور دعویٰ کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کر دینا، قرآن مجید کی صداقت کا وہ مستقل معجزہ ہی، جسکا مشاہدہ دنیا ساڑھے تیرہ سو برس سے مسلسل کرتی چلی آرہی ہی، اور خدا جانے آیندہ کب تک کرتی چلی جائے گی!

Marfat.com

باب ۲۲
حرم شریف

مکہ مکرمہ مین حاجیون کے ٹھہرنے کا عام دستور یہ ہو کہ اپنے اپنے معلم کی معرفت کرایہ کے مکانون مین اترتے ہین، مکانات کے کرایہ عموماً تو کچھ ایسے گران نہین رہتے لیکن اس ہجوم کے زمانہ مین ظاہر ہو کہ اپنے جائز حدود کے اندر کیونکر محدود رہ سکتے ہین، مالکانِ مکانات کی خاطر خواہ آمدنیون کا یہی زمانہ ہوتا ہو، منہ مانگے کرایے ملتے ہین، اور پھر معلم صاحبان اپنے حقوق سے ایسے خداداد موقع پر کیون دست بردار ہونے لگے، کرایے عموماً روپیون کے حساب سے نہین، گنیون کے حساب سے ہوتے ہین، ہمارے معلم عبدالقادر سکندر نے جو ہندوستان سے ہمارے ساتھ ہی اسی جہاز پر خود بھی مکہ چلے تھے، ہم سے بمبئی مین بکمال عنایت فرمایا تھا، کہ وہ ہمارے لئے ایک بہت ارزان مکان دس پندرہ گنی مین تلاش فرما دین گے، لیکن ہمکو بحمداللہ انکی عنایت سے مستفید ہونے کی ضرورت نہین پڑی، اللہ کے گھر مین میزبانون کی کیا کمی معولیہ، مدرسہ فخریہ عثمانیہ اور حیدرآباد کی رباطین متعدد ٹھکانے ہمارے ٹھہرنے کے تھے اور صلاح یہ قرار پائی کہ سب سے پہلے رباط حیدرآباد کو چل کر دیکھا جائے، چنانچہ وہین کے لئے ہمارا قافلہ، اعرابیون پر سوار اپنے معلم کی رہنمائی مین چل رہا تھا، ——

یہ خوب واضح رہنا چاہئے کہ ہر شخص کو ایسی سہولتین میسر آجانا ممکن نہین، عموماً حاجیون کو اپنے ٹھہرنے کا سارا انتظام اپنے معلم ہی کی معرفت کرنا ہوتا ہے، اور مکہ مین کرایہ مکان کے لئے ایک معقول رقم اپنے پاس رکھنا ضروری ہے،

آج سے خدا معلوم کے ہزار برس قبل یہ حکم اللہ کے خلیل ع کو ملا تھا کہ

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (حج، ع ۴)	لوگون مین پکار دے حج کے لئے، وہ آئینگے تیری طرف پیدل بھی، اور ہر طرح کی دبلی سواریون پر بھی، جو ہر دور دراز کے سے آتی ہونگی،

اب تک آیت کے محض الفاظ کا مطالعہ ہوا تھا، معنی کا مشاہدہ آج شروع ہوا، خدا معلوم آس پاس سے آنے والے کتنے پاپیادہ، اور دور دور دراز سے آنیوالے کتنے سواریون پر ساتھ ساتھ چل رہے ہین، آگے چل رہے ہین پیچھے چل رہے ہین، اور برابر امنڈتے ہوئے چلے آرہے ہین! دس بیس ہون، سو پچاس ہون تو کوئی گننے کی کوشش بھی کرے، ٹڈی دل کے شمار کرنے کی ہمت کوئی کہان سے لائے! عزیمت اور حوصلہ والے پاپیادہ ہین، رخصت اور اجازت والے سواریون پر سوار ہین، اونٹ اور اونٹنیان بھی ہر قسم کی خوش رنگ بھی بدرنگ بھی، بڑے بھی چھوٹے بھی، وحشی بھی، شائستہ بھی، سفید بھی سیاہ بھی، سرخ بھی بادامی بھی، مگر سب کی سب فرطِ مشقت سے چور چور (علی کل ضامر)، اور آنے والے کہان کے؟ کوئی ایک دو ملک ہون تو نام گنا لے جائین، نجد کے، یمن کے، عراق کے

Marfat.com

شام کے، مصر کے، اناطولیہ کے، فلسطین کے، کردستان کے، سوڈان کے، طرابلس کے، مراقش کے، زنجبار کے، حبشہ کے، ٹیونس کے، ایران کے، افغانستان کے، بلوچستان کے، بخارا کے، ترکستان کے، چین کے، جاوا کے، برھما کے، سیلون کے، بنگالہ کے، پنجاب کے، سندھ کے، گجرات کے، بہار کے، مالابار کے، بمبئی کے، دکن کے، دہلی کے، لکھنؤ کے، اور خدا معلوم دنیا کے کن کن گوشون کے رہنے والے اور روے زمین کے کن کن حصون کے بسنے والے من کل فج عمیق کی تفسیر کا مشاہدہ کرانے کو موجود۔

بیرون شہر کا حصہ جب تک طے ہوتا رہا غنیمت رہا، شہر کے اندر داخل ہوتے ہی ہجوم کی بھی زیادتی شروع ہوئی، یہان تک کہ جب اس موڑ پر پہونچے جہان سے محلہ سفلہ کے حدود شروع ہوتے ہین، تو اونٹون اور انسانون کی وہ چپقلش تھی کہ راستہ ملنا کسی طرح آسان نہ تھا عصر کا وقت شروع ہو چکا تھا ادھر یہ عجلت کہ منزل پر جلدی سے پہونچ، اسباب رکھ رکھا، کسی طرح حرم تک جا پہونچین، اور ادھر ہجوم ہر کہ راستہ کو ناقابل گذر بنائے ہوے ہے۔ منیٰ کے جانے کا مسنون وقت ۸ ر ذی الحجہ کی صبح ہے اور عرفات تو ۹ ر کی دوپہر تک پہونچنا چاہئے لیکن جلد بازون اور سنت رسول سے بے پروائی برتنے والون نے سیکڑون ہزارون کی تعداد مین، آج ۶ ر ذی الحجہ ہی سے روانہ ہونا شروع کر دیا ہے، اور ان قافلون نے راستہ کی چپقلش اور زیادہ بڑھا رکھی ہے۔ دو منٹ چار منٹ، دس منٹ بیس منٹ، چوراہے پر کھڑے کھڑے ایک مدت گزر گئی، اور سکندر ظلم جو راستہ کے صاف کرنے مین لگے ہوئے تھے، خود بھی کہین غائب ہو گئے ایک ایک منٹ بھاری

ہو رہا ہے، لیکن کس کے بس کی بات ہے! ـــــــ سعودی پولیس آخر کہان ہے؟ کیا راستہ کا انتظام اور ہجوم کو قابو مین رکھنا حکومت کے فرائض مین داخل نہین؟ اور وہ پولیس جو مدینہ منورہ مین زیارت روضۂ اطہر کے وقت اپنی زندگی دینی قوت کا ہر لمحہ اور ہر آن ثبوت دیتی رہتی تھی، آج ان 'بدعتون' کے روکنے کے وقت جنکا تعلق کسی مخصوص فرقہ کے عقائد سے نہین بلکہ حنفی و حنبلی، بدعتی و وہابی سب سے یکسان ہے، کیا سرے سے غائب و معدوم ہو گئی؟

خیر خدا خدا کرکے مشکل آسان ہوئی، سکندر پھر نظر پڑے، اور ابکی اُن کے ہم[راہ] مہتمم رباط، داروغہ حبیب اللہ بھی تھے، بیچارے ہم نوواردون اور اجنبیون کی [...] کے لئے یہان تک آگئے، ان دونون کے مشورہ سے ہم سب لوگ جنمین بوڑھے [...] کمزور مرد، اور بوڑھی اور کمزور عورتین بھی تھین، اپنی اپنی سواریون سے اترے، اور مجمع کے اندر گھستے اور ریلتے، پیدل روانہ ہوئے، اسباب بدستور اعرابیون پر لدا ہوا پیچھے پیچھے تھا، اور اس طرح فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کی مسافت طے کرکے رباط تک پہونچے رباط ایک اچھی وسیع دو منزلی عمارت ہے، اور سب سے اوپر کھلی ہوئی چھت، عین دروا[زہ] نہر زبیدہ کا نل لگا ہوا، جو یہان کے لئے ایک خاص نعمت ہے، خالی زمانہ مین کوئی یہان آئے، تو بڑی راحت و آسائش سے ٹھہر سکتا ہے، اس وقت یہ حالت کہ عمارت کا چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ حاجیون سے گھرا ہوا، اوپر نیچے، کمرہ، برآمدہ، ہر جگہ رکی ہو[ئی] مگر داروغہ صاحب نے بکمال عنایت ہمارے قافلہ کے لئے اوپر کے درجہ مین ایک خاصی وسیع جگہ محفوظ کر رکھی تھی، ایک لمبا چوڑا دالان اور ایک بڑا کمرہ

Marfat.com

دو پاخانے، اگر ہم سب مرد ہی مرد ہوتے، تو اتنی گنجایش بہت کافی تھی، لیکن ہم سولہ آدمیون مین سات عورتین تھین، اور وہ بھی سب ایک خاندان کی نہین کہ سب مردون کے سامنے آسکین، بلکہ تین یا چار مختلف خاندانون کی، پردہ کے اہتمام مین سخت دقتین، شدید گرمی کا موسم صحن کا نام نہین، برآمدہ بھی ہوادار نہین بلکہ دیوارون سے گھرا ہوا، چپلقش ناگزیر تھی، لیکن انسان کے اختیار مین آرام وآسایش کا جو درجہ ممکن تھا، اُس کے بہم پہونچانے مین داروغہ حبیب اللہ نے کوئی بات اٹھا نہین رکھی، انھین سیکڑون مہمانون کو سنبھالنا تھا، لیکن بیچارے ہنسی خوشی سب کی خدمت مین لگے رہتے، متعدد موقعے ایسے بھی آئے، کہ ان کا ناخو[illegible] ہوجانا بالکل واجبی تھا، لیکن کبھی اُن کے جبینِ تحمل پر شکن پڑتے نہین دیکھی گئی،

اسباب رکھتے رکھاتے عصر کا اول وقت گذر کر وسط وقت شروع ہوگیا جلدی جلدی تازہ وضو کرکرا، جامۂ احرام مین ملبوس، اپنے معلم کی رہنمائی مین حرم کو روانہ ہوئے، فاصلہ کچھ بہت زائد نہین، کوئی تین فرلانگ ہوگا، چند منٹ مین پہونچ گئے ہونگے، مگر نہ پوچھیے، کہ یہ چند منٹ اس وقت کے گھنٹے معلوم ہوئے، زبان پر لبیک لبیک ہی، معلم صاحب شاید کچھ اور دعائین بھی پڑھاتے جارہے ہین، لیکن دل کیا کہہ رہا ہی؟ کون سی تمنا ہی، جو اس وقت دل مین نہین؟ تمناؤن کا ہجوم اور [illegible] کی کشمکش، اور پھر ہیبت و دہشت، کہ کس دربار مین حاضری ہو رہی ہی! [illegible] ہر لحظہ اس کی دہشت بڑھتی جارہی ہی، اور قدم ہین، کہ ہر ہر قدم پر بھاری ہوتے جارہے ہین، کہان کسی سیہ کار کی جبین، اور کہان کسی بے مکان و بے نشان

کا سنگِ آستانہ ، یہ ناپاک قدم کس پاک سرزمین کو روند رہے ہین ؟ ——

آہ یہ گلیان تو تیرے اُس خلیلؑ کے قدمون کے لایق تھین ، جو تیرے نام پر دہکتی ہوئی آگ مین کود ا تھا ، اور جو محض تیرا اشارہ پاکر اپنے پلے پلائے نورِ نظر کے حلقوم پر چھری پھیر چکا تھا ، اس کم سن لڑکے کے لایق تھین ، جو محض تیری رضا کے لئے بے خطا و بے قصور اپنے ذبح کرانے کو حلق سامنے کرکے ہنسی خوشی لیٹ گیا تھا ، تیرے اس حبیب اور محبوب بندہ ؐ کے لایق تھین ، جو تیرے نام اور تیرے پیغام کی منادی کرنے کے جرم مین ، انھین گلیون مین سالہا سال ہر طرح کی ایذائین سہتا اور اذیتین برداشت کرتا رہا تھا !

سنتے چلے آئے تھے ، اور کتابون مین بھی بارہا پڑھا تھا ، کہ کعبہ تجلی گاہِ جلال ہے یہان تجلیاتِ قہری کا زور ہے ، روایتون کا اثر دل مین بیٹھا ہوا تھا ، ہیبت و دہشت کا غلبہ تھا ، ہمت بار بار جواب دے رہی تھی ، اور دل یہ کہہ رہا تھا ، کہ سامنا کیونکر کیا جائیگا ، "زبین" کی زبان سے یہ مصرعہ بار بار سنا تھا ، کہ

تو مرا خراب کردی بہ این سجدۂ ریائی !

دل کھٹک رہا ہے ، ذرا کان لگا کر سننا کہین یہ ندا اس وقت اسی مسجد حرم کی رُخ سے تو نہین آرہی ہے ؟ شاعری کی دنیا مین بارہا یہ آواز کانون مین پڑ چکی تھی ،

چو بطوفِ کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند ،

تو برون در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی !

کیا آج اور اس وقت یہ شاعری حقیقت بنکر رہے گی ؟ یا اللہ اس پاک زمین

پر اپنی ناپاک پیشانی کو کیونکر رگڑا جائیگا ؟ اس عظمت وجلالت والے مکان کے طواف پر کیسے قدرت ہوگی ؟ جن گلیون مین ہاجرہ صدیقہ دوڑی تھین، نبی کی مان اور نبی کی بیوی دوڑی تھین، وہان اس ننگِ امت سے "سعی" کیونکر بن پڑے گی۔

لیجئے، مسجد حرام کی چاردیواری شروع ہوگئی، کئی دروازے چھوڑتے ہوئے ہم لوگ باب السلام سے اندر داخل ہوئے، (داخلہ کے لئے یہی دروازہ سب سے بہتر مانا گیا ہی) کس کے اندر داخل ہوئے ؟ اس ارض پاک کے اندر اس بقعۂ نور کے اندر، جہان کی ایک نماز، ایک لاکھ، یا کم از کم ایک ہزار نمازون کے برابر ہی! اندر داخل ہوتے ہی نگاہ، اس سیاہ غلاف والی عمارت پر پڑی، جسے خشکی اور تری مین نہ سما سکنے والے نے، زمین وآسمان، عرش وکرسی کی سمائی مین نہ آنے والے نے، وہم وخیال کی وسعت مین نہ گھرنے والے نے، اپنا گھر، کہکر پکارا ہی! اور نگاہ پڑتے ہی جہان پڑی تھی، وہین جم کر رہگئی! اس گھڑی کی کیفیت کیا، اور کن لفظون مین بیان ہو! کہتے ہین، کہ موسی کلیمؑ کے ہوش وحواس کسی کی ایک تجلی کی تاب نہ لاسکے تھے، جب تجلیِ "بیت" کا یہ حال ہی، کہ ہوش وحواس قائم رکھنے دشوار، تو "رب البیت" کی تجلی نے خدا معلوم کیا غضب ڈھایا ہوگا! جب گھر کی برق پاشیون کا یہ عالم ہی، تو گھر والے کے انوار وتجلیات کی تاب کون بشری آنکھ اور انسانی بصارت لاسکتی ہی؟ اللہ اللہ! کیا حسن وجمال، کیا رعنائی وزیبائی، کیا خوبی ومحبوبی، کیا دلکشی ودلبری [illegible] اُن لوگو نے قہر وجلال کی تجلی گاہ بتایا ہی، خدا معلوم انھون نے کیا، اور کس عالم مین دیکھا، اپنا تو یہ حال تھا، کہ سرتاپا مہر وجمال ہی ٹپکتا نظر آتا تھا، اور ہر چہار طرف سے رفق والتفات

Marfat.com

شفقت و رحمت کے کھلے ہوئے پھولوں کی خوشبوئیں لپکی اور دوڑی چلی آرہی تھیں! ابراہیم کی خلت، اسمٰعیل کی فداکاری، ہاجرہ کی سکینیت، اللہ اکبر جہاں یہ تینوں اکٹھا ہوں انوارِ مہر و جمال کی تجلیات اس ٹھکانے سے بڑھ کر اور کہاں ہونگی! اب نہ قلب کو اضطراب ہے، نہ طبیعت میں انتشار، نہ خوف نہ دہشت، نہ رعب نہ ہیبت، سرتاسر سکون ہے، اور انبساط، سرور ہے اور نشاط، من دخلہ کان امنا کی تفسیریں بہت سی پڑھی تھیں لیکن جو تفسیر اس گھڑی، بغیر کسی کتاب و عبارت کے توسط کے، لوحِ قلب پر القا ہو رہی تھی، وہ سب سے الگ، سب سے نرالی، سب سے عجیب تھی، اور اگر فاش گوئی کی اجازت دیجائے تو اپنے حق میں سب منقول و مکتوب تفسیروں سے بڑھکر صحیح بھی تھی، آہ،

در مصحف روے او نظر کن

خسرو، غزل و کتاب تا کے؟

غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں، کہ قیامت کے دن کعبہ کا حشر بناؤ سنگار کی ہوئی نئی دولھن کی شکل میں ہوگا، لیکن یہ قید اُس روز کے لئے کیوں، اور اس کے مشاہدہ کے لئے قیامت کے انتظار کی کیا ضرورت ہے؟ قسم ہے خانہ کعبہ کے رب کی، کہ کعبہ آج بھی نئی دولھنوں ہی کی طرح حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، دلکشی و دلبری کے پورے ساز و سامان سے آراستہ ہے، اور اپنی خوبی و محبوبی میں بجز مدینہ کی مسجد نبوی کے کوئی شریک رکھتا ہے، نہ سہیم، اسے محبوبیت کے جامہ میں، حسن و جمال کی جملہ اداؤں کے ساتھ، اسی عالم ناسوت میں کس نے نہیں دیکھا ہے؟ پیمبروں نے دیکھا، صدیقوں نے دیکھا، کاملوں نے دیکھا، عارفوں نے دیکھا، آنکھیں رکھنے والوں نے دیکھا، اور اندھ

Marfat.com

ہے کہ جو بصیرت سے محروم، اور بصارت کا ضعیف ہی، اس تک نے دیکھا! شاید امام غزالی ہی نے، یا کسی اور بزرگ نے فرمایا ہی، کہ آج جن آنکھوں نے خانۂ کعبہ کی زیارت کی ہی، کل اُن مین اتنی قوت واستعداد پیدا کردیجائیگی کہ وہ ربِّ کعبہ کا بھی دیدار کرسکین۔ اس مرتبہ اور اس اکرام کا کیا کہنا! لیکن اس مرتبے کی توقع تو وہ کرے، جو خود ذی مرتبت ہو، ہم جیسے درماندون اور زبون ہمتون کے لئے مکین کو چھوڑکر مکان ہی کا دیدار بجائے خود کیا کم ہی! روایات مین آتا ہی، کہ خانۂ کعبہ پر نظر کرنا ایک مستقل عبادت ہی، اور شاید کسی حدیث مین یہ تصریح بھی آئی ہی کہ کعبہ پر روزانہ ایک سو بیس رحمتون کا نزول ہوتا رہتا ہی، جنمین سے ساٹھ اُن کے لئے ہین، جو اس کے اندر نماز پڑھتے ہین، اور چالیس ان کے لئے جو اس کا طواف کرتے ہین، اور بیس اُن کے لئے جو اسکی طرف دیکھے رہتے ہین۔ لیکن اجر وعبادت سے قطع نظر کرکے اپنے ذوق وشوق اور ولولہ کے لحاظ سے کون دل ایسا ہی، جو ہوسِ دیدار سے خالی اور حرصِ نظارہ سے کورا ہوگا؟ جی بیتاب کہ دیکھئے اور پھر دیکھئے، دس بار دیکھئے، سو بار دیکھئے، ہزار بار دیکھئے، دیکھتے رہئے، اور دیکھے جایئے، اور دیکھنے سے کبھی نہ تھکئے! ع

نظارہ ز جنبیدنِ مژگان گلہ دارد!

Marfat.com

باب ۲۳

حریم قدس

کلام پاک مین ایک جگہ جہان جنت سے ابلیس کے نکالے جانے کا قصہ مذکور ہی ابلیس کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہین، لاقعدن لهم صراطك المستقيم یعنی مین تیرے بندون کی راہ مارنے کے لئے، تیری سیدھی راہ مین بیٹھون گا، ظاہر کہ "صراط مستقیم" یہان اپنے عام و وسیع معنی مین آیا ہی یعنی ہر نیک کام، ہر خدائی راہ اور مفسرین نے یہی معنی لئے ہین لیکن ابن جریر، ابن کثیر، خازن وغیرہ مین ایک قول یہ بھی نقل ہوا ہی، کہ اس صراط مستقیم (سیدھی راہ) سے مراد مکہ اور حج بیت اللہ کی راہ ہی، تابعین مین عون بن عبد اللہ اسی کے قائل ہوئے ہین، اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین بھی یہ قول نقل کیا ہی، یہ ہے بیت اللہ کی اہمیت! شیطان تک نے اللہ کی اصلی راہ، اور حقیقی صراط مستقیم اسی کو سمجھا، اور اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے جب بیٹھا، تو بیت اللہ ہی کے مسافرون کی راہ مین بیٹھا! شیطان سے بڑھکر رازشناس اور کون ہی، خود مردود ہی، لیکن یہ تو خوب جانے اور پہچانے ہوئے کہ مقبولیت کا راستہ کیا ہی، اور مقبولون کی راہ کون سی ہی؟ ——————

تنہا حجاز کا نہین، محض ملک عرب کا نہین، صرف مسلمانون ہی کا نہین سارے

Marfat.com

دنیا کا نظم ونظام، امن وامان، اسی ایک پیاری عمارت سے وابستہ، قیاماً للناس اسی کی شان مین وارد، دنیا اس دم تک قایم، جب تک یہ شرف وعزت والا گھر اور اس کا طواف قایم ہی، اور جس وقت یہ ڈھا دیا گیا، اس کے بعد نہ کوئی مکان باقی رہیگا، نہ مکین، ولا تقوم الساعۃ حتی لا یحج البیت،

رفعتِ مرتبہ وجلالتِ قدر کا یہ حال، لیکن اسے چھوڑیے، کہ یہ تو سب کو مسلم ہے، اور اس مین کسی کو کلام ہی نہین، یہان ذکر کمال کا نہین جمال کا تھا، اور گفتگو بیتِ خلیلؑ وبیتِ ربِ جلیل کی عظمت وبزرگی کے باب مین نہین، بلکہ اس کی دلآویزی ومحبوبی کے باب مین ہو رہی تھی، شیخ فریدالدین عطارؒ اپنے تذکرۃ الاولیاء مین حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی زبان سے یہ روایت نقل کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ مین مکہ مین تھا دیکھا کہ ایک حسین نوجوان خانہ کعبہ تک پہونچنا چاہتا ہی، اتنے مین بیہوش ہو کر گر پڑا، مین اس کے پاس لپک کر پہونچا، دیکھا کہ وہ کلمۂ شہادت پڑھ رہا ہی، مین نے ماجرا پوچھا، تو کہا کہ مین نصرانی ہون، چاہتا تھا کہ کعبہ کے حسن وجمال کا چل کر مشاہدہ کرون، جون ہی یہان پہونچا، غیب سے کان مین آواز آئی تدخل بیت الحبیب وفی قلبک معادات الحبیب (دوست کے گھر مین قدم رکھ رہا ہی اور دل مین دوست کی دشمنی لیے ہوئے ہے؟) اللہ اللہ! حسن وجمال کی یہ کشش! منکرون تک کو یہ شوقِ دید! وہ جو کمال کے منکر ہین، جمال کا انکار اُن سے بن پڑا! ـــــ عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت چھوڑیے، اسے سیکڑون برس کا زمانہ ہو چکا، اپنے زمانہ کو دیکھیے، آج اس بیسوین صدی مین اس روشنی

اور روشنخیالی کے زمانہ مین کیا حال ہی؟ کتنے امریکی اور کتنے افریقی، کتنے برطانوی اور کتنے اطالوی کتنے جرمن اور کتنے فرنچ، اس تمنا اور اس آرزو مین رہتے ہین اور کس کس طرح بھیس بدل بدل کر، وضع و قطع، نام و قومیت تبدیل کر کر کے، جھوٹے مسلمان، اور جعلی عرب بن بن کر اس گھر کے دیدار کو آتے رہتے ہین!

اور اس محبیت پر، اس محبوبیت پر حیرت کیون کیجئے، آخر یہ دعا کس مقبول و برگزیدہ، کس چہیتے اور محبوب بندہ کی زبان سے نکلی تھی، رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام......... ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون، ساری دنیا کو چھوڑیئے، صرف اتنے ٹکڑے کو لیجئے فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم لوگون کے دلون مین اس وادی ذی زرع مین بسنے والون کی طرف، اس بے آب و گیاہ سرزمین مین ڈیرے جانے والون کی طرف اپنے اس پاک و پاکیزہ گھر کے جوار مین وطن بنانے والون کی طرف رغبت و کشش پیدا کر دے"! دعا کس نے کرائی تھی؟ دعا کے الفاظ کس کے تعلیم کئے ہوئے تھے؟ دعا کے لفظ خلیل اللہ کی زبان سے ادا ہوئے لیکن دعا کا القا کہان سے ہوا تھا؟ جس نے دعا سکھائی، اسی نے دعا قبول بھی کی، اور جو سب کے دلون کا مالک اور حاکم ہی اسی نے دلون مین رغبت اور کشش پیدا کر دی۔ اور پھر مکین کی نظر مین اپنے مکان کی عظمت ذرا دیکھنا، دعا مین یہ نہین کہلایا جاتا کہ اس گھر کی طرف کشش ہو، بلکہ صرف یہ کہ اس گھر کے آس پاس بسنے والون کی

طرف کشش ہو، جس گھر کے جوار مین یہ مرجعیت، یہ محبوبیت، یہ کشش ہو، تو خود اس گھر کی کشش اور محبوبیت کو کن لفظون مین ادا کیا جائے! دعا کے لئے اجابت خود استقبال کو آئی، دعا قبول ہوئی، اور ایسی قبول ہوئی کہ ابراہیم والے اور اسمٰعیل والے محمدؐ والے، اور ربِّ محمدؐ والے تو الگ رہے، کلکتہ اور بمبئی والے دہلی والے اور شملہ والے کشمیر اور مسوری والے، نینی تال اور دارجیلنگ والے، آکسفرڈ اور کیمبرج والے، لندن اور پیرس والے آج دنگ و حیران ہین، اور شمال اور جنوب سے شرق سے اور غرب سے خشکی اور تری سے، ریل سے اور جہاز سے، موٹر سے اور اونٹ سے ہزارون اور لاکھون مرد و عورت بوڑھے اور جوان، ادھیڑ اور بچے ہین، کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے چلے آتے ہین!

جس گھر کی محبوبیت اور جاذبیت، گھر کے نافرمانون اور باغیون تک کی نظر مین ہو، تو گھر کے مالک کے غلامون اور حلقہ بگوشون کے دلون کی کیفیت اس کے متعلق کیا ہوگی! حرم کے اندر داخل ہوتے ہی، اور کعبۂ مطہر پر نظر پڑتے ہی، نہ پوچھئے کہ دل کی کیا کیفیت ہوئی، معلوم نے اس وقت کیا دعا پڑھائی، یہ تو یاد نہین، اور کوئی دعا پڑھائی بھی تھی یا نہین، یہ بھی اب پوری طرح حافظہ مین نہین ——— اس وقت اتنا ہوش اور اتنا دماغ کسے تھا ——— البتہ یہ خوب یاد ہے کہ اس جمالِ مجسم پر نظر پڑتے ہی بے اختیاری کے عالم مین بیساختگی کے ساتھ جو دعا زبان پر آئی، وہ دعا و کتاب اپنی آمرزش و مغفرت کی دعا تھی! خودغرضی کا یہ عالم، کہ معاً اس وقت کوئی دوسرا یاد نہین پڑا، میدانِ حشر کی طرح صرف نفسی نفسی زبان پر تھا، اور سب سے پہلے صرف اپنے ہی حق مین دعا نکلی، مگر چند ہی لمحون کے بعد اپنے والے بھی یاد پڑنے

اور عزیزون، دوستون، اور امت اسلامیہ مین جو جو یاد پڑتے گئے، سب کے حق مین دعائین ہوتی رہین، یہ تو آپ بیتی تھی، لیکن کتابون مین عموماً یہ لکھا ہوا ہی، کہ خانہ کعبہ پر اول نظر پڑتے ہی یہ دعا پڑھے، اور یہی رسول اللہ صلعم سے منقول ہی (بہ تغیر بعض الفاظ) اللھم زد بیتك ھذا تعظیماً وتشریفاً ومھابۃً وزد من تعظیمہ وتشریفہ من حجۃ وعمرۃ تعظیماً وتشریفاً ومھابۃ" ایک روایت مین نبی کریم صلعم سے دعا کے یہ الفاظ بھی منقول ہین، اعوذ برب البیت من الدین والفقر ومن ضیق الصدر وعذاب القبر، حضرت عمرؓ کی بابت منقول ہی، کہ وہ جب خانہ کعبہ کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے، اللھم انت السلام ومنك السلام فحینا ربنا بالسلام، اور فقہاء حنفیہ نے عموماً یہ لکھا ہی، کہ سب سے پہلے تین بار اللہ اکبر کہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھے، اور اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے، اس پر سب کا اتفاق ہی، کہ (فان الدعاء مستجاب عند رویۃ البیت) رویت کعبہ کے وقت جو دعا کیجاتی ہی، مقبول ہوتی ہی، مقبولیت دعا کا یہ خاص اور اہم وقت ہوتا ہی، آیندہ کے لئے تمام عازمین حج وعمرہ اس وقت کی اہمیت کو یاد رکھیں، اور اس وقت عزیز کو ہرگز اپنی غفلت وتساہل سے ضایع و برباد نہ ہونے دین،

ہوش وحواس ذرا بحال ہوئے، تو پہلا کام یہ کیا، کہ حرم مین نماز عصر پڑھی، حرم کی کیفیت کیا بیان ہو، وسعت مین یہ مسجد الحرام، مسجد نبویؐ سے کہین بڑھی ہوئی ہی، گو دلکشی مین اس کی ٹکر کی نہین، لوگون کا بیان سننے مین آیا، کہ اس کے اندر ایک لاکھ انسان تک نماز پڑھ سکتے ہین، صرف صحن کا طول بارہ سو فٹ اور عرض نو سو فٹ

سے زائد بیان کیا جاتا ہے، چاروں طرف بڑے بڑے وسیع فراخ و عالیشان دالان اس کے علاوہ ہیں، دروازے متعدد ہیں، زبانی تو وہاں اکتالیس دروازے سننے میں آئے تھے، مگر کتابوں میں نام صرف سترہ کے نظر پڑے، منارے چھ ہیں، اور چھوٹے بڑے گنبدوں کی تعداد غالباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) سے متجاوز ہے، دالانوں سے خانہ کعبہ تک پہونچنے کے لئے صحن میں متعدد روشیں یا سڑکیں پتھر کی چھ چھ ساڑھے چھ چھ فٹ چوڑی بنی ہوئی ہیں، ان کی تعداد بھی دس بارہ سے کیا کم ہوگی، صحن میں عموماً چھوٹی کنکریاں بچھی ہوئی ہیں، اس لئے خانہ کعبہ تک پہونچنے کے لئے ان سڑکوں سے کام لینا ہوتا ہے، دوپہر کے وقت یہ پتھر کی روشیں خوب جل اٹھتی ہیں، پیروں کو اس تکلیف سے محفوظ رکھنے کے لئے سفید ہلکی سلیپریں، جو بمبئی میں بھی اور مکہ میں بھی خاص اسی غرض کے لئے ملتی ہیں، لے لینا مناسب ہوتا ہے، اپنے گھر سے حرم تک اپنا معمولی جوتا پہنے ہوئے آئیے، اور حرم کے اندر اگر اس مخصوص سلیپر کو پہن لیا جائے، تو پیر تکلیف سے بالکل محفوظ ہوجائیں گے، بجلی کی روشنی سارے حرم کے اندر ہوتی ہے، صحن میں جابجا بجلی کے قمقمے ستونوں میں لگے ہوئے، یہ وہی مسجد ہے جہاں کی ایک رکعت نماز، کہیں اور کی ایک لاکھ رکعتوں کے برابر اجر رکھتی ہے! اس وسعت کرم و رحمت کا کچھ ٹھکانا ہے! یہ مسجد گویا اصل ہے، اور ساری دنیا کی مسجدیں گویا اسی کی نقل، یہاں کی نمازوں، اور یہاں کے نمازیوں کا کیا پوچھنا، جدھر نظر اٹھائیے ہر طرف نماز ہی نماز ہے، اور نمازی ہی نمازی، صحن میں چار چھوٹی چھوٹی عمارتیں مصلی حنفی، مصلی شافعی، مصلی مالکی، مصلی حنبلی کے نام سے بنی ہوئی ہیں، لیکن یہ کچھ ضرور نہیں، کہ ہر مصلی پر خاص اسی فرقہ کے لوگ نماز پڑھیں، جس کا جہاں جی چاہے آزادی کے ساتھ نماز پڑھتا رہتا ہے، جابجا لوگ کلام مجید

کی تلاوت کر رہے ہین،

نماز سے فارغ ہوتے ہی خانہ کعبہ کے طواف کے لئے بڑھے، خانہ کعبہ وسط صحن مین واقع ہی، ایک سیاہ رنگ کا، سیاہ غلاف کے اندر عظیم الشان کمرہ طول تقریبًا ۵۰ فٹ، عرض ۴۰ فٹ، اور بلندی ۸۰، ۱۸ فٹ، اس کے چارون طرف چکر لگانے کو ایک گول راستہ بنا ہوا، اسی حلقہ کو مطاف کہتے ہین، اور کسی کے گھر کے شیدائی گھر والے کی زیارت کے مست و دیوانے، اسی پر گھوم گھوم کر اپنے دل کے ارمان پورے کرتے رہتے ہین، ہر چکر کو ایک شوط کہتے ہین، اور ہر طواف مین سات شوط ہونا چاہئین، ہر چکر حجر اسود کے سامنے سے شروع ہوتا ہی، اور یہین ختم ہوتا ہی وہ مشہور پتھر ہی، جو خانہ کعبہ کی اس دیوار مین جدھر دروازہ ہی، زمین سے چار فٹ کی بلندی پر لگا ہوا ہی، طواف کا طریقہ یہ ہی، کہ حجر اسود کے محاذ مین کھڑا ہو کر، نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح، دونون ہاتھ اٹھا کر کان تک لیجائے، اور تکبیر و تہلیل کے بعد ہاتھ چھوڑ دے، اور دل سے طوافِ بیت کی نیت کر کے مطاف پر اس طرح چلنا شروع کرے کہ خانہ کعبہ ہمیشہ بائین ہاتھ کی طرف رہے، فقہ حنفی مین سات شوطون مین سے چار فرض ہین، باقی واجب، طواف باوضو کرنا چاہئے، حالت طواف مین اگر نماز شروع ہو جائے، تو چاہئے کہ طواف چھوڑ کر جماعت مین شریک ہو جائے، اور بقیہ طواف بعد نماز پورا کرے، طواف کے سات چکرون مین سے پہلے تین چکرون مین مردون کے لئے اضطباع اور رمل کا حکم ہی، اضطباع کا مفہوم یہ ہے، کہ داہنا شانہ کھول احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے لاکر بائین شانہ پر ڈال لے، اور رمل

معنی یہ ہین کہ دونون شانون کو ہلاتے ہوئے اور میدان جنگ مین سپاہیون کیطرح اکڑتا ہوا جلدی جلدی چلا جائے، یہ سارے طریقے اور حالت طواف مین پڑھنے کی دعائین معلّم خود بتاتے جاتے ہین، سب زبانی یاد کس کو رہ سکتی ہین، تاہم بہتر یہ ہوگا، کہ تمامتر معلّم ہی پر بھروسہ نہ کرلیا جائے، بلکہ ارکان ومناسکِ حج کی کوئی معتبر کتاب خود اپنے پاس بھی رہے،

حجرِ اسود کو بوسہ دینا سنت ہی اور اسکی بڑی فضیلت ہی لیکن ہجوم مین گھس کر خود تکلیف اٹھانا، اور دوسرون کو دھکے دینا ہرگز صحیح نہین ایسی صورت مین حکم یہ ہی کہ چھڑی سے اسے چھوکر چھڑی کو بوسہ دے، لیکن اگر یہ بھی دشوار ہو (اور علی العموم حج کے موقع پر یہ دشوار رہتا ہی) توبس دور سے حجرِ اسود کی طرف توجہ کرنا یعنی اپنے ہاتھ ہتھیلیون کی طرف سے دکھانا، اور انھین بوسہ دے لینا اور اللہ اکبر لا الہ الا اللہ والحمد للہ کہنا اور درود پڑھنا بالکل کافی ہی، طواف کی نیت کے لئے یہ الفاظ منقول وماثور ہین، اللھم انی ارید طواف بیتک المحرم فیسرہ لی وتقبلہ منی اور اس کے بعد عام معمول ان دعاؤن کا ہی، بسم اللہ والحمد للہ واللہ اکبر والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ اللھم ھذا البیت بیتک وھذا الحرم حرمک وھذا الامن امنک وھذا مقام العائذین بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منھا، اللھم انی اعوذ بک من الشرک والشک والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاھل والولد، اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور، اللھم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر

ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیاء والممات واعوذ بك من الخزی فی الدنیا والاخرۃ، ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار،
ایک دو کو نہین، سیکڑون ہزارون کو دیکھا کہ حجر اسود تک پہونچنے کے لئے دوسرون کو ڈھکیل دیتے ہین، اور خود بھی برابر دھکے کھا رہے ہین، اور جب اتنی مشقتون کے بعد کسی طرح وہان تک پہونچ جاتے ہین، تو واپس ہو کر ایک فاتحانہ انداز سے ادھر اُدھر دیکھتے ہین گویا بہت بڑا ثواب کما آئے، یہ سرتاسر نادانی ہی، شمس الائمہ امام سرخسی نے صاف صاف لکھدیا ہی کہ

ثم ابدأ بالحجر الاسود فاستلمہ ۔۔۔۔ ان استطعت من غیر ان توذی مسلماً ۔۔۔۔ لان استلام الحجر سنۃ و التحرز من اذی المسلم واجب فلا ینبغی لہ ان یوذی مسلما لاقامۃ السنۃ

(مبسوط)

طواف کی ابتدا حجر اسود سے کرو، اور اسے بوسہ دو بشرطیکہ ایسا کرنا کسی مسلمان کو تکلیف پہونچائے بغیر ممکن ہو، اس لئے کہ حجر اسود کا بوسہ سنت ہی، اور ایذاء مسلم سے احتراز واجب، اور درست نہین کہ ادائے سنت کے لئے کسی مسلمان کو ایذا پہونچائی جائے،

اور اسی کے قریب قریب تمام فقہاء کے ہان تصریحات ملتی ہین، ثم استقبل الحجر مکبرا مھللا مستلما بلا ایذاء (کنز) لان استلام سنۃ والکف عن الایذاء واجب (بحر الرائق) ویقبل الحجر ان استطاع من غیر ان یوذی احدا ۔۔۔۔۔۔ اذا لم یستطع استلام الحجر من غیر ان یوذی احدا لا یستلمہ (قاضی خان) وغیرہ

کم علم معلمون نے اپنی سہولت و آسانی کے لئے چند گنی چنی دعاؤن کا دستو

Marfat.com

باندھ لیا ہی، اور بیچارے حاجیون کو یہ سمجھا اور ڈرا رکھا ہی، کہ طواف کے وقت صرف وہی مخصوص دعائین پڑھی جاسکتی ہین، حالانکہ یہ بالکل بے اصل ہے، شریعت نے اس موقع پر بڑی وسعت دے رکھی ہی، البتہ ظاہر ہے، کہ جو دعائین ماثور ہین، اُن کے الفاظ کی برکت بہت زائد ہی، مطاف اِس حج کے موسم مین، دن اور رات کے کسی گھنٹہ مین بھی خالی نہین رہتا، ہر وقت اور ہر آن ایک مسلسل چکر ہی کہ جاری ہی، صبح اور شام کے ٹھنڈے وقتون کو چھوڑیئے، رات کے ایک اور دو بجے آکر دیکھئے تو، اور ٹھیک دوپہر کی تیز گرمی کے وقت آکر دیکھئے تو، ایک دو نہین، سیکڑون اور ہزارون دیوانے بس برابر چکر کاٹتے ہوئے ہی ملین گے، اور ان دیوانون مین کیسے کیسے ہوشیار اور فرزانے بھی ہین! مرد بھی، اور عورتین بھی، کمزور بھی، اور پہلوان بھی، لاٹھی ٹیک کر چلنے والے بوڑھے بھی اور انگلی پکڑ کر چلنے والے بچے بھی، عالم بھی اور عامی بھی، زاہد بھی اور فاسق بھی، گدائے بینوا بھی اور بمبئی کے لکھ پتی سیٹھ جی بھی، صحرائے عرب کے بدو بھی اور مصر کا فیشن مآب شہری بھی، بھوکے بنگالی بھی اور دکن کے عیش و تنعم نواب و رؤسا بھی، سب کے سب ایک رب کے پرستار، ایک اللہ کے بندے، ایک رسول کے امتی، ایک ہی آقا کے حلقہ بگوش، ایک دھن مین مست، برابر ایک گھر کا چکر کاٹ رہے ہین! ان مین کتنے قطب ہون گے، کتنے ابدال ہون گے، کتنے اللہ کے اولیاے کاملین موجود ہون گے! انھین کون پہچانے؟ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے اسی مطاف مین کس کس کی زیارت نہین کی ہے، کیسے کیسے مکاشفات نہین

نصیب میں نہیں آئے ہیں، کون کون سے اسرار ہیں حل نہیں کئے ہیں!
لیکن آج کوئی آنکھ بھی محی الدین ابن عربی کی رکھتا ہے؟ طور اب بھی وہی
ہے، تجلیات اب بھی وہی ہیں، جواب میں لن ترانی کہنے والا اب بھی جوں کا
توں ہے، لیکن رب ارنی پکارنے والا بھی کوئی ہے؟

Marfat.com

باب ۲۴

کعبۂ مقصود

انّ اوّل بیتٍ وُضع للنّاس للّذی
ببکّۃ مُبارکاً وّ ھدی للعالمین
(آل عمران رکوع ۱۰)

یقیناً پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لئے
مقرر کیا گیا، وہ وہی ہے جو بکہ (مکہ) میں ہے
برکت دیا گیا اور جہانوں کے لئے ہدایت!

اللہ اکبر! یہ کون سا گھر سامنے ہے؟ نگاہیں کس گھر کی دیوار و در کی بلائیں لے رہی ہیں؟ یہی تو وہ گھر ہے جس کی بابت کہا گیا ہے "دنیا کے بتکدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا" روئے زمین پر سب سے پہلا عبادت خانہ! صدی دو صدی کی تعمیر نہیں، دو ہزار چار ہزار برس کی عمارت نہیں، دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانہ! کون تاریخ اُس وقت کا پتہ بتا سکتی ہے! کسی نسل انسانی کا حافظہ وہ زمانہ یاد رکھ سکتا ہے! جس گھر کی بنا دیں، خود آدم نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہوں، بنی آدم میں سے کون اس وقت کی یاد اپنے حافظہ میں محفوظ رکھ سکتا ہے! اللہ اللہ! اس طویل اور بے حساب مدت میں! اس ناقابل [illegible] عرصہ میں کتنے عبادت خانے بنے اور بگڑے، کتنے مندر تعمیر ہوئے اور [illegible] لرزے آباد ہوئے اور اجڑے، کیسے کیسے انقلابات زمین نے دیکھے اور آسمان نے دکھلائے، بلندیاں پست ہوئیں اور پستیاں بلند ہوئیں، یونان مٹا، مصر مٹا، چین مٹا،

Marfat.com

ہندوستان مٹا، ایران مٹا، رومہ مٹا، بابل مٹا، کلدانیہ مٹا، خدا معلوم کتنے ابھرے اور ابھر کر مٹے، کتنے بڑھے اور بڑھکر گھٹے، پر ایک عرب کے ریگستان مین خاک اور ریت کے سمندر مین، چٹانون اور پہاڑیون کے وسط مین، وادیون اور گھاٹیون کے درمیان یہ سیاہ چوکور گھر جسے نہ کسی انجینیر نے بنایا نہ کسی مہندس نے، جون کا تون کھڑا ہوا ہے بے اصد ہا طوفان، ہزار ہا انقلابات، بیشمار زلزلے، آئے اور گذر گئے، اور اس پاک اور پیارے گھر کو نہ کوئی ابرہہ مٹا سکا، نہ کوئی زار نکولس اور نہ کوئی گلیڈاسٹن، جو اسے مٹانے کو اٹھا، وہ خود مٹ گیا، اور اللہ کے گھر مین اللہ کی جو عبادت آدم اور حوا کی تھی، وہی آج آدم کے فرزند اور حوا کی بیٹیان کر رہی ہین! "مبارکا" کی تفسیر مین بہت سے اقوال لائے گئے ہین لیکن اس کھلی ہوئی برکت، اس مشاہد و محسوس برکت کے بعد کسی اور تفسیر کی ضرورت باقی بھی رہتی ہی؟

ان اول بیت "سب سے پہلا عبادتخانہ" رومی مورخ نے اعتراف کیا، کہ اس سے قدیم تر کوئی معبد نہیں ملتا، ڈوزی نے بھی یہی کہا، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا والون نے اسکی قدامت تسلیم کی، میور تنقید کے لئے اٹھا، لیکن رومی مورخ کی تائید کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا، مارگولس اسلام کی عداوت کے نشہ مین سرشار، لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا، لیکن اس کی ہزیان سرائی خود اسی کے پیشہ وارون اور قبیلہ والون سے داد نہ حاصل کر سکی، اور حق کا کلمہ جہان تھا، وہین قایم رہا، مومنون کے ایک سر دار علی مرتضیٰ نے جو کچھ کہا تھا (عن علیؓ، قال کانت البیوت قبلہ ولکنہ اول بیت وضع لعبادۃ اللہ۔ رواہ ابن حاتم) منکرون اور دشمنون کو بھی وہی کہنا پڑا

اور پھر اس سرداُر کے سردارؐ نے جو ارشاد فرمایا ہے، کہ بیت الحرام کی تعمیر بیت المقدس سے بھی چالیس سال قبل ہوئی، کون اس سے انکار کی مجال رکھتا ہے؟ اول بیت بھی یہی اور آخر بیت بھی یہی، سب سے پہلا عبادت خانہ بھی یہی، اور سب سے آخری عبادت خانہ بھی یہی، تعمیر اُس وقت ہوا جب دنیا کی تعمیر ہوئی، اور جس وقت یہ ہٹے گا، سارا کارخانۂ کائنات بھی مٹ کر رہیگا، قیاماً للناس کی اس سے زیادہ صاف، واضح، اور روشن تفسیر اور کیا ہوگی؟ گھر بھی آخر کس کا گھر ہے، مکان کی نسبت بھی آخر کس مکین کی جانب ہے! اللہ کا گھر، بے جسم و بے نشان والے کا گھر، رب السموات والارض کا گھر، بیت اللہ! روئے زمین کے سارے طول وعرض میں کوئی اور گھر بھی، کہیں اور کبھی، اس نام سے پکارا گیا، دیویوں کے مٹھ کتنے بنائے گئے، دیوتاؤں کے مندر کتنے سجائے گئے، بتوں کی پوجا کے لئے کیسے کیسے کلس دار شوالے سنوارے گئے، اور آج بیسویں صدی کے دورِ جاہلیۃ الاخریٰ میں علم اور سائنس کی دیویوں، اور تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی پوجا کے لئے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نام سے، عجائب خانوں اور تجربہ گاہوں کے نام سے، اکاڈمی اور آرٹ گیلری کے نام سے کتنے بتکدوں اور صنم خانوں کی اونچی اونچی تعمیریں کہاں اور کس حصۂ زمین میں نہیں ہو رہی ہیں! بیشمار بت ہیں اور بیشمار ہی بتکدے، لیکن وہ جو ایک اکیلا ہے، واحد اور احد ہے، یکتا اور لاشریک لہ ہے —— ذرا شانِ توحید کا پرتو دیکھنا —— اس کا مکان بھی اس عالمِ آب و گِل میں صرف ایک ہے! تاریخ کے اوراق الٹ ڈالو، جغرافیہ کی مدد سے ان وسیع و فراخ سطحِ زمین کا چپہ چپہ چھان ڈالو، بیت اللہ کے نام کی صرف یہی ایک عمارت ملے گی!

اور پھر گھر بھی کیسا گھر؟ کس صفت کا گھر؟ ھدیً للعالمین، ساری دنیا کے لئے ہدایت رکھنے والا، ہر قوم، ہر ملک، ہر طبقہ، ہر گروہ کو درسِ ہدایت دینے والا، اس کے انوار اور اس کے برکات، اس کے فیوض اور اس کی ہدایات، کسی ایک زمانہ کے لئے، کسی ایک ملک کے لئے مخصوص نہیں، زمان کے قیود، اور مکان کے حدود سے آزاد، جب اور جہاں، جسکا جی چاہے، اس سے فیض حاصل کرے، دعوی کا ثبوت الگ رہا، نفس یہ دعوی بھی دنیا کے کسی دوسرے مکان نے پیش کیا ہے؟ کسی مکان سے اب تک یہ صدا بلند ہوئی ہے، کہ میری تعلیمات ساری دنیا کے لئے ہیں؟ دنیا میں بڑے بڑے مقنن اور قانون ساز آئے، بڑے بڑے مصلح آئے، ہادی آئے، کامل آئے، ولی آئے، نبی آئے، پیام لیکر آنے والے آئے، کسی نے بنی اسرائیل کے گلے کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کو راہ دکھائی، کسی نے شام میں توحید کی منادی کی، کسی نے مصر میں حق کی دعوت پہونچائی، کسی نے ہندوستان میں وعظ کہے، لیکن بلا تخصیص، ہر قوم اور ہر ملک، ہر اقلیم اور ہر زمانہ کے لئے پیام ہدایت نہ کسی مندر سے سنا گیا، نہ کسی گرجا سے، نہ کسی کانگرس کے اسٹیج سے، نہ کسی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے، نہ کسی پارلیمنٹ سے، نہ کسی سینٹ ہال سے، نہ کسی چیمبر آف ڈپیوٹیز سے ——— ہاں کل کائنات کے لئے، عالم و جاہل کے لئے، شرقی و غربی کے لئے، گورے اور کالے کے لئے یکساں پیام تسلی بجز اس گھر کے اور کہاں سے سنایا گیا؟ پیام سنانے والے نے پیام سنا دیا، مکین نے مکان کی طرف سے دعوی کا اعلان کر دیا، جنکی آنکھیں ہیں، بحمد اللہ وہ آج بھی دیکھ رہے، اور جنھوں نے اپنی آنکھیں چھوڑ رکھی ہیں، وہ کل دیکھیں گے، کہ ہدایت، روحانیت، تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس

Marfat.com

باطن کی پاکیزگی، اور ظاہری آراستگی کا سرچشمہ اسی مکان سے پھوٹ پھوٹ کر ابل رہا ہے! اور قیامت شروع ہوجانے تک برابر ابلتا رہے گا!

مکانات لاکھون کے خرچ سے، دنیا مین کتنے بن چکے، بادشاہون کے محل بھی اور وزیرون کی کوٹھیان بھی، رئیسون کی حویلیان بھی اور نوابون کے دیوان خانے بھی، سب مٹ گئے۔ خاک سے بلند ہوئے تھے اور خاک مین مل گئے، ساسانیون کی عشرت گاہین اور رومیون کے حمام کہین باقی ہین؟ پرتھی راج کے محل، اور تیمور کے قصر و ایوان آج کیون نظرون سے غائب ہوگئے؟ کہوگے، کہ یہ کچھ نہ سہی، لیکن آخر آگرہ مین تاج محل، اور فرانس مین ایفل ٹاور تو موجود ہی، بیشک موجود ہی، لیکن اسی حیثیت سے جس سے، کہ لڑکون کے کھلونے اور لڑکیون کے گھروندے موجود رہتے ہین، بجز ایک سیر تماشہ اور دل بہلاوے کے، ان کی کوئی اور حیثیت ہی؟ تاج محل اور ایفل ٹاور کی عزت، احترام، تقدیس کسی کے دل مین ہی؟ ایک طرف وہ لاکھون روپیہ کا اینٹ اور چونہ کھائے ہوئے، لق و دق کھنڈر ہین اور دوسری طرف یہ ہر تکلف و تصنع سے معری، سادہ اور ستھرا اللہ کا گھر ہی، مثابۃ للناس و امناً، بے اندازہ عزت سے قائم، اور بے شمار عقیدتون اور عظمتون کا مرکز! لاکھون ہر سال آتے ہین، چومنے اور آنکھون سے لگانے، طواف کرنے، اور سجدہ کرنے، اور گڑگڑانے، جھکنے اور گرنے، لاکھون آتے تھے، اور ہر سال آتے رہتے ہین [illegible]

له آدم علیہ السلام کے زمانہ کے بعد، اس تعمیر کی تجدید اولاد آدم مین سے کس نے کی ہے؟ اپنے ہاتھون مین پتھر اور گارا لیکر کس نے ان کی دیوارین بلند کی ہین؟ اللہ کے

Marfat.com

اس گھر کا معمار کون تھا؟ بادشاہوں کے محل تعمیر ہوتے ہیں، تو بڑے بڑے کاریگر اور مہندس بلائے جاتے ہیں، وائسرائے کی کوٹھی تیار ہونے لگتی ہے، تو نامور انجینیروں کی قسمت جاگ جاتی ہے، اللہ کے گھر کی معماری کس نے کی؟ اللہ کے گھر کا مزدور کون تھا؟ اللہ کے گھر کی تیاری کے لئے اپنے سر پر بھاری بھاری پتھر کس نے لا دئے اپنے ہاتھ چونے اور مٹی کے گارے میں کس نے سانے؟ عرب کی چلچلاتی ہوئی دوپہروں میں، ریگستانوں کی لو کی لپٹوں میں، اجرت دینے اور پیسہ کی مزدوری کے لالچ کے کس مزدور نے اپنے گوشت پوست کو جلایا، تپایا، جھلسایا؟ کون بندہ جواب دے؟ بندوں کا خالق، اس گھر کا مالک، خود اپنی زبان سے اپنے گھر کے مزدور، اور اس کے نور نظر کا نام بتاتا ہے

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ

اور جب ابراہیمؑ اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسمٰعیل بھی!

مزدور جب کام کرتے ہیں، تو کچھ گیت گاتے بھی جاتے ہیں، اللہ کے مزدور بھی جس وقت کام کر رہے تھے، تو اپنی زبانوں پر مہریں نہیں لگائی تھیں، جس کا گھر بنا رہے تھے اسی سے کچھ مانگتے بھی جاتے تھے، ہاتھ اگر تعمیر بیت میں مشغول تھے، تو دل رب البیت میں، دل میں کسی کی یاد تھی، تو زبان پر کسی کا نام، عاجزی تھی اور خوشامد، مسکنت تھی اور تذلل، پتھر پر پتھر جوڑتے جاتے تھے، اور دل کے سوز و گداز کے ساتھ، چشم اشکبار کے ساتھ، زبانیں اسی ذکر میں مشغول تھیں!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بیشک تو سب کچھ سننے والا ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔

Marfat.com

العظمۃ للہ! اللہ پر قربان ہونے والوں کی، اللہ کے خلیل کہلانے والوں کی یہ شان ہوتی ہے! اپنے کو مٹا چکے ہیں، مٹا رہے ہیں، پھر بھی دھڑکا یہی لگا ہوا ہے کہ یہ اپنے کو مٹانا بھی قبول ہوتا ہے یا نہیں!

آپ کہتے ہیں، آپ مانتے ہیں، کہ اس گھر کا سا کوئی دوسرا گھر دنیا میں نہیں ہے، لیکن خدارا یہ تو بتایئے کہ اس گھر کے سے مزدور بھی دنیا کے کسی گھر کو ملے؟ قربان اس گھر کے مالک کے، قربان اس گھر کے مزدوروں کے! بیت المقدس کو سلیمان علیہ السلام نے بنوایا، اور جنوں سے بنوایا، لیکن اس مقدس گھر کو دیکھا! اس کے مزدور سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان محکوم جنات نہ تھے، وہ تھے جو خود سلیمان علیہ السلام کے بزرگوں کے بزرگ اور اجداد کے جد تھے! دنیا کے کس مزدور نے وہ مزدوری مانگی جو بیت اللہ کے مزدوروں نے مانگی؟ اور کس کو وہ مزدوری ملی جو بیت اللہ کے مزدوروں کے حصہ میں آئی؟ مزدوری کی طلب تنہا اپنے لیے نہ تھی، ہمارے لیے بھی، آپ کے لیے بھی تھی، ان سب کے لیے تھی، جو آج اپنی کوئی نماز اللہ کے مقدس گھر کے اس مقدس مزدور پر درود بھیجے بغیر تمام نہیں کر سکتے، وہ نہیں کر سکتے۔

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم،	اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار [illegible] اور ہماری اولاد میں سے [illegible] امت [illegible] بنا اور ہمیں ہمارے [illegible] رحمت سے توجہ فرما [illegible] بڑا توجہ [illegible] فرمانے والا [illegible]

ابراہیمؑ کی دعا خالی نہین جا سکتی تھی، گھر کے بنانے والون کو تو جو کچھ مزدوری ملی ملے یا تو وہ خود جانے، یا مزدوری کا دینے والا، لیکن اس گھر کی زیارت کرنے والون کو، اس گھر کا طواف کرنے والون کو، اس گھر کی طرف سفر کرنے والون کو، اس گھر سے تعلق رکھنے والون کو، اس گھر کی محبت وعظمت کو دل مین جگہ دینے والون کو کیا کچھ نہین مل سکتا؟ کیا کچھ نہین مل جاتا؟ کیا کچھ نہین ملا؟

جس گھر کے یہ معمار ہون، یہ مزدور ہون، اس گھر کی بے حساب تقدیس اور بے انداز عزت پر کسی کو حیرت ہونی چاہیے؟ یہ سب دیکھتے ہین، کہ گھر برکتون اور رحمتون کا گھر ہے، اگر یہ بھول جاتے ہین کہ گھر کے معمار اور مزدور کیسے برکت والے کیسے رحمت والے، کیسے تقوی اور تقدیس والے تھے، روم کا عارف کہتا ہے،

کعبہ را کش ہر دمے عزت فزود — آن ز اخلاصات ابراہیم بود
فضل آن مسجد ز خاک و سنگ نیست — لیک در بنّاش حرص وجنگ نیست

اور بالکل سچ کہتا ہے کہ کعبہ کی عزتون اور فضیلتون مین تم ہر لحظہ جو ترقی وبرتری دیکھتے ہو، یہ ابراہیمؑ کے خلوص وصدق نیت کا ثمرہ ہے، وہی پتھر اور وہی مٹی جس سے ہر مسجد اور ہر عمارت کی تعمیر ہوتی ہے، اس مسجد مین بھی لگے ہوئے ہین، ان کے علاوہ اس مین کوئی نئی چیز نہین، نئی چیز جو ہے، وہ یہی ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی انجینیر نہ تھا، کوئی ماہر فن مہندس نہ تھا، کوئی بادشاہ و وزیر نہ تھا، وہ تھا جو اپنے نفس کو پاک کر چکا تھا، اپنی خودی کو مٹا چکا تھا، اپنے کو خدا سے ملا چکا تھا، روایات مین آتا ہے کہ آسمان پر جو فرشتون کا قبلہ ہے، بیت المعمور، اور جس کے گرد اگرد ہر وقت ستر ہزار ایسے فرشتے جو ایک

Marfat.com

دن کے بعد دوبارہ نہین آتے بلکہ ان کے بجائے اسی تعداد مین نئے آجاتے ہین طواف کرتے رہتے ہین، یہ زمینی خانہ کعبہ ٹھیک اُسی کے محاذ مین، اور بالکل اُس کے نیچے ہے ان تجلیات رحمت و مرحمت کا کون اندازہ کرسکتا ہی جو ہر لحظہ اور ہر آن بیت المعمور سے خانہ کعبہ پر پڑتی رہتی ہون گی! یہ اللہ کے خلیل ہی کی آنکھ تھی جس نے اُن تجلیات اور اُن انوار کا مشاہدہ کیا، اور ٹھیک اُسی مقام پر آدم علیہ السلام کے بعد ازسر نو اللہ کا گھر بنا کر اس بارش رحمت و کرم مین سب کو شریک کر دیا! اللھم صل و بارک علی محمد و علی آل محمد کما صلیت و بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید،

یہی "بیت" تھا جس کا طواف شروع ہوا معلم عبدالقادر سکندر اپنے ہمراہ مطاف کے اندر لائے اور ہمارے قافلہ کو اپنی رہنمائی مین طواف کرانا شروع کیا، ہجوم اچھا خاصا تھا لیکن مطاف بھی ماشاءاللہ خوب وسیع ہی زیادہ کشمکش نہین ہونے پاتی، اور اگر بدوی و بدوی حجاج اپنے کو ذرا قابو مین رکھین تو اتنی بھی کشمکش نہ ہونے پائے، یہ بیچارے بھی بے احتیاطی کرتے رہتے ہین اور لوگون کو ڈھکیلتے اور دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہین بس اس ایک شے کے علاوہ مطاف اور ہر طرح پر اطمینان اور دلچسپی کی جگہ ہی بوڑھے جوان بچے عورتین تندرست و توانا کمزور و ناتوان سب دل سے اپنی خلوص سب اپنے اپنے چکر مین مصروف ہین بوڑھے اور ناتوان اپنے پیرون سے طواف نہین کر سکتے ان کے لئے اجازت ہی کہ شہری پر طواف کرین یہ ایک طرح کا کھٹولا ہوتا ہی جسے جوان مزدور اپنے سرون پر اٹھائے رہتے ہین بہت سے بیمارون کو اس طرح لیٹے لیٹے طواف

کرتے دیکھا۔ ناواقف حاجیوں کو تو معلم کے بغیر چارہ ہی نہیں، اچھے خاصے لکھے پڑھے بھی پہلی دفعہ چکر میں آجاتے ہیں، البتہ ایک مرتبہ واقف ہو جانے کے بعد پھر زیادہ دقت نہیں ہوتی بہتر یہ ہوگا کہ مناسک کی کتابیں پہلے سے دیکھ ضرور رکھیں، ہاں ہم لوگ تو بالکل معلم کے ہاتھ میں تھے جہاں سے انھوں نے شروع کرایا شروع کیا اور جہاں پر انھوں نے ختم کرایا ختم کیا، رمل، اضطباع وغیرہ سب انھیں کی ہدایت کے مطابق کرتے رہے ایک چکر، دو چکر، تین چکر، لیجیے آدھ گھنٹے کے اندر پورے ساتوں چکر ختم ہو گئے اور ہم لوگ طواف ختم کرکے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف بڑھے۔

باب ۲۵

دیارِ خلیلؑ

مقام ابراہیم کا نام کلام مجید میں دو جگہ آیا ہے لیکن بہت سے حاجی ہو سکتے ہیں سمجھنا مشکل ہے کہ "مقام ابراہیم" ہے کیا چیز۔ مقام ابراہیم کے لفظی معنی ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ۔ روایات میں آتا ہے کہ خلیل اللہ کی تعمیر کے وقت جب خانۂ کعبہ کی دیواریں اونچی ہونے لگیں، تو قدرۃً پاڑ باندھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت حضرت جبرئیل نے ایک پتھر لا کر رب جلیل کے خلیلؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر کھڑے ہو کر اللہ کے گھر کے اس معمار نے کعبہ کی دیواریں بلند کرنی شروع کر دیں۔ جب نیچے سے پتھر، گارا وغیرہ اٹھانے کی ضرورت ہوتی تھی، تو یہ پتھر خود بخود جھک کر نیچا ہو جاتا تھا، اور جوں جوں دیوار بلند ہوتی جاتی تھی، اور اونچے تک ہاتھ پہونچانے کی ضرورت ہوتی تھی، یہ پتھر بھی ازخود بلند ہوتا جاتا تھا۔ یہ پتھر حجرِ اسود کی طرح آج تک محفوظ چلا آتا ہے، اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اس پر اللہ کے خلیلؑ کے قدم مبارک اور انگلیوں تک کے نشان تک بنے ہوئے ہیں! ——— پتھر کے متعلق تو خیر یہ مشہور ہے کہ وہ اس دنیا کا نہیں جنت سے لایا گیا تھا، اس کے محفوظ رہ جانے پر اتنی حیرت نہ کیجیے لیکن ابراہیمؑ تو اسی مادی دنیا کے، اسی عالم ناسوت کے، اسی عالم آب و گل کے تھے، اُن کی

انگلیاں اور اُن کے پیرون کے تلوے، تو اسی گوشت و پوست کے بنے ہوئے تھے آخر اُن کے نشانات کیسے محفوظ رہ گئے؟ دھوپ کی کیسی کیسی کڑی شعاعیں پڑیں بارش کس زور زور کی ہوتی رہی، ایک دو دن نہین، سال دو سال نہین، ہزار ہا برس تک سارے عناصر اپنا زور دکھاتے رہے، اور وہ نقش نہ مٹے! اتنی طویل مدت مین کون باقی رہا؟ کلدانیہ کا تمدن مٹ گیا، بابل کا اقبال افسانہ بن گیا، مصری تہذیب خواب وخیال ہو کر رہ گئی، رومہ مٹ گیا، یونان مٹ گیا، نہ دارا رہا نہ سکندر، نہ ہنیبال رہا نہ قیصر، نہ چنگیز رہا نہ ہلاکو، جنکو گھمنڈ اور دعوی تھا، کہ ہم سبکو مٹا دین گے، اور خود نہ مٹین گے مٹکر اور ملیا میٹ ہو کر رہ گئے، پر ایک خاک کے پتلے کے نقش قدم ہین، کہ وہ کسی کے مٹائے نہ مٹے! وہ خاک کا پتلا، اپنے اللہ کا مطیع ہو گیا تھا، کائنات کی ساری قوتین خود اس کی مطیع کر دی گئین! وکذلک نجزی المحسنین،

یہ پتھر رسول اللہ صلعم بلکہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ تک خانہ کعبہ کی دیوار سے متصل اپنی اصلی جگہ پر رکھا رہا تھا، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اپنی تفسیر مین سنن بیہقی کے حوالہ سے لکھتے ہین، کہ عہد فاروقی مین ایک سیلاب آیا جس سے یہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹکر بہ گیا، حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی، تو آپ خود تشریف لائے، اور اس پتھر کو دیوار کعبہ سے ذرا فاصلہ پر مطاف سے باہر ایک مقام پر رکھوا دیا، اور اب تک وہین رکھا چلا آتا ہے، البتہ اب یہ کھلی ہوئی جگہ مین نہین بلکہ ایک چھوٹی سی جالی دار کوٹھری بنا دی گئی ہے جو ایک قبہ بھی ہے، اسی کوٹھری کے اندر محفوظ ہے، پہلے ہر شخص آزادی سے زیارت کر سکتا تھا، اب کوٹھری بند رہتی ہے، شاید کسی خوش نصیب کو کسی خاص وقت مین زیارت

کا موقع ملجاتا ہو، مطاف کے کنارے مشرقی جانب ایک خوبصورت محراب پتھر کی کھڑی ہوئی ہی یہ محراب النبیؐ کہلاتی ہی، اس لئے کہ حضور اکثر اسی راستہ سے تشریف لاتے تھے اسی محراب کے قریب سمت جنوب مین وہ نفیس و خوش نما قبہ ہی جس کے نیچے وہ مبارک و متبرک پتھر کوٹھری مین بند رہتا ہی اور اب مجازاً خود اسی کوٹھری کو مقام ابراہیم کہنے لگے ہین، سننے مین آیا کہ حجر اسود اور اس مقام کے درمیان ۲۰ گز کا فاصلہ ہی، کہا جاتا ہی کہ یہ پتھر تین بالشت اونچا اور دو بالشت چوڑا ہی، اور اس پر چاندی کا پتر چڑھا دیا گیا ہی، صرف اتنی جگہ جہان قدم مبارک کا نقش ہی، اپنی اصلی حالت پر چھوٹی ہوئی ہی، ہزار ہا زائرین اس شوق و اشتیاق مین آتے ہین، کہ اللہ کے خلیلؑ کا قدم مبارک نہ سہی، اس قدم کے نقوش ہی کو اپنی آنکھون اور ہونٹون سے لگائین، لیکن دور سعودی مین یہ کہان ممکن؟ سپاہی بید لئے ہوئے پہرہ پر کھڑے ہوئے ہین، اور کوٹھری کے اندر رسائی ہونا الگ رہا، جو زائرین اپنے جذبۂ شوق کی تسکین کے لئے کوٹھری کے دروازہ کی زنجیر کو مس کرنے اور بوسہ دینے کے لئے بڑھتے ہین، معاً ان کے جسم پر نجدی سپاہی کے بید کی ضربین پڑتی نظر آتی ہین!

یہ ہے وہ مقام ابراہیمؑ جس کا تذکرہ، مقدس کلام مین کسی مقدس موقع پر آتا ہے فیہ آیات بینات مقام ابراھیم۔ اوپر ذکر بکہ (مکہ) مبارکہ کا ہو رہا ہی، اور اسی شہر کے بیت مبارک کا ذکر کیا گیا، اور مبارک شہر کے مبارک گھر مین ایک سب سے بڑی کھلی ہوئی نشانی اسی مقام ابراہیم کو فرمایا گیا! اور پھر محض اس تذکرہ ہی پر اکتفا نہین دوسری جگہ حکم کی صورت مین ارشاد ہوتا ہی، واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (ابراہیم

کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا ٹھکانا بناؤ) نماز پڑھنے کے لئے تو سارا خانہ کعبہ ہی سارا صحنِ حرم ہی حطیم ہی، لیکن ایمان والون کو اللہ کے فرمان بردار بندون کو سجدہ کرنے پیشانی زمین پر رگڑنے کا حکم صراحت کے ساتھ ملتا ہی، تو اس زمین کے واسطے، جو ابراہیم کے خاکِ پا سے پاک و مشرف ہو چکی ہی! اللہ اللہ، اپنے چاہنے والون کی کیا کیا دلنوازیان ہین کیسی کیسی سرفرازیان ہین! (انی جاعلک للناس اماما) سارے جہان کی امامت و پیشوائی کا وعدہ آخر انھین ابراہیم ہی سے تو کیا گیا تھا؟ پھر آخر کیا اسکا ایفا نہ ہوتا؟ اور امام کے جہان پیر ہوتے ہین وہ ہین تو سارے نمازیون کے سر آکر زمین سے لگتے ہین! ——— "کل" سب دیکھین گے، اور آنکھون والے آج بھی دیکھ رہے ہین اور ہزار ہا برس سے دیکھتے چلے آرہے ہین، کہ جو سب سے اپنے دل کے بندھن توڑ صرف ایک اور اکیلے سے اپنا رشتہ جوڑ چکا تھا، (انی وجہت وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین) اور جو اپنے وقت و زمانہ کی ساری تہذیب و تمدن اور اپنی قوم و ملت کی شان و شوکت پر لعنت بھیج چکا تھا، (واعتزلکم وما تعبدون من دون اللہ) اُس کے لئے کیا کیا انعام و اکرام ہین، کیسے کیسے صلے اور رتبے ہین! "آج" دنیا جہان کے لئے اس کی امامت اور "کل" سب سے پہلا حلہ بہشتی بھی اللہ کے گھر کے اسی معمار کے لئے! "آج" کی نعمتون کا تو ٹوٹا پھوٹا تصور ہو بھی جاتا ہی، "کل" کی نعمتون کا اندازہ اور تصور کس انسانی دماغ کے بس کی بات ہی!

فقہ حنفیہ مین حکم ہی کہ طواف سے فارغ ہو کر اسی مقام ابراہیم مین آکر دو رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت مین سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری مین سورہ

اخلاص ہو تو بہتر ہے، اتنے نصیب کہاں تھے، کہ عین مقام ابراہیم تک پہونچتے، اس لئے برآمدہ مین بھی کثرتِ ہجوم سے نماز پڑھنے کی جگہ نہ ملی، مجبوراً مقام ابراہیم کے متصل جو جگہ اس کے اور محراب النبی کے درمیان ہے، وہان نماز پڑھی، یہ نماز رسول اللہ صلعم ہر طواف کے خاتمہ یعنی اس کے سات پھیرون کے پورے ہونے پر پڑھتے تھے، اور اسی لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ نماز واجب ہے، گو امام شافعی کے ہان محض سنت کے درجہ مین ہے نماز کے بعد معلم نے جو دعا پڑھائی وہ غالباً یہ تھی:-

اللّٰھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤالی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی۔ اللّٰھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لا یصیبنی الا ما کتبت لی ورضی بما قسمت لی یا ارحم الراحمین،

اے اللہ تو جانتا ہے میرا باطن اور میرا ظاہر، پس میرا عذر قبول کر، اور تو میری حاجت سے واقف ہے، پس مین جو طلب کرتا ہون مجھے عطا کر، اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل مین ہے، پس میرے گناہون کو معاف کر دے، اے اللہ مین تجھ سے مانگتا ہون ایمان جو میرے دل مین جگہ رکھے اور ایسا سچا یقین جس سے مین جان جاؤن کہ مجھے بس وہی ملیگا جو کچھ تو نے میرے لئے لکھ رکھا ہے اور اے سب رحیمون سے بڑھکر رحیم، مین مانگتا ہون تجھ سے اس چیز پر رضامندی جو تو نے میرے حصہ مین لکھ رکھی ہے،

روایتون مین آتا ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہی دعا مانگی تھی، اس کے الفاظ کی جامعیت و ہمہ گیری ظاہر ہے، لیکن افسوس ہے، کہ اس کے بعد اپنی دینی و دنیوی

Marfat.com

حاجتون کے لئے اور جو دعائین مانگنا چاہے، مانگے،

بہت سے لوگ اس غلطی مین مبتلا ہین، کہ بعد طواف، یہ دوگانہ، خاص اسی جگہ یعنی مقام ابراہیم ہی پر ادا کرنا چاہئے، یہ صحیح نہین، امام محمدؒ کے الفاظ بالکل صاف و واضح ہین :-

ثم ایت المقام فصلّ عندہ رکعتین او حیث ما تیسر علیک من المسجد	مقام ابراہیم پر آکر دو رکعتین پڑھو، یا مسجد مین جہان کہین آسانی سے جگہ مل جائے،

سرخسیؒ اس کی شرح مین لکھتے ہین :-

ومرادہ ان الزحام یکثر عند المقام فلا ینبغی ان یحتمل المشقۃ لذلک ولکن المسجد کلہ موضع للصلوٰۃ فیصلی حیث تیسر علیہ، (مبسوط، جلد ۴، صفحہ ۲، مصری)	مطلب یہ ہے کہ مقام ابراہیم پر سخت ہجوم رہا کرتا ہے، ایسی صورت مین یہ درست نہین کہ خواہ مخواہ اس کے لئے مشقت اٹھائی جائے بلکہ نماز کی جگہ ساری مسجد مین ہے، بس جہان کہین آسانی سے جگہ مل جائے نماز پڑھ لیجائے۔

اسی طرح کی تصریحات دوسرے فقہا کے ہان بھی ہین، ویرکعتین فی المقام او حیث تیسر من المسجد (کنز) ثم یاتی المقام فیصلی عندہ رکعتین او حیث تیسر من المسجد (ہدایہ) فی ای موضع تیسر علیہ من المسجد الحرام او غیرہ وان صلی فی مقام ابراہیم فہو افضل (سراجیہ) یصلی بعد الطواف رکعتین عند المقام او حیث تیسر لہ من المسجد وان صلی فی غیر المسجد جاز (قاضیخان)

حج کے موقعہ پر جتنے اعمال ہین، سب مین یہ قدم قدم پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

کہ اللہ کی عبادت کرنے مین بندون کے حقوق کی ادائی مین غفلت نہ ہونے پائے، اور حتی الامکان کسی دوسرے مسلمان کو کسی نوع اور درجہ کی ایذا نہ پہونچنے پائے، حج کا سفر، قلب کی شکستگی، عبدیت، و انابت کا ایک مدرسہ ہی، اپنی کسی سہولت اور آسایش کے لئے یا کسی سنت کے ادا کرنے مین دوسرون کی راحت و آسایش کی طرف سے بے پروائی کی کوئی گنجایش اس پاک سفر مین نہین ۔

خیر یہان سے چند منٹ مین فارغ ہو گئے، اور اب چاہ زمزم کی طرف بڑھے، اب زمزم اور چاہ زمزم کا نام ہر مسلمان کے کان مین پڑا ہوا ہی، زمزم اب ایک کنوین کی شکل مین ہی، لیکن اصل مین چشمہ کا نام ہی، صحیح و مستند روایات مین اسکا جو کچھ تذکرہ آتا ہی، اس کا خلاصہ یہ ہی، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے آکر اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور شیر خوار صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل ؑ کو جب مکہ مین چھوڑ کر واپس جانے لگے، تو ایک مشک پانی اور کچھ کھجورین اُن کے پاس رکھ گئے تھے، ایک مشک کب تک کام دیتی، پانی ختم ہوا، اور مان اور بچہ پر پیاس کا غلبہ، قریب مین صفا و مروہ دو پہاڑیان تھین، مائی ہاجرہ ماممتا سے بے قرار ہو کر ان پہاڑیون کی طرف پانی کی تلاش مین بار بار دوڑتی تھین، ادھر شیر خوار پیمبر زادہ نے جو تڑپ تڑپ کر پیر زمین پر پٹخے، تو ایڑیون کے نیچے زمین سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا، حضرت ہاجرہ جب سات پھیرون کے بعد مایوس واپس آئین تو دیکھا، صاحبزادہ کے قدمون کے نیچے ایک چشمہ جاری ہی! — آگے چل کر اور جوان ہو کر جس کے قدمون کے نیچے سارے عالم کی روحانی پیاس کی تسکین کے لئے فیض و ہدایت کا چشمہ جاری ہونے والا تھا

Marfat.com

اگر بچین مین مادی سیرابی کے سامان کا ظہور اُس کے قدمون کے برکت سے ہوگیا ہو، تو کوئی عقل وقیاس اسے اپنے اوپر بار کیون محسوس کرے؟

بہرحال حضرت ہاجرہؑ نے جو یہ ماجرا دیکھا تو باغ باغ ہوگئین، اور مٹی سے گھیر کر پانی کے لئے ایک کنوین کی سی شکل قائم کر دی۔ اسی حالت مین زبان سے نکلا تھا "زم زم" جس کے معنی ہین ٹھہر ٹھہر۔ بس اسی وقت سے اس کا نام زمزم پڑگیا، مکہ کی آبادی اسی وقت سے قایم ہوئی۔ اس وقت تک شہر کے بجائے چٹیل میدان پڑا ہوا تھا۔ کچھ دنون کے بعد کنوان پٹ گیا۔ اور رفتہ رفتہ اہل مکہ اسے بھول بھی گئے۔ جب سرور عالمؐ کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب آیا، تو عبدالمطلب کو خواب مین اس کنوین کا پتہ بتایا گیا۔ اس وقت سے زمزم از سر نو دنیا کو سیراب کرنے لگا۔

موجودہ حالت مین چاہ زمزم معمولی کھلے ہوئے کنوؤن کی طرح نہین، بلکہ باہر سے ایک کمرہ سا معلوم ہوتا ہی۔ دیوار کعبہ سے ۳۲، ۳۳ گز کا فاصلہ ہوگا۔ کمرہ کی عمارت دو منزلہ ہی۔ نیچے والے کمرے کے دو حصے ہین۔ ایک حصہ مین کنوان ہی، دوسرے مین آبدار خانہ۔ کنوین کے اندر اور باہر دونون طرف سے سنگ مرمر کا بنا ہوا ہی۔ پانی کی سطح کچھ کم ستر گز گہرائی کے بعد ہے۔ کنوین کا منہ اچھا خاصا بڑا ہے جیسے ہمارے ہان بڑے کنوؤن کا ہوتا ہی۔ منہ کا چوڑان کوئی چار گز کا ہوگا [illegible] چارون طرف [illegible]

تو اوپر کے درجہ سے بھی پانی کا ڈول نکال سکتا ہے، دیواریں زیادہ تر سنگ اسود کی ہیں، اوپر کے درجہ میں خانہ کعبہ کے رخ پر ایک چوبی برآمدہ ہے، جگہ خاصی آدمی ہے، کوئی قد آدم، پانی کی سطح سے ذرا نیچے ایک مضبوط جالی لگا دی گئی ہے، تاکہ حاجیوں کے ہجوم و کشمکش میں اگر اتفاق سے کسی کی کوئی چیز کنویں میں گر پڑے، تو فوراً نکالی جاسکے، تہ تک نہ پہونچنے پائے، نالیاں متعدد بنی ہوئی ہیں، تاکہ گرا ہوا پانی برابر باہر نکلتا رہے، دروازہ مشرق کی جانب ہے، رات میں بند ہو جاتا ہے دن میں برابر کھلا رہتا ہے، ہر شخص کو آزادی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پانی نکالے لیکن موسم حج کے ہجوم و چپقلش میں ہر ایک یہ نصیبہ کہاں سے لا سکتا ہے؟ چرخیوں تک پہونچنا ہو، ڈول اپنے ہاتھ سے کھینچنا الگ رہا، کمرہ کے اندر گھسنے کی بھی ہمت ہر ایک کی نہیں پڑتی،

آب زمزم کی فضیلتیں احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے ماء زمزم لما شرب لہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے، وہ مقصد پورا ہوگا، ایک اور حدیث میں آتا ہے، کہ زمزم کا پانی غذا ہے پیٹ بھرنے والی اور شفا ہے بیمار کیلئے، ایک اور روایت میں حضور کی زبان سے منقول ہے کہ [illegible] بہتر پانی، زمزم کا پانی ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ زمزم [illegible] شباعہ یعنی سیراب کر دینے والا، پیٹ بھر دینے والا کہتے ہیں اور [illegible] یک دوسری روایت میں آتا ہے، کہ اگر اس کو بیمار شفا کی غرض سے پیئے، تو اللہ اللہ شفا دیگا، اگر کوئی پیٹ بھرنے کے لئے پیئے، تو اللہ اسکا پیٹ بھر دیگا اور اگر

کوئی اسے پیاس بجھانے کے لئے پیے، تو اللہ اُس کی پیاس بجھا دیگا، متعدد اکابر امام شافعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، حافظ ابن حجر وغیرہم اپنا تجربہ بھی لکھتے ہیں کہ ہم نے جس غرض کے لئے اسے پیا، وہ مقصد پورا ہو کر رہا، خود حضورؐ کو بھی یہ پانی نہایت مرغوب و محبوب تھا، بہتر یہ ہے کہ اسے جب پیا جائے، تو تین سانسوں میں سیر ہو کر پیا جائے، اور پیتے وقت یہ الفاظ ماثورہ بطور دعا پڑھ لئے جائیں :-

اللّٰھمّ انی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وشفاءً من کل داءٍ	اے اللہ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں کام آنے والا علم اور فراخی کے ساتھ روزی اور ہر بیماری سے شفا۔

ایک مستقل کرامت اس کی یہ ہے کہ لوگ اسے اپنے شہروں میں کنستروں یا ڈبوں میں بھر بھر کر لے آتے ہیں، اور لا کر برسوں رکھتے ہیں پھر بھی نہ یہ پانی سڑتا ہے نہ اس میں کیڑے پڑتے ہیں، یہ فضائل سب بجا و مسلم، لیکن مزے میں مدینہ کے پانی سے کوئی مقابلہ نہیں رکھتا، بدمزہ یہ بھی نہیں، لیکن ایک طرح کی گھنی [illegible] اور مزے میں [illegible] سی چکناہٹ محسوس ہوتی ہے پھر تھوڑا سا پینے میں طبیعت سیر و آسودہ ہو جاتی ہے، مدینہ منورہ کے پانی کی سی نہ ٹھنڈک نہ شیرینی نہ لطافت کہ جتنا چاہئے بغیر گرانی محسوس کئے ہوئے پیتے چلے جایئے!

عصر کا وقت [illegible] جب ہم طواف [illegible] سے فارغ ہوئے [illegible]

"سعی" کرنے باہر نکلے [illegible] اصطلاح میں سعی نام ہے صفا و مروہ [illegible] کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے [illegible] میں [illegible] اور کسی [illegible]

حرم شریف سے باہر نکلے اور ان مقامات کے درمیان سات پھیرے کرے اس طرح کہ پہلا پھیرا صفا سے شروع ہو اور ساتوان پھیرا مروہ پر ختم ہو، صفا و مروہ کسی زمانہ مین اونچی پہاڑیان تھین مائی ہاجرہ پانی کی تلاش مین مضطر و بیقرار ہو کر انھین پہاڑیون پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی تھین کہ شاید دور سے کوئی قافلہ نظر پڑ جائے اور اس سے پانی حاصل ہو جائے اب تو پہاڑیان باقی نہین رہین تھوڑی بلندی کے چبوترے سے کچھ باقی رہ گئے ہین حضرت ہاجرہ سات ہی پھیرے کرنے پائی تھین کہ شیرخوار نور نظر کی ایڑیون کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا تھا اور اس صدیقہ کی سعی ختم ہو گئی تھی بس اسی سعی کی یادگار آج تک قائم چلی آرہی ہے ------ اللہ والون اور اللہ والیون کا مرتبہ دیکھا دیکھا! طالب خدا اس راہ مین مطلوب بنجاتے ہین اپنے چاہنے والون کی ادائین کس کس طرح محفوظ رکھی جاتی ہین ہاجرہ صدیقہ نے زندگی مین ایک بار سات پھیرے کئے تھے اس کی یادگار مین اس وقت سے تیرہ سو برس کی مدت مین کتنے لاکھ کتنے کروڑ پھیرے ادب سے لگے اسی راہ پر اپنے دربار کی حاضری دینے والون سے پھیرے کرائے جاچکے ہین اور دنیا کا کوئی ریاضی دان حساب لگا سکتا ہے کہ قیامت تک ان پھیرون اور پھیرے کرنے والون کی تعداد کہان تک پہونچیگی اعمال اعمال نہین ادائین یادگار بنائی گئی ہین اور ہاجرہ کے نقش قدم پر چلنے والون کا تانتا ہے کہ کسی سے ٹوٹنے نہین پاتا

باب ۲۶

عمرہ

"صفا" و "مروہ" کا نام جب ہندوستان مین سنتے تھے، یا کتابون مین پڑھتے تھے تو خیال ہوتا تھا کہ شہر سے دور آبادی سے الگ کسی ویرانہ مین یہ خشک پہاڑیا ہونگی، کافی مسافت طے کرکے یہان پہونچنا ہوتا ہوگا۔ اور ان کے درمیان سعی کرنا بجاے خود ایک مستقل سفر ہوتا ہوگا، یہ تخیل مکہ پہونچنے تک قایم رہا، آج سعی کے وقت سالہا سال کی یہ غلط فہمی دور ہوئی، اور مشاہدہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سارا تخیل بالکل بے بنیاد تھا۔ صفا و مروہ کسی زمانہ مین پہاڑیان تھین، مگر اب تو ان پہاڑیون کے نشان محض کچھ اونچے چبوترے سے، اور ان کے چند زینے باقی رہ گئے ہین، آس پاس کے بلند مکانات ان "پہاڑیون" سے کہین زیادہ بلند ہین، پھر یہ پہاڑیان آبادی سے دور کسی ویرانہ مین نہین، بلکہ عین وسطِ شہر مین، ناف آبادی کے اندر اور حرم شریف سے فاصلہ کچھ بھی نہین گویا بالکل متصل، ایک دروازہ سے نکلے، تو صفا بالکل سامنے دوسرے دروازہ سے نکلے، تو چند قدم چل کر مروہ، دونون کے درمیان کا فاصلہ کچھ کم دو فرلانگ "سعی" نام ہے اسی درمیانی مسافت کے طے کرنے کا، اور اس راستہ کو مسعٰے (جاے سعی) کہتے ہین، یہ بھی کسی ویران و سنسان مقام مین ہونا الگ رہا، نہ

سب سے زیادہ آباد و با رونق، اور چہل پہل والے حصہ مین واقع ہر! اچھی چوڑی پختہ سڑک، دور تک اوپر سے سائبان پڑا ہوا، کچھ دور تک ایک طرف حرم کے دروازے اور دونون طرف تقریباً سارے راستہ بھر ہر قسم کی آراستہ و پر رونق دوکانین خوش رنگ شربتون کے گلاس اور ٹھنڈے پانی کی صراحیان بکنے کے لئے ہر چند قدم پر موجود، چلتے وقت یعنی سعی کرتے وقت یہ معلوم ہی نہین ہوتا، کہ کوئی عبادت کر رہے ہین، بس یہ معلوم ہوتا ہی، کہ گویا دہلی کے چاندنی چوک یا لکھنؤ کے امین آباد مین ٹہل رہے ہین!

عصر کا وقت قریب ختم تھا، جب ہم لوگ حرم شریف سے نکل کر صفا پر پہونچے، اور معلم کی رہنمائی مین سعی شروع کی، سعی کے سات شوط ہوتے ہین، یعنی صفا و مروہ کی درمیانی مسافت کو سات مرتبہ طے کرنا ہوتا ہی، گویا تقریباً دو میل چلنا ہوتا ہی، جو بہت سے لوگون کے لئے ایک اچھی خاصی اور تھکا دینے والی مسافت ہی، خصوصاً گرمی کے موسم مین اور ہجوم کی کشمکش کے درمیان، لیکن شریعت نے مسلسل سعی ضروری نہین رکھی ہی، تھک جانے والے کو درمیان مین ستا لینے اور بیٹھ جانے کا پورا اختیار دیا ہی، جو لوگ کچھ دور بھی پیدل چلنے مین دشواری محسوس کرتے ہون، وہ سواری کے اوپر سعی کر سکتے ہین، اور اس غرض کے لئے سب سے بہتر چیز یہان کی شبری ہی، جو ایک طرح کا پلنگ ہوتا ہی، جس پر ضعیف و مریض آسانی سے لیٹ سکتے ہین اور اس کو اپنے کاندھون پر اٹھانے والے حمال (مزدور) بہ کثرت ہر وقت ملتے رہتے ہین، شام کا وقت دوکانداری کے شباب کا وقت تھا، اور پھر حاجیون کی بھی بڑی تعداد، دن کی گرمی سے بچنے کے لئے اسی وقت سعی کو نکلی تھی، اس لئے

ہجوم قدرۃً اپنے پورے شباب پر تھا، آگے پیچھے، دائین بائین ہر طرف خلقت ہی خلقت، انسانون کے ہجوم کے علاوہ کہین کہین اونٹون کی کسی مسلسل قطار سے سابقہ پڑ جاتا تھا جسکا تانتا پانچ پانچ دس دس منٹ تک ٹوٹنے مین نہین آتا تھا مجبوراً اونٹون کے نیچے سے نکل نکل کر گذرنا ہوتا تھا، اونٹون سے زیادہ تکلیف دہ سرکاری اور سلطانی موٹرین تھین، جو عین حرم شریف کے متصل، زور زور سے اپنے بگل اور ہارن بجاتی ہوئی، چیختی چلاتی ہوئی، اس ہجوم کو چیر کر تیزی سے گذر جانا چاہتی تھین، اور اونٹون اور موٹرون دونون سے زیادہ تکلیف دہ بعض نجدی و بدوی قبائل تھے، جو کئی کئی مرد و عورت ایک ایک قطار قائم کئے، ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے، بلا وجہ دوڑتے اور جھپٹتے ہوئے مجمع مین گھستے تھے، اور جب انکا ریلا آتا تو بس یہی معلوم ہوتا تھا، کہ کمزور جثہ والے اکا دکا حاجیون کو یہ دل کچل کر بلکہ ان کی ہڈیون تک کو سرمہ کر کے رکھدیگا۔ —— سعودی پولیس اور محکمۂ امر بالمعروف کے پیادے، اپنی زبان مین مدینہ منورہ مین روضۂ نبوی کے متصل بات بات پر جو چھڑیان، اور جن کے بید تہان بار بار اٹھتے رہتے تھے، یہان اُن مین سے کسی کا وجود نہین! یہان راستہ کے انتظام کے لئے، مجمع مین نظم و امن قائم رکھنے کے لئے، زخمیون کو اٹھانے کے لئے، کمزورون اور ناتوانون کو زبردستون اور ظالمون کی زیادتیون سے بچانے کے لئے، حکومت کا کوئی پیادہ موجود نہین! محض اس مقام کی عظمت و بزرگی، جلالت قدر و کرامت عالی ہی کہ گرنے اور چوٹ کھانے کے حادثات بالکل نادر الوقوع ہین، ورنہ اسباب ظاہری و قرائن کے لحاظ سے تو جو کچھ بھی ہو جائے تھوڑا ہی!

فقہ حنفی کی کتابون مین سعی کا طریقہ یہ لکھا ہوا ہی، کہ حرم شریف سے نکلتے وقت ذکر کرتے ہوئے، اور درود پڑھتے ہوئے نکلے، کوہ صفا پر چڑھنے لگے تو دل مین سعی کی نیت کرے، اور بہتر یہ ہی کہ زبان سے بھی یہ الفاظ کہے، اللّٰھم انی ارید السعی بین الصفا و المروۃ سبعۃ اشواط لوجھک الکریم فیسرہ لی و تقبلہ منی، ایک زینہ پر چڑھنے سے کعبہ نظر آنے لگتا ہی، اس لئے زیادہ زینے چڑھنے کی ضرورت نہین، جب خانہ کعبہ نظر آنے لگے، تو اسی طرف منہ کرکے تکبیر اور تہلیل کرے، اور رسول اللہ صلعم پر درود پڑھکر جو دعائین مانگنا چاہے، مانگے، کہ یہ خاص محل اجابت ہے، یہان قیام اتنی دیر رکھے، جتنی دیر مین دو تین رکوع بہ اطمینان پڑھے جا سکتے ہون، یہان کے لئے دعاؤن کے جو الفاظ منقول و ماثور ہین، وہ متعدد ہین، اور اکثر ان مین سے طویل ہین، ایک مختصر دعا اس موقع کے لئے سب ذیل بھی نقل ہوئی ہی، اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک و لہ الحمد یحیی و یمیت و ھو علی کل شئ قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ اس کے بعد صفا سے یہ دعا پڑھتا ہوا اترے، اللھم استعملنی بسنۃ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و توفنی علی ملتہ و اعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین، اس کے بعد اپنی معمولی رفتار سے چلنا شروع کرے، اڈیڑھ دو سو قدم چلنے پر وہ وادی شروع ہو جائیگی جہان ہاجرہ صدیقہ علیہا السلام دوڑکر چلی تھین، یہان چاہئے کہ اپنی رفتار بھی تیز کر دے، اور ہلکی دوڑ شروع کر دے، سرپٹ بھاگنے کی ضرورت نہین، جیسا کہ اکثر

ناواقف عمل کرتے رہتے ہین، اس وادی کا طول کتابون مین پچہتر گز (سوا دو سو فٹ) لکھا ہوا ہی، وادی کے دونون سرون پر سبز رنگ کے اونچے پتھر لبطور ستون نصب کر دیئے ہین، ان کو میلین اخضرین کہتے ہین، انھین دیکھ کر ہر عامی حاجی بھی بغیر معلم کی وساطت کے سمجھ سکتا ہی، کہ بس اتنی دور ذرا دوڑ کر چلنا ہی، اس کے بعد پھر اپنی وہی معمولی چال اختیار کرے، اصل سعی (دوڑنے کی جگہ) اسی وادی کا نام ہے، میلین کے درمیان معلمین جو دعائین پڑھاتے ہین، وہ تو خاصی لمبی چوڑی ہین لیکن اگر اس قدر بھی پڑھ لے تو کافی ہی، رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم بانک انت الاعز الاکرم، صفا اور مروہ دونون پر چڑھتے وقت آیہ کریمہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما ومن تطوع خیرًا فان اللہ شاکر علیم، پڑھتا رہے،

سعی، مذہب شافعی مین فرض ہی، اور رکن حج ہی، بغیر سعی کے ان کے ہان حج ہی نہ ہوگا، فقہ حنفی مین فرض نہین، لیکن واجب، اور ایک نہایت موکد سنت ان کے ہان بھی ہی، سعی کے سات پھیرے ہین، لیکن اگر کوئی شخص صرف چار ہی پھیرے کرے، تو بھی سعی ہو جاتی ہی، گو یہ بہتر نہین سمجھا گیا ہی، اور چار سے بھی کم پھیرے کرنا، گویا سعی سرے ہی سے نہ کرنا ہی، باوضو رہنا لازمی نہین لیکن بہت مستحسن و مستحب ہی، سعی کے سارے وقت مین حضورِ قلب کے ساتھ دعا و مناجات میں لگے رہنا چاہیئے، بلا ضرورت دنیوی باتین کرنا مکروہ ہی، کھانا پینا، خرید و فروخت کرنے لگنا، اگرچہ جائز رکھا گیا ہی لیکن بلا ضرورت ان مین سے کسی چیز کی طرف

متوجہ ہونا، بڑی قیمتی اور قابلِ قدر گھڑیوں کو برباد کر دینا ہی، اتنے ہجوم عظیم میں اور عین بازار کی چہل پہل کے درمیان حضورِ قلب قایم رکھنا واقعۃً بہت دشوار، لیکن بہرحال اپنی طرف سے تو کوشش اسی کی رکھنی چاہیے، اور اجر کا دار و مدار کوشش ہی پر ہے، ساتواں پھیرا مروہ پر تمام ہوگا، اس کے بعد چاہیے، کہ حرم شریف میں جاکر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھے، جس طرح طواف کے ختم ہونے پر پڑھی جاتی ہی، اور بس عمرہ کرنے والے کا عمرہ اسی پر ختم ہو جاتا ہی، جس نے حج تمتع کی نیت کی تھی، اسے چاہیے کہ حرم شریف سے باہر آکر اپنا سر منڈالے، یا کم از کم بال کترادے، اور احرام اتار کر حج کا منتظر رہے، حج قران کی نیت کرنے والا بدستور احرام پہنے رہے، اور بال ہرگز نہ منڈائے نہ کترائے،

ابھی سعی کر ہی رہے تھے، کہ مغرب کا وقت آگیا، اور حرم میں جماعت کھڑی ہوگئی ہم لوگ بھی سعی کو ناتمام چھوڑ کر، لپک کر جماعت میں شریک ہوئے، حرم کے اندر تو کیا جگہ ملتی، باہر سیڑھیوں کے نیچے، سڑک کے اوپر جگہ ملی، اور جوں توں کر کے نماز ختم کی، اس کے بعد سعی کے بقیہ شوط پورے کیے، لیجیے جن رفیقوں کا میری طرح حج تمتع تھا، ان سب کا عمرہ ختم ہوگیا، اس وقت کی خوشی کا کیا پوچھنا، عمرہ سے فراغت کیا ہوئی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خزانہ مل گیا ہی، ہنستے ہوئے پھر دن کے ساتھ ایک دوسرے کو مبارکباد دی جانے لگی، طویل سفر سے چلے آرہے تھے اور آتے ہی طواف ہی میں مشغول ہو گئے تھے، خوب تھکے ہوئے تھے، لیکن دل کے انبساط نے جسم کے تکان کو بڑی حد تک رفع کر دیا، پیاس کی شدت میں شربت کے گلاس خوب

Marfat.com

برف ڈال کر پئے گئے، اور اُسی وقت بجلی کی روشنی مین ایک حجام کی آراستہ وشاندار دوکان مین سر منڈ لئے گئے، اور بال کترائے گئے! مغرب کے وقت کو ابھی آدھ گھنٹہ یون گھنٹہ ہوا تھا، عشا کے وقت مین ابھی خاصی دیر تھی، رباط حیدر آباد مین جگہ کی تنگی اور اہل قافلہ کے لحاظ سے چپقلش کا اندازہ ہو چکا تھا. خیال یہ ہوا کہ رات کو سب کی گزر کیونکر ہو گی، خصوصًا عورتین جو اس موسم مین صحن مین لیٹنے کی عادی ہین، ان بیچاریون سے اندر کے درجون مین کیونکر بسر ہو سکے گی؟ طبیعت بے اختیار یہ چاہ رہی تھی، کہ اب فورًا لیٹ کر سو یا جائے، لیکن اول تو ابھی نماز عشا باقی تھی، اور پھر خانہ داری کی یہ فکرین، ہمت کر کے اسی وقت ایک راہبر کو لیکر مدرسہ صولتیہ والے مولوی محمد سلیم صاحب کے مکان پر پہونچا، مولوی موصوف کے اخلاص و اخلاق کا اندازہ اُن کے عنایت نامون سے ہو چکا تھا، ہونے پر وہ اسی لطف و محبت، مدارات و اخلاق سے پیش آئے، یہ معلوم ہی نہین ہوتا تھا کہ آج پہلی ملاقات ہی، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ برسون کی پرانی ملاقات ہے رات کے اندھیرے مین مکان سے اپنے ہمراہ مدرسے لائے گئے، مدرسہ کی جدید عمارت کو کھلوا کر اوپر سے نیچے تک سب منزلین ایک ایک کمرہ کھول کر دکھا اور یہ اصرار فرماتے رہے کہ "یہین اُٹھ آؤ" مدرسہ کی عمارت کا کیا کہنا، ماشاء اللہ بہت وسیع ہے، اگر یہان اُٹھ آتا، تو بڑی فراغت کی جگہ مل جاتی، اور مکان کی وسعت سے کہین بڑھکر متولی مکان کی وسعت اخلاق اور مسافر نوازی ہم لوگون کے آرام و آسائش پہونچانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی، لیکن حرم شریف سے مکان مدرسہ کا فاصلہ اچھا خاصہ نظر آیا، اور خیال یہ گذرا کہ مکہ معظمہ مین مدت قیام یون

Marfat.com

بہت مختصر ہے، اس مین بھی اگر بہت سی نمازین بعدِ مسافت کے عذر پر حرم مین ملنے سے رہ گیئن، تو بڑی ہی محرومی اور شدید حرمان نصیبی ہوگی، اس لئے مولوی سلیم صاحب سے اُن کے ہان اٹھ آنے کا پختہ وعدہ نہ کرسکا، اور اُن کے دلی شکریہ پر ملاقات ختم کرکے واپس چلا آیا،

حرم پاک کی پاک سرزمین، مقدس بزرگون کے وجود سے اب بھی خالی نہین، اللہ والے اگر اللہ کے شہر مین نہ ہون گے، تو اور کہان ہون گے، بلد الامین کے گوشون مین اللہ کے پیارے، خدا معلوم کتنے آج بھی موجود ہین، ان مین سے کم ازکم ایک بزرگ کی زیارت تو اپنے نصیب مین بھی آئی، اور مزید مسرت اس کی، کہ وہ بزرگ اپنے ہی دیس ہندوستان بلکہ اپنے ہی صوبہ، یو، پی، کے نکلے، مولانا محمد شفیع الدین صاحب نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے، آج سے اڑتالیس سال قبل مکہ معظمہ حاضر ہوئے تھے، اور اللہ کے گھر کی محبت ایسی غالب آئی، کہ اپنے گھر کو بھول گئے، نصف صدی کا زمانہ دیکھئے، اور ایکمرتبہ بھی اس درمیان مین وطن کا رخ نہین فرمایا! ساری عمر تجرد مین گذار دی، نہ بیوی نہ بچے، شیخ المشایخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اس وقت ان کے اجل خلفا مین ہین، ایک معتبر و ثقہ راوی سے سننے مین آیا، کہ اس ساری طویل مدت مین شاید ایک نماز فرض بھی ایسی نہین گذری جو حرم شریف کے اندر نہ ادا کی ہو!! اور محض اتنا ہی نہین، بلکہ جماعت کے اہتمام و التزام مین بھی فرق نہین آنے پایا! اور پھر اس سے بھی بڑھکر کمال یہ نصیب مین آیا کہ نجدیون کے تسلط کے قبل تک، جماعت مین بھی صف اول چھوٹنے نہ پائی!! ——— ان خوش نصیبون پر کس کو رشک نہ آئیگا؟

Marfat.com

لیکن یہ سب اللہ ہی کی دین ہی، این سعادت بزور بازو نیست، کا معاملہ ہی ——
علم وفضل، زہد وتقوی، فقر وسلوک کی یہ جامعیت، گو حضرت حاجی صاحب کے خلفاء
ومنتسبین مین عنقا نہ ہو، لیکن جب یہ یاد پڑتا ہی کہ یہ بیسوین صدی عیسوی کا زمانہ ہے
دجال ویاجوج کا دور ہی، تو ایسی ہستیون کے وجود پر حیرت ضرور ہوتی ہی، خدا معلوم کتنے
حج پاپیادہ کئے، اور فرائض وواجبات الگ رہے معمولی نوافل مستحبات تک چھوٹنے
نہ پائے، اس نصف صدی کی مدت مین شاید ہی گنتی کے دو چار حج چھوٹے ہون، ورنہ
ہر سال حج کا معمول رہا، مدتون فقر وفاقہ سے یہ نوبت رہی، کہ محض سوکھی روٹی پانی
مین بھگو بھگو کر نوش فرماتے رہے،

بہر حال یہ موقع ان کے مناقب وفضائل کی تفصیل کا نہین، صرف تجارت کی
غرض سے اتنا تذکرہ آگیا، مولوی سلیم صاحب کے ہان سے واپسی مین نماز عشا حرم مین پڑھکر
ایک رہنما کی رفاقت مین جناب مولانا کے ہان حاضری ہوئی، قیام باب الصفا مین رہتا ہی
حرم شریف سے گنتی کے چند قدم کا فاصلہ، حسن اخلاق ووسعت مدارات کا کیا پوچھنا، بزرگی
کرم ونوازش کا مجسم نمونہ، اخفار حال وکمال کا اس درجہ اہتمام، کہ ملنے والے کو ان کے
مرتبہ کا شبہہ بھی نہ ہونے پائے، اتنا ہر خشک فقہی مسائل پر ٹالنے کی انتہائی کوشش، ہندستان
کے بعض انھین کے ہم مرتبہ بزرگون کے سلام وپیام خدمت والا مین پہونچائے گئے
اور اپنے حق مین دعاے خیر کرائی گئی، اٹھنے کو جی تو نہ چاہتا تھا، موصوف ہی کی زحمت
کا خیال کر کے اجازت چاہی، اور قیامگاہ (رباط حیدر آباد) پر واپس آیا، جامۂ احرام
اتارنے کا موقع ابھی تک کہان ملا تھا، گھر پہونچکر وہ ملبوس اتارا، اور عام لباس پہنا، دن

بھری دوڑ دھوپ کے بعد خستگی اور تھکان کا پورا احساس اب ہوا، ہم مردون کو تو کھلی ہوئی چھت پر جگہ مل گئی، ساتھ کی بیویون بیچاریون کو اندر ہی کے حصون مین گذر کرنا پڑا، مولانا مناظر احسن ہر جگہ کی طرح یہان بھی "ستثنا" نکل گئے، قافلہ اور قافلہ والون کو چھوڑ چھاڑ حرم شریف کے صحن مین سونے کے لئے جا پہونچے، اور وہان پہونچکر سوئے تو کیا ہون گے، لیکن اپنے جن حالات کو وہ خود راز رکھنا چاہتے ہین، وہ ان کے نیازمند خادم کی زبان سے کیون فاش ہون!

باب ٢٧

آغاز حج

۷ ذی الحجہ، پنجشنبہ، آج کے دن کوئی مخصوص مشغولیت نہ تھی، عمرہ بفضلہ ادا
ہی ہوچکا تھا، اب ارکانِ حج کے آغاز کا انتظار تھا، آج ہی کے دن حرم شریف
باضابطہ اعلان ہوتا ہے، کہ پرسون ۹ ذی الحجہ کو عرفات مین حاجیون کا اجتماع
اور آج ہی ظہر کے بعد حرم شریف مین امام خطبہ پڑھتے ہین جسمین مسائلِ حج کی تشریح
ہوتی ہے، دوپہر کی شدید گرمی مین شوق کے ساتھ اس خطبہ کے سننے کی ہمت کس کو
اور پھر اتنے بڑے مجمع مین خطیب کے قریب خطبہ کے الفاظ سننے کے لئے جگہ ملنی کہان نصیب
اور جگہ گھس پل کر مل بھی جائے، تو خطبہ کی زبان سمجھنے والے ہندوستانیون مین کتنے؟ باانہمہ
جہان تک ممکن ہو، خطبہ سننے کی فضیلت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے، رسول
و اصحابِ رسول ؐ کے اتباع کا شرف اسی مین ہے، اور پھر اس مجمع مین خدا معلوم کیسے کیسے
برگزیدہ بندے اور مقبولانِ حق شامل ہوتے ہین، ان کی ہمنشینی خود کیا کم ہے؟ خطبہ تھوڑی
دیر مین ختم ہوجاتا ہے، طواف، نماز، و تلاوت کے لئے رات اور دن کا سارا وقت ہے
حرم شریف کے دروازے ہر وقت کھلے ہوئے، جتنی دیر جس شغل مین چاہے لگا رہے
ہمارے قافلہ والون مین سے جس کے نصیب مین جو کچھ آنا تھا آیا، وطن کے متع

Marfat.com

حاجی دکھائی دیئے، ان سے ملنے جلنے کا سلسلہ بھی جاری رہا، کل منیٰ و عرفات کے مختصر لیکن اہم سفر پر روانگی ہی، اس کی تیاریان بھی شام سے ہوتی رہین،

حج "قران" کا ذکر اوپر آچکا ہی، جو لوگ قارن تھے، اُن کے احرام تو بندھے ہوئے تھے ہی، انھین کسی جدید احرام کی ضرورت نہین، باقی دوسرے لوگون کو ۸ ذی الحجہ کی صبح کو احرام باندھکر روانہ ہوجانا چاہیے، لیکن اگر اس کے قبل ہی احرام باندھ لیا جائے، تو بہتر ہی، اور فقہائے نے اسے مستحسن لکھا ہی، مولانا شفیع الدین مدظلہ نے بھی یہ خاص طور پر ارشاد فرمادیا تھا، کہ احرام ۷ اور ۸ کی درمیانی شب ہی مین بعد عشا حرم شریف ہی مین، بلکہ حطیم کے اندر باندھ لینا، حطیم کا ذکر شاید پہلے نہین آیا، حطیم مطاف کے اندر، خانہ کعبہ کے شمالی صحن کا نام ہی، جو ایک قوسی دیوار سے گھرا ہوا ہی، دیوار اچھی خاصی چوڑی اور کچھ کم قد آدم بلند ہے، ذیل کے نقشے سے حطیم بآسانی سمجھ مین آجائیگا،

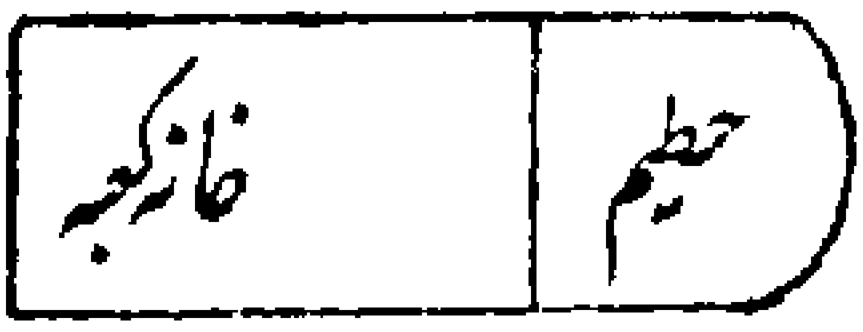

خلیل اللہ کے بنائے ہوئے کعبہ مین یہ چھوٹی ہوئی زمین بھی کعبہ کے اندر تھی قریش نے جب اپنے زمانہ مین عمارت کعبہ کی تجدید کرنی چاہی، تو کچھ سامان کم پڑگیا، اور یہ قرار پائی، کہ تعمیر ابراہیمی سے کچھ کم کردینا چاہیے، چنانچہ اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا، اور اس میدان کو دیوار سے گھیر دیا گیا، حطیم کے لفظی معنی ٹکڑے کے ہین، اور چونکہ یہ زمین خانہ کعبہ ہی کا ایک ٹکڑا ہی، اس لئے اس کا نام بھی حطیم پڑگیا، رسول خدا صلعم نے ایک بار

Marfat.com

حضرت عایشہؓ سے فرمایا، کہ میرا جی چاہتا ہی، کہ حطیم کو ازسرنو خانہ کعبہ کے اندر شامل کر لیا جائے، لیکن قریش خواہ مخواہ بگڑ کین گے، کہ ہماری ہر شے سے مخالفت کیجاتی ہی، اس لئے ایسا نہین کرتا، ایک عباسی خلیفہ نے اپنے زمانہ مین چاہا کہ حضورؐ کی اس رضی مبارک پر عمل کی سعادت حاصل کرے، اور امام مالکؒ سے استفتا کیا، امامؒ نے فتویٰ دیا، کہ "ایسا کرنے سے خانہ کعبہ ملعبۂ ملوک وسلاطین ہو جائیگا، جو بادشاہ اس مین ترمیم کرنا چاہیگا، اسے ایک سند ملجائیگی، اس لئے ایسا کرنا مناسب نہین، غرض اس وقت سے حطیم برابر اسی حالت مین چلا آرہا ہی، اور حرم مقدس کے اندر مقدس ترین مقامات مین سے ہے، طواف خانہ کعبہ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی ہوتا رہتا ہی، اور اس کے اندر نماز پڑھنا، خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے مساوی رکھا گیا ہی، گویا حکماً یہ بھی خانہ ہی ہے، حطیم ہی کا دوسرا نام حجر ہے، ایک روایت یہ بھی سننے مین آئی، کہ حضرت ہاجرہ صدیقہ اور ان کے لخت جگر حضرت اسمٰعیل ذبیح اسی زمین کے نیچے مدفون ہین، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، ایک سونے کا پرنالہ جسے میزاب رحمت کہتے ہین، اور جو کعبہ کی شمالی سمت مین چھت کے اوپر نصب ہی، اس کا پانی بھی برسات مین حطیم ہی مین آکر گرتا ہی، میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا مانگنا ایک خاص محل اجابت مین دعا مانگنا ہی، کتابون مین اس موقع کے لئے یہ دعا منقول ہی:-

اللھم انی اسألک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلعم اللھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک واسقنی بکاس	اے اللہ مین تجھ سے طلب کرتا ہون وہ ایمان جو ٹل نہ سکے، اور وہ یقین جو ختم نہ ہو، اور تیرے نبی محمد صلعم کی رفاقت، اے اللہ مجھے اس روز جبکہ کوئی سایہ بجز تیرے سایۂ عرش کے نہ ہوگا اپنے سایۂ

Marfat.com

محمد صلعم شربۃ لا اضماء بعدھا ابدًا،

ین جگہ عطا فرمانا، اور محمد صلعم کے حوض سے وہ جا
پلانا جس کے بعد مین کبھی پیاسا نہون،

حطیم و میزاب رحمت کا ذکر یہان ضمنًا آگیا، لیکن تھا ضروری، بہرحال مولانا
کے ارشاد کے ایک جزو کی تعمیل تو ہو گئی، یعنی احرام کے لئے ۸ کی صبح کے طلوع ہونے
کا انتظار نہین کیا گیا، بلکہ شب ہی مین باندھ لیا گیا، البتہ اس کے لئے مقام حطیم نصیب
نہ ہو سکا، یہ اس وقت احرام کا باندھ لینا صرف ہمارے ہی قافلہ والون کے ساتھ مخصوص
نہ تھا، مغرب و عشا کی نمازون کے وقت حرم شریف کے اندر ایک خاصی بڑی تعداد
احرام پوشون کی نظر آئی، آج ہی عصر کے بعد اپنے معلم عبد القادر سکندر کو کل کے سفر
کے متعلق تمام ضروری ہدایات دیدین، سولہ آدمیون کے لئے آٹھ اونٹون کے انتظام
کو کہدیا گیا، جن لوگون کو مشق و عادت ہے، وہ اونٹ کی ننگی پیٹھ پر، یا محض کجاوہ
رکھکر بہ آرام و اطمینان سفر کر سکتے ہین، ہم لوگون کو بھلا اس کی کہان عادت، ایسے
لوگون کے لئے بہترین صورت شغدف کی ہے، یہ مثل چھوٹے پلنگ یا بڑے کھٹولے کے
ایک چیز ہوتی ہے، جس پر معمولی قد و جسامت کا آدمی لیٹ سکتا ہے، ہر شغدف کے اندر
دو دو پلنگڑیان ہوتی ہین، اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے یہ پلنگڑیان، چٹائیون کی
چھت اور دیوارون سے منڈھی ہوئی ہوتی ہین، اونٹ پر اگر شغدف کو اچھی طرح
کس کر باندھ دیا جائے، اور دونون پلنگڑیون پر وزن مساوی رہے، تو خاصی آرام دہ
سواری ہے، اور اونٹ کے چلنے کے جھٹکے بہت کم لگتے ہین، ۸ کو منیٰ مین قیام کرنا ہے
۹ کے دن مین عرفات مین، شب مین مزدلفہ مین، اور ۱۰، ۱۱، ۱۲ - کو پھر منیٰ مین،

Marfat.com

منیٰ وعرفات مین عام لوگ بیچارے تو یون ہی کھلے میدان مین بسر کرتے ہین، ہم جیسے آرام طلبون کے لئے یہ ممکن نہ تھا، معلّم سے دو خیمون کی بابت بھی معاملت طے ہوگئی، ہر خیمہ اتنا بڑا کہ آٹھ آٹھ آدمیون کی گنجایش اُس مین نکل سکے، اونٹون کا کرایہ شغدفون کی قیمت، اونٹ پر چڑھنے کے لئے سیڑھی کی قیمت، خیمون کا کرایہ، جو کچھ معلّم صاحب نے بتایا، بغیر کسی سوال وبحث کے بلا تامل منظور کر لیا گیا، اور ہر شے کا انتخاب بالکل انھین کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا، خیمون کا کرایہ غالباً دو دو گنی فی خیمہ قرار پایا، ضروری سامان سفر مین سب سے پہلا نمبر پانی کی صراحیون کا آتا ہے، فی ذات مٹی کی دو دو صراحیان خرید لی گئین، مختصر بستر، کھانے کا ہلکا اور مختصر سامان خیمون مین بچھانے کے لئے دریان، پانی کے کنستر، لالٹین منیٰ مین قربانی وغسل کے بعد پہننے کو ایک ایک جوڑا کپڑا، اور کچھ ناشتہ جس کا سب سے اہم جزو ستو تھے، رکھ لیا گیا، اور رات ہی مین یہ سب سامان درست کرکے رکھ لیا گیا، کہ صبح سویرے دن نکلتے ہی چلنا ہوگا، معلّم صاحب نے حرم شریف کے اندر بیٹھ کر بیت اللہ کے سامنے، یہ وعدہ مکرر، اور موکد لہجے مین فرمایا، کہ بعد نماز فجر قبل طلوعِ آفتاب روانگی کے لئے اونٹ دروازہ پر آجائین گے، اور اس وعدہ پر قدرۃً ہم لوگ مطمئن ہوگئے۔

---

۸ ذی الحجہ، یوم جمعہ، آج کا دن یہان کی اصطلاح مین یوم الترویہ کہلاتا ہے، آج ہی وہ مبارک دن ہے، جب سارے حاجی مکہ سے منیٰ وعرفات کے لئے روانہ ہوتے ہین، مسنون اور افضل وقت روانگی کا بعد نماز فجر سورج نکلنے کا وقت ہے، حضور نے مع جماعت صحابہ کرام نمازِ فجر مکہ مین پڑھی تھی، اور آفتاب نکلنے پر روانہ ہوئے

تھے، ہم لوگ نمازِ فجر، حرم شریف مین پڑھتے ہی، جلدی جلدی اپنی قیامگاہ پر واپس آئے کہ معلم نے قبل طلوع اونٹ پہونچا دینے کا وعدہ کیا ہی، کہین اونٹ والے ہمارے انتظار مین گھبرا نہ جائین، یہان جو پہونچے، تو نہ اونٹون کا پتہ، نہ معلم صاحب کا! لیجیے، اب تو آفتاب بھی نکل آیا، اور اچھی طرح بلند ہوگیا، اب تک اونٹون کے نہ آنے کی آخر کیا وجہ؟ ٹھنڈے ٹھنڈے نکل جاتے تو دھوپ کی تمازت سے بچ جاتے، اور سفر بڑے لطف سے کٹ جاتا، اتباعِ سنت کا جو اجر ملتا وہ الگ۔ چاے اور ناشتہ سے یہین نہ فراغت کر لیجائے۔ لیجیے، اب تو ناشتہ سے بھی فراغت ہوگئی، اور چاے کے دور بھی ختم ہو چکے، اور اونٹون کا اب بھی پتہ نہیں! کس کو خبر تھی کہ معلم صاحب اسی موقع پر یون اپنے شترِ غمزون کی مشق ہم پردیسیون پر کرین گے۔ بار بار اضطراب مین نگاہین دروازہ تک دوڑتی ہین، اور پیر سڑک تک دوڑتے ہین، لیکن نہ معلم صاحب کا نشان ملتا ہی، نہ ان کے کسی کارندہ و ملازم کا۔ سیکڑون ہزارون اونٹ اسی سڑک سے ہمارے دروازہ کے سامنے سے گذر رہے ہین، حسرت و محرومی شاید ہمارے ہی حصہ مین ہی! ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے آٹھ بجے، ساڑھے آٹھ بجے، نو بجے، دس بج گئے، اور ہنوز وہی انتظار! وسطِ مئی کا زمانہ، عرب کی دھوپ، اس ٹھیک دوپہر مین کس سے سفر کیا جائیگا؟ اور تنہا یہی ایک فکر ہوتی، تو بھی غنیمت تھا، دوسرا دھڑکا یہ لگا ہوا، کہ جمعہ کا وقت قریب آتا جا رہا ہی، کہین ایسا نہ ہو، کہ جمعہ حرم شریف کا بھی جائے، اور منیٰ کا بھی! جمعہ کے دن قبل زوال ہی کوچ کر جانا، اور منیٰ مین جا کر نماز پڑھنا افضل ہی، یہان کھٹکا اسکا لگا ہوا کہ فاضل و مفضول کی بحث الگ رہی، کہین سرے سے نمازِ جمعہ ہی سے محروم نہ رہنا پڑے! دس بجے کے

بعد مولانا مناظر صاحب اور ایک اور رفیق سفر معلم صاحب کے مکان کی تلاش مین نکلے، بصد دشواری و زحمت، بڑی تلاش کے بعد، مکان تو ملا، لیکن مکین غائب! انا للہ، گھنٹہ بھر کی حیرانی و سرگردانی کے بعد، دونون صاحب خستہ و خراب مایوس واپس آئے۔

ایک ایک گھڑی پہاڑ ہو رہی تھی، دلون کے اندر خون جس طرح کھول رہا تھا، اس کا اندازہ ہر وہ شخص کرسکتا ہے، جس کے پہلو مین دل ہی، بعض زبانون پر بھی دل کے جذبات بے تکلف آنے شروع ہوگئے تھے، اور وہ وقت جو تکبیر و تہلیل، ذکر و دعا مین بسر ہونے کا تھا، سب ظالم سکندر کی دعا گوئیون اور منقبت سرائیون مین صرف ہو رہا تھا! وقت کچھ اور کھسکا، اور کھسکتا رہا، یہان تک کہ حرم شریف کے منارون سے جمعہ کی اذانین بلند ہونے لگین! اسوقت ہمارے معلم خدا خدا کرکے تشریف لائے، اور اس معصومیت اور بھولے پن کی ادا کے ساتھ کہ گویا کچھ ہوا ہی نہین، بلا کسی معذرت و اظہار افسوس کے، فرمانے لگے کہ "اونٹ تو اب بعد نماز جمعہ آجائین گے، اس سے پہلے کیونکر لاتا، ہجوم کے اندر اونٹون کو راستہ کیسے ملتا؟" گویا یہ ہجوم اونٹون کا نہین، کسی اور کا تھا! اور یہ ہجوم سیکڑون ہزارون دوسرے اونٹون کے گذرنے کا مانع تھا! بہرحال صبر کے سوا چارہ کیا تھا، بھاگتے ہوئے حرم شریف کی طرف چلے، مسجد کا کونہ کونہ بھرا ہوا، اتنی دیر کے بعد جگہ کہان مل سکتی تھی، جون تون گھس پل کر ایسی جگہ کھڑے ہونے کو ملی، جہان امام و خطیب کی آواز الگ رہی، بلکہ مکبرون کی تکبیر

Marfat.com

بھی مشغل ہی سنائی دیتی تھی، نماز کے بعد فوراً گھر آئے، اور اب پھر صبر و تحمل کی
آزمائش شروع ہوگئی، گھنٹہ سوا گھنٹہ کے مزید انتظار کے بعد معلم صاحب تشریف لائے
سکے سوار ہوئے، کچھ وقت سامان کے چڑھانے اور سواریوں کو چڑھنے میں لگا
اونٹ کی سواری ہم سب لوگوں کے لئے ایک نئی سواری تھی، عورتوں کو خود تو
معلوم ہوتا واجبی تھا، جب خود مردوں کی طبیعت بوکھلا رہی تھی، اور [illegible] بیچارے اگر مدد نہ دیتے، تو تنہا معلم صاحب تو اس مرحلہ کو کبھی جلد نہ طے کرا سکتے، دوپہر
ڈھل چکی تھی، اور ظہر کا وقت قریب ختم تھا، کہ ہمارا قافلہ روانہ ہوا، ابھی تھوڑی ہی دور
چلے تھے، کہ معلم نے بڑھ کر سوال کیا، منیٰ میں آپ ٹھہریں گے کہاں؟ حیدرآباد کے
سرکاری مکان میں؟ سوال کا سننا تھا کہ فرط حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں
ورنگی معلم صاحب کے چہرہ پر لگ گئی، پہلے تو دل نے اسے کچھ نہ سمجھا، اور معلم صاحب
ر وقت مزاح و ظرافت سے کام لیتے رہتے ہیں، لیکن ان کے کرتے تیور دیکھ کر
جو نظر گئی تو یہ خیال [illegible] چند لمحوں سے زیادہ قائم نہ رہ پایا، جی کڑا کر کے جواب
دیا کہ "یہ سوال آپ ہم سے کر رہے ہیں؟ ہم تو آپ کے کہنے پر چل رہے ہیں، کہ آپ
جہاں ٹھہرائیں گے ٹھہریں گے، الٹے آپ ہم سے دریافت کر رہے ہیں کہ تم کہاں
ٹھہرو گے؟" سبحان اللہ! اور ہم تو دو خیمے اپنے لئے آپ سے ٹھہرا چکے تھے، کیا ان کے
نے میں کچھ شک پیدا ہو گیا ہے؟ جواب گرجتی ہوئی آواز میں ملا کہ "وہ خیمے [illegible]
[illegible] ان سے واپسی پر مل سکتے ہیں، آج وہ خیمے نہیں مل سکتے، [illegible]
ن مشغول پہ رہنا ہوگا"، انا للہ و انا الیہ راجعون، گویا آج [illegible] کل [illegible]
کا وقت کھلے میدان میں کاٹنا ہے، صرف مردوں ہی کو نہیں عورتوں کو بھی

ور کھانے سونے، اور حوائجِ ضروری سے فراغت سب کو اسی میدان مین ہزاروں بلکہ لاکھون کے مجمع کے درمیان کرنا ہی! اور یہ وہ شخص پوری ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کے ساتھ کہہ رہا ہی، جو یہی نہین، کہ لکھنؤ مین ہم لوگون کے، اور ہماری عورتون کے طرزِ معاشرت سے خوب اچھی طرح واقف ہو چکا ہی، بلکہ جو کل صراحت کے ساتھ خیمون کا وعدہ بھی کر چکا تھا! —— لوگ حیرت سے کہتے ہین، کہ مکہ والون پر بار بار تباہی و بربادی کیون نازل ہوتی ہی، کاش وہ دیکھتے، کہ خود مکہ والون کا اللہ کے مہمانون کے ساتھ، غریب الوطن پردیسیون کے ساتھ، برتاؤ کیا رہتا ہے! مکہ کا مالک، ساری دنیا جہان کا مالک ہی، اسکے ہان مہلت ملتی ہی، لیکن غفلت کسی کے حال سے بھی نہین رہتی!

تو مشو مغرور بر حلمِ خدا | دیر گیرد، سخت گیرد مر ترا!

ہندوستان مین بیٹھے بیٹھے جب سفرِ حج کی سختیون کا خیال آتا تھا، تو اس خیالی فہرستِ مصائب و شدائد مین ایک عنوان، اونٹ کی سواری کا بھی ضرور ہوتا تھا، تجربہ کے بعد معلوم ہوا، کہ اور بہت سے موہوم خطرات کی طرح یہ تخیل بھی بہت مبالغہ آمیز تھا، بہت سی منزلون کا طویل و مسلسل سفر ممکن ہی، تکلیف دہ ہوتا ہو، تو تجربہ ہوا نہین، لیکن آٹھ دس میل کے مختصر سفر مین تو کوئی قابلِ ذکر تکلیف نہین ہوتی۔ اور جس حد تک ہوتی ہی، وہ بھی ناگزیر اور لازمی نہین، بلکہ اس کا انتظام آسانی سے ہو سکتا ہی، سب سے بڑی بات یہ ہے، کہ شغدف کی بندش اچھی ہونی چاہیے، اور توازن قایم رہے۔ توازن اور بندش جتنی اچھی ہوگی اسی نسبت سے تکلیف

کم لگین گے تکلیف کم ہوگی، اور راحت زیادہ ملے گی، اچھی بندش کے بعد شغدف مین لیٹ کر بہ آرام تمام سونا ممکن ہی، نیند بغیر دقت آجاتی ہی، دوسری ضروری چیز یہ ہی کہ اونٹ کے ساتھ چلنے والے جو بدو ہوتے ہین، اور جنھین جمّال کہتے ہین، (یہ سن رکھیے کہ یہ لوگ اونٹ کے اوپر سوار نہین ہوتے بلکہ پیدل اونٹ کے ساتھ ساتھ چلتے ہین) انھین خوش رکھا جائے۔ ان کو خوش رکھنا آسان ہی، بہت تھوڑے سے انعام اور خوش خلقی سے خوش ہوجاتے ہین، موٹر کے شوفرون کی طرح ان کے لئے یہ ہرگز ضروری نہین، کہ ان کے ہاتھ مین کم از کم دس پانچ روپیے رکھے جائین، جب جاکر ان کا منہ سیدھا ہو، آنہ دوآنہ مین (یہان ایک آنہ کو قرش کہتے ہین) یا چند بسکٹون، یا شربت یا پانی کے دو ایک گلاس سے، چاے کی ایک دو پیالیون سے انھین بآسانی خوش کیا جاسکتا ہی، البتہ یہ ضروری ہی، کہ جو کچھ از خود اور خوش دلی کے ساتھ دیدیا جائے، لڑ جھگڑ کر تیورون پر بل ڈال کر بڑی سے بڑی رقم بھی بیکار رہیگی، تھوڑی سی دلدہی اور خاطر داری کے بعد آپ کا جمّال آپ کا بندۂ بے دام ہوجائیگا دوڑ کر آپ کے لئے پانی و شربت لائیگا آپ کا اسباب خوشی خوشی اتار دیگا، سوار ہونے مین آپ کو مدد دیگا، شغدف ڈھیلا ہونے لگے گا، تو خود ہی لپک کر اسکو درست کر دیگا، غرض ہر حیثیت سے آپکا بہترین رفیقِ سفر و خادم ثابت ہوگا،

Marfat.com

باب ۲۸

منیٰ قبل حج

لبیک اللھم لبیک، لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد و النعمۃ لک والملک

لا شریک لک، لبیک اللھم لبیک، لبیک وسعدیک والخیر بیدیک، ۸ ذی الحجہ

جمعہ، سہ پہر، ہم لوگون کو چلنے مین اس قدر تاخیر ہوئی کہ وقت مستحب نکل چکا، ہزار

قافلے آگے جا چکے، پھر بھی بہت سے باقی بھی رہ گئے ہین، اور ساتھ ہی ساتھ

چل رہے ہین، ہزارون انسان پیدل چل رہے ہین، ہزار ہا اونٹون پر سوار

ہین، اور ہزار ہا خچرون اور گدھون پر، ہر شخص احرام پوش، لبیک لبیک کی

صدا ہر طرف سے چلی آرہی ہے، ہم لوگون کی زبان پر بھی اس وقت یہی کلمے ہونے

تھے، لیکن لاحول ولا قوۃ، اتنے نصیب کہان تھے، معلم صاحب کی عنایتون کا

چرکا ابھی دلون پر تازہ تھا، زبانین بجائے لبیک لبیک کے اپنے اوپر اور اپنے

معلم پر لاحول پڑھنے مین مصروف! قافلہ کے آٹھون اونٹ سولہ سواریون کو لئے

ہوئے ایک دوسرے کے آگے پیچھے، دو یا تین بدو ہمراہ، ہر اونٹ کے ساتھ

ایک ایک شتربان نہین ہوتا، تین تین چار چار اونٹون کے لئے بس ایک ہی

بدو کافی سمجھا جاتا ہے، ایک اونٹ پر ہم دونون میان بیوی، ایک پر مولانا

Marfat.com

مناظر احسن صاحب اور حکیم عبدالخالق صاحب، اسی طرح دو دو سواریاں باقی سب پر، اونٹ پر سوار ہونے کا یہ پہلا تجربہ تھا، جو وحشت و دہشت پہلے تھی، سوار ہونے کے بعد غائب، شغدف اگر اچھے بندھے ہوں، تو اونٹ کی سواری خاصی آرام دہ ہی، پالکی یا میانہ کی سواری کا سا لطف آتا ہی،

منیٰ کا فاصلہ حرم شریف سے چار میل کا ہی، ہمارے ہاں سے چند فرلانگ زائد ہوگا، خوب چوڑا اور کشادہ راستہ ہی، کئی کئی اونٹ ایک ساتھ بآسانی چل سکتے ہیں، ایک میل تک تو خاص مکہ ہی کی آبادی پڑتی رہی، اس کے بعد میدان شروع ہوا، اور اس کے کوئی دو میل کے بعد منیٰ کے حدود شروع ہو گئے، مکہ کے گورنر اور ولیعہد سلطنت شہزادہ فیصل ابن سعود کا محل، حرم شریف سے بالکل متصل ہی تھا، خود سلطان کا قصر معلّٰی منیٰ کے راستہ میں پڑا، اندر کا حال تو معلوم نہیں، البتہ باہر سے ہندوستان کے رئیسوں کی طرح خاصی شاندار، پر تکلف و عالیشان عمارت، جسے دور خلافتِ راشدہ کی سادگی سے کوئی دور کی بھی نسبت نہیں، آخر دوپہر کا وقت تھا، پیاس خوب زور کی، اور بار بار لگ رہی تھی، پانی کی صراحیاں ساتھ میں بھی تھیں، ان کے علاوہ دو پیسہ میں صراحیاں بیچنے والے لڑکے اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی بکثرت قدم قدم پر اونٹوں کو گھیرے ہوئے اپنی معصومانہ اداؤں کے ساتھ خوش خوش اپنے سودے کو بیچنے میں لگے ہوئے اس عام شاہ راہ کے علاوہ، بعد کو سننے میں آیا کہ پیدل چلنے والوں کے لئے کوئی اور مختصر راستہ بھی ہی، جس سے فاصلہ بہت کم رہجاتا ہی، اگر عورتوں کا

جھمیلا ساتھ مین نہ ہو، اور وقت بھی ذرا ٹھنڈا یعنی صبح یا شام کا ہو، تو پید ل کا سفر یقینًا زیادہ آرام دہ اور پر لطف رہیگا، جب تھک جائے جہان چاہے دم لے سکتا ہو، چاے، قہوہ، شربت کی دوکانین بہ افراط، روانہ ہونے کے دو پونے دو گھنٹہ کے بعد منیٰ کی آبادی شروع ہو گئی، اور ہمارے جمالون نے شروع آبادی ہی مین ہماری منزل کرادی،

منیٰ کے متعلق تخیل یہ تھا، کہ ویران وغیر آباد، سنسان میدان ہوگا، اکثر تخیلات کی طرح یہ تخیل بھی غلط ثابت ہوا، حضورؐ کے زمانہ مین بے شبہہ یہ چٹیل میدان ہی تھا، اور بعض روایات مین آتا ہو، کہ صحابۂ کرامؓ نے جب حضورؐ سے اس کی اجازت چاہی تھی، کہ یہان ایک مکان بنا دیا جائے، تو حضورؐ نے اس درخواست کو منظور نہین فرمایا تھا، لیکن اب صورتِ حال بالکل بدل گئی ہو، اب منیٰ میدان کا نہین، پختہ اور بلند مکانات کی ایک مسلسل آبادی کا نام ہو، مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب واقع ہو، کسی قدر مائل بہ جنوب، طول تقریبًا ڈیڑھ دو میل ہوگا، عرض بھی ایک میل سے کیا کم ہوگا، مکانات، ظاہر ہے کہ سال بھر خالی پڑے رہتے ہین، ساری چہل پہل اسی ایک ہفتہ کے اندر ہو جاتی ہو، مالکانِ مکانات کی آمدنی کا یہی زمانہ ہوتا ہو، کرایے منہ مانگے وصول کرتے ہین، اگر انسان کو استطاعت ہو، تو یہان کے قیام کے لئے مکان ضرور لے لے، خواہ کتنا ہی مختصر ہو، رات تو میدان مین گذر جائے گی لیکن دن کی لو اور دھوپ مین، بغیر کسی مکان کے سایہ کے اچھی خاصی تکلیف اٹھانی پڑے گی، جو لوگ مکانات نہین

ے سکتے وہ خیمون مین رہتے ہین، جو خیمہ کا کرایہ بھی نہین دے سکتے، وہ بیچارے کھلے میدانون مین محض اللہ کے بھروسہ پر گذر کرتے ہین۔ ہندوستانی حاجی، اپنے ملک پر قیاس کرکے درختون اور درختون کے سایہ کی کوئی توقع ہرگز نہ قایم کرین، پانی، انواع واقسام کے شربت، دودھ، دہی، قہوہ، چاے کی دوکانین بکثرت ہر قدم پر، اور [illegible] وہ بھی موجود، کھانے کی دوکانین کمتر، لیکن موجود، میوے بھی، لیموں، نارنگی، ککڑی، کیلا، انار وغیرہ، شاداب و تر و تازہ، پھلون اور میوون کی گویا [illegible] کی [illegible] وسط عرب کی کے شدید ریگستانی دھوپ مین نعمت غیر مترقبہ [illegible] ضرورت کی ہر شے مہیا، اور بہ افراط، پانی والے گھرون اور خیمون مین مشکون اور ٹین کے کنسترون مین پانی بھر پہنچا دینے کو حاضر

ظہر کا وقت آخر ہو رہا تھا، جب کہ مکہ معظمہ سے چلے تھے، عصر کا اول وقت گذر چکا جب منیٰ پہونچے۔ کل صبح عرفات کے لئے روانہ ہونا ہے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ ۸ ذی الحجہ کی ظہر سے لیکر ۹ کی فجر تک پوری پانچ نمازین یہان ادا کرے، اور اسی لئے ۸ کو ہم لوگ مکہ سے صبح سویرے چلنے کی اس قدر عجلت کر رہے تھے لیکن معلم صاحب کا خدا بھلا کرے، محض انکی عنایت سے ہم لوگ ایسے وقت یہان پہونچے کہ جمعہ و ظہر کا وقت الگ رہا، عصر کا بھی اول وقت کچھ دیر ہوئی رخصت ہوچکا تھا، خیمون کی طرف سے تو معلم صاحب چلتے وقت مایوس کر ہی چکے تھے، سڑک کے کنارے میدان مین ہمارے شغدف اتار کر رکھدیئے گئے، اور ہم کو حکم ملا کہ اس سہ پہر سے لیکر کل صبح تک کا وقت انھین شغدفون کے اندر یا ان کے باہر

آسمان کی چھت کے نیچے، اور زمین کے فرش کے اوپر بسر کرنا ہی! تعمیلِ ارشاد کے سوا چارہ کیا تھا؟ اور صبر و خاموشی سے کام نہ لیتے، تو آخر کرتے کیا؟ یہ بھی غنیمت ہوا کہ یہاں سابقہ خود معلّم سے نہین اُن کے لڑکون اور کارندون سے پڑا جو فی الجملہ مہذّب اور زبان کے میٹھے تھے، خود معلّم صاحب کی شریعت مین منیٰ کا قیام غالبًا فضول سا تھا، وہ خود آج مکہ ہی مین رہے، وہ موجود ہوتے تو شاید ہم لوگون کو زبان کے گناہون مین کچھ اور مبتلا ہونا پڑتا، بہرحال جس طرح بن پڑا، ہم مردون نے کہین آڑ تلاش کرکے ضروریات سے فراغت کی، زنانہ قافلہ کے لئے ایک مہربان کا مکان مل گیا۔ مسجد خیف جس کی فضیلت حدیثون مین وارد ہوئی ہی، منیٰ ہی مین واقع ہی، حضور نے حجۃ الوداع مین یہین نماز پڑھائی تھی، بڑی وسیع مسجد ہی، لیکن حاجیون نے سرا یا مسافرخانہ بناکر ہر طرح گندہ کر رکھا ہی، اور موجودہ حکومت نے شاید مسجد کی صفائی اور احترام قایم رکھنے کو بھی "بدعت" سمجھ رکھا ہی! ہماری منزل گاہ سے اس کا اچھا خاصا فاصلہ تھا، اور پھر سڑک پر انبوہِ عظیم، سب سے بڑھ کر اپنی پست ہمتی، پست ہمتون کو کوئی نہ کوئی بہانہ ملنا چاہیے، بہرحال کسی نماز کے لئے بھی وہان تک رسائی نہ ہوسکی، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازین وہین میدان مین جماعت کیساتھ ادا ہوئین اور رات کو وہین سوئے، ہزارہا عرفات کے جانے والے رات بھر اسی راستے گذرتے رہے، اور منیٰ مین قیام نہ کیا، ان اللہ کے بندون کے نزدیک، رسول کی سنت محبوب پر عمل گویا کوئی معنی ہی نہین رکھتا!

اس غلطی مین دس بیس، سو پچاس نہین، ہزارہا حاجی مبتلا پائے گئے، حا

منیٰ مین قیام، اور آٹھوین اور نوین کی درمیانی شب مین شب باشی، تمام ائمہ کے نزدیک مستحب ہی، قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہین، کہ سعی کے بعد جس عمل کی طرف حاجی کو متوجہ ہونا چاہیے، وہ یہی ہی، کہ ۸ رکو منیٰ مین آئے، اور شب مین یہان رہے، اور اس پر چارون مذہبون کا اتفاق ہی، کہ امام جماعت کے ساتھ منیٰ مین ۸ رکو ظہر، عصر، مغرب و عشا کی نمازین پڑھے، اور ۹ رکو امام لوگون کے ساتھ عرفات گئے، اور یہان وقوف کرے، البتہ جس کے پاس اتنا وقت نہ ہو، وہ سیدھا عرفات ہی کو جا سکتا ہی، (بدایۃ المجتہد جلد اول صفحہ ۲۷۹) اور حنفیہ کی کتابون مین تو اس کی تصریح موجود ہے، کہ اگرچہ حج بغیر منیٰ مین ۸ رکو قیام کئے ہوئے بھی ادا ہو جاتا ہی، لیکن منیٰ مین نہ ٹھہرنے والا ترک سنت کا گنہگار ہوگا، ہدایہ مین ہی، ا-

ولو بات بمکۃ لیلۃ عرفۃ وصلّی بہا الفجر ثم غدا الی عرفات ومر بمنیٰ اجزأہ لانہ لا یتعلق بمنیٰ فی ھذا الیوم اقامۃ نسک ولکنہ اساء بترکہ الاقتداء برسول اللہ صلعم

اگر نوین شب مکہ ہی مین گزار دی، اور یہین سے صبح کو عرفات روانہ ہوا، تو حج صحیح ہو جائیگا، اس لئے کہ آج منیٰ کا قیام مناسک حج مین داخل نہین لیکن رسول اللہ صلعم کی سنت ترک کرنے کا گناہ گار ہوگا۔

اور طحطاوی شرح درمختار مین ہی،

من السنۃ خروج الی منیٰ ومکث بہا الی فجر عرفۃ فبات بہا استنانا فلو لم یخرج من مکۃ الا یوم عرفۃ جاز ولکنہ اساء لترک السنۃ

۸ رکو منیٰ کی طرف روانہ ہو، تو وہان ۹ رکی صبح تک قیام کرے، اور اتباع سنت مین شب وہین بسر کرے اور اگر ایسا نہ کرے بلکہ ۹ ہی کو مکہ سے روانہ ہو تو حج ہو جائیگا، لیکن ترک سنت کا گناہ ہوگا۔

Marfat.com

شرح لباب المناسک (ملا علی قاری) میں ہے:۔

وان بات بمکۃ تلک اللیلۃ جاز واساء لترک السنۃ	اگر یہ شب مکہ ہی میں گذاری، تو یہ جائز ہے لیکن مخالفت سنت کا گناہ ہوا،

اور فتاوی قاضیخان میں ہے:۔

ولو بات بمکۃ وخرج منھا یوم عرفۃ الی عرفات کان مخالفا للسنۃ،	اگر وہ رات کی شب بجائے منٰی کے مکہ ہی میں گذاری اور وہ رکو وہاں سے عرفات کے لئے روانہ ہوا، تو یہ سنت کے مخالف ہے،

معلوم ہوتا ہے، یہ دستور کچھ عرصہ سے چلا آرہا ہے، صاحب رد المختار (شامی) اپنے زمانہ میں لکھنا پڑا:۔

واما ما یفعلہ الناس فی ھذہ الازمان من دخولھم بارض عرفات فی الیوم الثامن فخطأ مخالف للسنۃ ویفوتھم بسببہ سنن کثیرۃ منھا الصلوٰت بمنی	اور اس زمانہ میں لوگوں نے جو یہ طریقہ نکالا ہے کہ عرفات میں مرہی کو آجاتے ہیں (اور منٰی کو چھ جاتے ہیں) سو یہ طریقہ مخالف ہے سنت کے، اور اس کرنے سے بہت سی سنتیں فوت ہو جاتی ہیں مثلاً منٰی کی نمازیں وہاں کی شب باشی وغیرہ،

بڑی حسرت و قلق کا مقام ہے کہ انسان اتنی محنت اور اتنا صرف گوارا کرکے حج کو جائے، اور ایک تھوڑی سی تن آسانی کے خیال سے اتنی بڑی فضیلت چھوڑ دے،

منٰی کے لئے کوئی خاص عبادت یا کچھ مخصوص دعائیں، واجب نہیں،

متعدد دعائین ماثور اور اُن کی فضیلتین منقول ہین، مکہ سے منی کے لئے روانہ ہوتے وقت مستحب یہ ہی کہ لبیک پکارنے کے ساتھ لا الہ الا اللہ بھی پڑھتا رہے، اور جو دعائین چاہے مانگے، اور راستہ مین استغفار اور درود شریف کی جتنی کثرت رکھ سکے، بہتر ہے، جس وقت منیٰ نظر آنے لگے، اس وقت یہ دعا پڑھے:۔

اللھم ھذا منی فامنن علی بما منننت بہ علی اولیاءک	اے اللہ یہ منی ہی، تو مجھ پر وہ احسان کر، جو تو نے اپنے دوستون پر کئے ہین،

نوین شب برکت والی شب ہی منیٰ کا مقام برکت والا مقام ہی، چاہئے کہ شب مین جسقدر بھی ہوسکے دعائین پڑھتا رہے، استغفار کرتا رہے، اور لبیک کہتا رہے بعض روایات مین آتا ہی کہ حضور انور نے فرمایا ہے، کہ اسی شب کو منی مین جو شخص ایکہزار بار یہ دعا پڑھے، وہ اپنی جو مراد اللہ سے مانگیگا، اسے ملیگی:۔

سبحان الذی فی السماء عرشہ	پاک ہی وہ ذات جسکا عرش آسمان مین ہی،
سبحان الذی فی الارض موطئہ	پاک ہی وہ ذات زمین جسکے قدمون کے نیچے ہی،
سبحان الذی فی البحر سبیلہ	پاک ہی وہ ذات جسکا راستہ سمندر مین ہی،
سبحان الذی فی النار سلطانہ	پاک ہی وہ ذات جسکی حکومت آگ پر ہی،
سبحان الذی فی الجنۃ رحمتہ	پاک ہی وہ ذات جسکی رحمت جنت مین ہی،
سبحان الذی فی القبر قضائہ	پاک ہی وہ ذات جسکا حکم قبر مین جاری ہی،
سبحان الذی فی الھواء روحہ	پاک ہی وہ ذات جسکی بنائی ہوئی روح ہوا مین ہی،
سبحان الذی رفع السماء	پاک ہی وہ ذات جس نے آسمان کو بلند کیا،
سبحان الذی وضع الارض	پاک ہی وہ ذات جس نے زمین کا فرش بنایا،

Marfat.com

سبحان الذی لا ملجاء ولا منجاء الا الیہ،	پاک ہر وہ ذات کہ جس کے سوا نہ کوئی پناہ ہی نہ نجات،

منیٰ مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر تین شیطانون کی علامتون کے طور پر تین قدِ آدم سفید ستون سے پتھر کے کھڑے ہوئے ہین، ہمارے معلّم صاحب نے اپنے غایت کرم سے ہمارے قافلہ کو عین اس جگہ اتارا، جہان درمیانی شیطان نصب تھا! گویا اللہ کے گھر کے مہمان پوری ایک شب، شیطان کے ٹھیک پڑوس مین مقیم رہے! ایسے "مقدس" پڑوس مین اللہ سے مناجات کا موقع تو کیا ملتا، یہی غنیمت ہی کہ شیطان مردود پر لاحول بھیجنے مین اگر کچھ وقت صرف ہوتا رہا ہو!

معلّم اور جمّال جس طرح اپنی شرارت سے منیٰ مین حاجیون کو لاتے بہت دیر مین ہین، اُسی طرح یہ کوشش بھی برابر جاری رہتی ہی، کہ جس قدر جلد ممکن ہو، یہان سے لے بھی جائین، چنانچہ ہمارے قافلہ سے بھی یہی اصرار شروع ہوا، کہ پچھلی شب مین عرفات کے لئے کوچ کر دینا ہوگا۔ گویا منیٰ مین پانچ نمازون کے ادا کرنے کی سنت ہی، جس طرح ۸۔ کو نمازِ ظہر کے ترک کی محرومی ہو چکی تھی، اسی طرح ۹۔ کو نمازِ فجر سے بھی محرومی ہو جائے لیکن ہم لوگون نے اتنے سویرے روانہ ہونے سے قطعی انکار کیا، عبدالقادر سکندر رحمہ دہوتے تو یقیناً بات بڑھتی لیکن ان کے لڑکون اور کارندون مین فی الجملہ انسانیت تھی، کچھ دیر بعد جب آفتاب اچھی طرح بلند ہو لیا یعنی ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے کوئی سات ساڑھے سات کا وقت ہوگا، اس وقت ہمارا قافلہ روانہ ہوا میدان

عرفات مکہ معظمہ سے ٹھیک جانب مشرق کوئی ۱۵، ۱۶ میل کے فاصلہ پر ہے منیٰ سے اس کا فاصلہ کوئی ۱۰، ۱۱ میل ہوگا، اور یہاں سے شمال و مشرق مین ہی، سنا تھا، کہ عرفات مین پانی کی بہت قلت رہتی ہی، پانی کم ملتا ہی، خراب اور گندلا ملتا ہی، اور بہت گران قیمت پر ملتا ہی، یہان تک کہ بعض غریب غربا کو پیاس کی شدت سے ہلاکت کی نوبت آجاتی ہی، یہ ڈراونی روایتین سنکر صراحیان پانی سے بھر بھر لی گئین، اور ناشتہ کے لئے بسکٹون کے ڈبے مکہ ہی سے ساتھ لے لئے گئے تھے، آج کا دن خاص فضیلتون اور برکتون، رحمتون اور نوازشون کا دن ہی، راستہ مین جس قدر بھی ہو سکے تلبیہ و تکبیر، درود و استغفار، جاری رہنا چاہیے، سعادت کی یہ گھڑیان اگر عمر مین ایکبار بھی نصیب ہوجائین تو خوش نصیبی ہی، —— لیجئے، عرفات کے حدود شروع ہوگئے ایک لق و دق میدان ہی بصرون کا اندازہ ہے کہ دس میل مربع سے کیا کم ہوگا جہان تک نظر کام دیتی ہی، میدان ہی میدان اور ارد گرد پہاڑیان، اونٹون کی تعداد حساب و شمار سے خارج، اور خیمون کا گویا ایک جنگل لگا ہوا، ہر طرف خیمے ہی خیمے، جن کو خیمہ کی استطاعت نہین، اُنھون نے معمولی چادرین تان رکھی ہین، بعض جنکو یہ بھی نہین نصیب، بیچارے دھوپ مین پناہ لینے کے لئے شغدفون کے نیچے گھسے ہوئے، دوپہر سے کچھ قبل، کوئی گیارہ، پونے گیارہ کا وقت ہوگا، کہ ہم لوگ پہونچ گئے،

Marfat.com

باب ۲۹

عرفات نمبر (۱)

حج کسی منفرد عمل کا نام نہین، ایک طویل ومسلسل مجموعۂ اعمال کا نام ہی، جنمین کچھ فرائض ہین اور کچھ واجبات، کچھ سنن ہین اور کچھ مستحبات، اس مجموعہ کا سب سے اہم یہی ۹ ذی الحجہ کو عرفات کی حاضری ہی، جسے اصطلاح مین وقوف عرفات کہ (وقوف، کے لفظی معنی ٹھہرنے کے ہین،) کسی شخص نے اگر اور سارے اعمال ومنا ادا کر لیے، اور آج کی تاریخ مین عرفات کی حاضری خدانخواستہ کسی سبب سے رہ گئی، تو سرے سے حج ہی رہ گیا، دوسرے سال حج کرکے اس قضا کو ادا کرنا ہوگا، آج کی تاریخ، دنیا کی تاریخ مین وہ اہم تاریخ، اور عرفات کا میدا روے زمین کے مقامات مین وہ اہم مقام ہی کہ دین خداوندی کے جامع مکمل ہونے اور اسلام کے آخری اور کامل پیام ہدایت ہونے کے باضابط اعلان کے لیے، اسی سرزمین اور اسی تاریخ کا انتخاب فرمایا گیا، اور آج یہین ہمیشہ کے لیے اور ہر قوم کے لیے اس فرمان کی منادی کی گئی کہ الیو اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ایک صح طارق بن شہابؓ روایت کرتے ہین، کہ ایک یہودی نے سیدنا عمر فاروقؓ سے

Marfat.com

کہ اگر ہمارے اوپر کہین یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم نے تو اس کے یوم نزول کو روز عید قرار دے لیا ہوتا، آپ نے فرمایا، کہ مجھے یاد ہو کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تھی، وہ رات جمعہ کی رات تھی، (اور وہ دن عرفہ کا دن تھا) اور ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ عرفات مین حاضر تھے! (سنن نسائی) یہ کہکر آپ نے گویا یہ ارشاد فرمادیا، کہ وہ دن ہماری سب سے بڑی عید کا تو تھا ہی، کسی اور جشن کے مقرر کرنے کی کیا حاجت؟

آج کی رحمتین بے حساب ہین، اور آج وہ دن ہی، کہ شیطان آج سے زیادہ حقیر و ذلیل، مایوس، و پریشان اور کبھی نہین ہوتا،

عن طلحة ان رسول الله صلعم قال ما رأى الشيطان يوما هو فيه اصغر ولا ادحر ولا احقر ولا اغيظ منه في يوم عرفة، ما ذلك الا لما رأى تنزل الرحمة وتجاوز الله عن الذنوب العظام الا ما رئي يوم بدر

(موطا امام مالکؒ)

حضرت طلحہؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ پست اور بے اعتبار اور حقیر اور پریشان کسی دن نہین دیکھا گیا، اور یہ سب اس لئے کہ آج وہ اللہ کی رحمت کے نزول اور بڑے بڑے گناہون سے اس کے عفو و مغفرت کو دیکھتا ہی البتہ سوا ایک روز بدر کے (کہ اس روز بھی وہ ایسا ہی پریشان و مایوس ہوا تھا)

آج کی رحمتون کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب، نہ کوئی اندازہ ہے نہ پیمانہ، بڑے سے بڑے مجرم آج رہا کئے جاتے ہین، سب کو عفو عام کی بشارت ہوتی ہے، وہ

جو ہمہ رحمت و مرحمت اور ہمہ شفقت و مغفرت ہے، اس کی تجلیات، امت کے بڑے سے بڑے تباہ کار کو بھی اپنے آغوش مین لے لیتی ہین، اور اسی کو وہ مولیٰ اپنے بندون کے قریب اپنے آجانے سے تعبیر کرتا ہے، اور بندون نے تو اپنے مالک پر خدا معلوم کتنی بار فخر کیا ہی ہوگا، آج وہ دن ہے کہ خود مالک اپنے بندون پر فخر کرتا ہے

عن عائشة ان رسول الله صلعم قال ما من یوم اکثر من ان یعتق الله عزوجل فیه عبداً من النار من یوم عرفة وانه لیدنو ثم یباهی بهم الملائکة فیقول ما اراد هؤلاء

(صحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہین جسمین خدا بندون کو آگ سے اتنا آزاد کرتا ہو جتنا عرفہ کے دن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ قریب ہوجاتا ہے، اور بندون کا حال فرشتون پر ظاہر کرکے فخر کرتا ہے، اور (فرشتون کو سنانے کرنے کے لئے) پوچھتا ہے کہ یہ بندے کس ارادہ سے جمع ہوئے ہین؟

آج اور یہان رحمت الٰہی سے مایوسی کفر ہے، اور آج اس سے بڑھکر نا... اور گنہگار کوئی نہین، جو یہان کی حاضری کے بعد بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال کی سیاہیان رحمت و مغفرت کی بارش سے دھل کر نہین رہین، سچے کا ارشاد ہے

اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفة فظن ان الله لم یغفر له۔

سب سے بڑھکر گنہگار وہ ہے جو عرفات مین وقوف کرے اور پھر بھی یہ سمجھے کہ اللہ نے اس کی مغفرت نہین فرمائی!

Marfat.com

آج کا دن دعا ومناجات، توبہ واستغفار، الحاح وزاری، جھکنے اور گڑگڑانے کے لئے مخصوص ہے، جتنا اور جہاں تک ممکن ہو، وقت اسی مین لگایا جائے، جو کچھ مانگنا ہو، اپنے رب سے مانگ لے، مانگے اور مانگتا جائے، بے حساب مانگے، اور بے تکان مانگے، جب وہ ہمہ جود وکرم اور ہمہ بخشش وعطا، بے حساب دینے اور دلانے، بخشنے اور لٹانے پر آجائے، تو خاک کا پتلا جو ہمہ فقر وہمہ طلب، ہمہ احتیاج وہمہ درماندگی ہے، مانگنے اور طلب کرنے مین کوئی کسر کیون اٹھا رکھے، اور دین ودنیا کی نعمتون کا کوئی ارمان اور کوئی حوصلہ اپنے دل مین کیون رہنے دے! افضل الدعاء دعاء یوم عرفة، (عرفات کی دعا سب دعاؤن سے بڑھکر ہے) یہ اس کا ارشاد ہے جو سب سے زیادہ دعائین کرنے والا تھا، اور جسکی دعائین سب سے زیادہ قبول ہونے والی تھین آج کے لئے کسی خاص دعا کا حکم نہین، جو چاہے مانگتا رہے، البتہ ان کلمات کی بڑی فضیلت آئی ہے: لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير جہان تک ہو ان کلمات کو حضورِ قلب کے ساتھ بار بار پڑھتا رہے، اور تلبیہ بھی ابھی موقوف نہین ہوا ہے لبیک لبیک بھی برابر پکارتا رہے، بعض کتابون مین یہ بھی منقول ہے کہ جب عرفات کو آنے لگے، تو راستہ مین یہ دعا پڑھتا ہوا آئے:۔

اللّٰهم اليك توجهت وعليك توكلت	اے اللہ مین نے اپنا منہ تیری طرف پھیرا اور
ووجهك اردت فاجعل ذنبي مغفوراً	تیرے اوپر بھروسہ کیا، اور تیری توجہ کی طلب کی
وحجي مبروراً وارحمني ولا تخيبني و	پس میرے گناہون کو معاف کر اور میرے حج کو
بارك لي في سفري واقض بعرفات	قبول کر اور مجھ پر رحم فرما، اور مجھے محروم نہ کر

حاجتی انت علی کل شیٔ قدیر	میرے سفر کو مبارک بنا، اور عرفات میں میری حاجت پوری کر، تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

اور عرفات مین داخلہ کے وقت اس ذکر کا مستحب ہونا تو اوپر گذر ہی چکا ہی، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خود سرور کائنات صلعم کی زبان مبارک سے عرفات مین کسی دعا کے الفاظ، حدیث کی چھو مشہور و مستند کتابون مین تو درج نہین البتہ ایک طویل دعا بعض اور حدیث کی کتابون مین منقول ہی، جو اردو خوان ناظرین کو مع ترجمہ کے، مولوی منور الدین صاحب دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی، جلد ۲) مین ملجائیگی، کتب مناسک مین متعدد دعائین لکھی ہوئی ہین۔

وقوف عرفات کا وقت، مذہب حنفیہ مین ورکو زوال آفتاب سے شروع ہے، اور حنفیہ ہی کی بعض کتابون مین ہی، کہ امام مالکؒ کے نزدیک وقت وقوف بعد زوال آفتاب شروع ہو جاتا ہی، لیکن خود قاضی القضاۃ ابن رشد مالکیؒ لکھتے ہین کہ:-

واجمعوا علی ان من وقف بعرفۃ قبل الزوال وافاض منہا قبل الزوال انہ لا یعتد بوقوفہ ذلک۔ (بدایۃ المجتہد جلد اول، ص۲۹۱)	اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہی، کہ اگر کوئی عرفات مین قبل زوال وقوف کرے، اور قبل زوال ہی وہان سے روانہ ہو جائے، تو اس کا وقوف مین شمار نہوگا۔

بہر حال حاجی کو چاہئے، کہ دوپہر تک یا اس کے قبل یہان پہونچ جائے، اور بہتر ہے کہ اس وقت غسل کرلے، ورنہ وضو بھی کافی ہی، اس کے بعد مسجد نمرہ مین، جس کا دوسرا نام مسجد ابراہیم بھی ہی، اور جو منی سے آتے ہوئے عرفات کے شروع

مین پڑتی ہی، حاضر ہو جائے، امام کو چاہئے کہ جون ہی زوالِ آفتاب ہو، منبر پر آ بیٹھے
اور موذن اس کے سامنے اذان دے، جیسا کہ نمازِ جمعہ مین ہوتا ہی، اب امام دو
خطبے دیگا، جسمین مناسکِ حج کی تعلیم و تفصیل ہو گی، اس کے بعد اقامت اور ظہر کی چار
فرض رکعتین، امام کے سلام پھیرنے پر، مًا بعد بغیر نوافل وغیرہ کا وقت دیئے دوسری
اقامت ہو گی، اور اسی وقت اپنے عام و معمولی وقت سے بہت قبل نمازِ عصر کی چار رکعتین
جماعت کے ساتھ پڑھی جائین گی، اور بس اس کے بعد سے شام تک دعا و مناجات تسبیح
و استغفار کے لئے، اطمینان و یکسوئی کے ساتھ سارا وقت ہی وقت پڑا ہوا ہی، عرفات
مین روزہ رکھنا بہتر نہین، کہ خلافِ سنت ہی البتہ غذا اگر ہلکی اور مختصر رکھی جائے
تو بہت مناسب ہی، تاکہ گرانی اور ضعف دونون سے امن رہے، اور اپنے مشاغل
کے لئے پوری فرصت نصیب رہے، ان دو نمازون کا ایک وقت مین جمع کر کے پڑھنا
حنفیہ کے نزدیک عرفات ہی جائز اور مستحب ہی، اس پر دوسرے حالات و اوقات کو
قیاس نہین کر سکتے، مسجد تک پہونچنا، خصوصاً اگر قیام گاہ دور ہے، اور گرمی کا موسم
ہے، ہر ہمت کا کام، ہر شخص کے لئے پہونچنا اور جماعت مین شریک ہونا ممکن نہین،
ہزار ہا آدمی اپنے خیمون ہی مین نماز پڑھ لیتے ہین، اور یہ بالکل جائز ہی، منفرد
اگر جماعت مین نہ شریک ہو سکا، اور خیمہ ہی مین نماز پڑھ رہا ہی، تو امام ابو حنیفہؒ کے
قول کے مطابق اُسے ظہر اور عصر کی نمازین الگ الگ اپنے معمولی وقتون پر پڑھنی
چاہئے، مگر صاحبین (امام محمدؒ و ابو یوسفؒ) کا فتوی اس کے برعکس ہے، ہر ایک صورت
مین بھی دونون نمازون کو جمعِ تقدیم کے ساتھ پڑھ لینا چاہئے، فقہ کی کتابون مین
دونون مذہبون کے جو دلائل منقول ہین اُن سے تو امام ابو حنیفہؒ ہی کا قول زیادہ

مضبوط و مدلل معلوم ہوتا ہی، واللہ اعلم وعلمہ اتم،

حج کا فرض اتر جانے کے لئے عرفات کی محض حاضری کافی ہی، خواہ انسان کچھ بھی نہ کرے، یہان تک کہ اگر سو رہا ہو، یا بے ہوشی کی حالت مین، اور کوئی اسے چند لمحون کے لئے میدان عرفات سے آج کے دن گزار دے، توبھی اس کا حج ہوجائیگا، لیکن ظاہر ہی کہ اپنے قصد و ارادہ سے آج کی قیمتی گھڑیون کو ضایع کرنا کون شخص گوارا کریگا، سرور کائنات (صلعم) نے اس میدان مین اور آج کے دن جو دعا کی ہی اسکا نقشہ حضرت ابن عباسؓ ان الفاظ مین کھینچتے ہین:-

رایته علیه السلام یدعو بعرفة یداه الی صدره کالمستطعم المسکین،	مین نے حضورؐ کو عرفات مین اسطرح دعا مانگتے ہوے دیکھا، جیسے کوئی بھوکا مسکین اپنا ہاتھ کسی سخی داتا کے آگے پھیلائے ہوا!

جب رسول معصومؐ کا یہ حال تھا، تو امت کے سیہ کارون اور تباہ حالون کو اسدن اور اس جگہ اپنا کیا حال رکھنا چاہیے؟ الحاح و تضرع، خشوع و خضوع کا کوئی دقیقہ آج اٹھا رکھنا چاہیے، اپنے گناہون کو یاد کرکے اگر آنکھون سے آنسو جاری ہوجائین، توکیا پوچھنا، لیکن اگر رونا نہ آئے، تو اس پر زیادہ حسرت بھی نہ کرنا چاہیے، رسول اللہ صلعم کے متعلق یہ کسی روایت مین نہین ملتا، کہ دعا کے وقت چشم مبارک سے آنسو بھی جاری تھے، جہان میدان ختم ہوتا ہی، وہان ایک سمت ایک اونچی پہاڑی ہے، اس کا نام جبل رحمت ہی، سرور کائنات (صلعم) نے اسی کے نیچے وقوف کیا تھا اور یہین اونٹنی پر سوار ہوکر حجۃ الوداع کا مشہور و معروف خطبہ ارشاد فرمایا تھا، موقف النبی

Marfat.com

اور موقف اعظم یہی مقام کہلاتا ہی جبل رحمت کے نیچے بڑے بڑے سیاہ پتھر بہت سے ڈھیر ہین، اگر جگہ مل جائے، اور ہمت ہو، تو یہین کہین بیٹھ کر فراغت ویکسوئی کیساتھ دعا ومناجات مین مشغول ہوجائے، سہ پہر کے وقت امام یہین آتا ہی، اور قبلہ رخ، اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ پڑھتا ہی، دعائین مانگتا ہی، لوگون کو بھی چاہیے کہ دعا کے وقت حتی الامکان قبلہ رخ ہی رہین، اگر امام کے قریب پہونچ سکین، تو افضل ہی، ورنہ جہان کہین بھی ہون، وہین اپنے کام مین لگے رہین، سارا میدان عرفات بجز وادی عرنہ کے جو مسجد سے متصل ہی، موقف ہی موقف ہی،

امام غزالیؒ، اعمالِ عرفات کے ذکر مین فرماتے ہین کہ :۔

در دعا مبالغہ کند کہ سرِ اجتماعِ دلہا وہمتہاے عزیزان ست درین وقت شریف،	اس وقت خوب جی لگاکر دعا کرے، اور راز اسکا یہ ہی کہ اس وقت کیسے کیسے مقبول وبرگزیدہ بندے ایک ساتھ دعا مین لگے ہوتے ہین ؛

اللہ اللہ! یہ عرفات کا لق ودق ویرانہ، جو نہ انسان کے بسنے کے لایق ہی، نہ حیوان کے، اور جہان سال بھر انسانی آبادی تو الگ رہی، پرندہ پر بھی نہین مارتا، دم کے دم مین، آن کی آن مین، کیا سے کیا ہوجاتا ہی! دن بھر کے لئے، سیکڑون کا نہین، ہزارون کا نہین، لاکھون کی آبادی کا ایک عظیم الشان شہر آباد ہو جاتا ہی! ان مین بوڑھے بھی اور جوان بھی، بچے بھی اور عورتین بھی، شہ زور پہلوان بھی، اور لب مرگ کمزور وناتوان بھی، گورے بھی کالے بھی، سانولے بھی پیلے بھی، مشرقی بھی مغربی بھی، جنوبی بھی شمالی بھی، عالم بھی عامی بھی، امیر بھی فقیر بھی، عابد وزاہد بھی، فاسق وفاجر بھی!

Marfat.com

اور یہ سارا مجمع کیون آپ ہی آپ اکٹھا ہو رہا ہے؟ کوئی دلچسپ تماشہ ہونے والا ہے؟ کوئی بزمِ مشاعرہ ہے؟ کوئی ہنسنے ہنسانے والی نقل دکھائی جائیگی؟ کوئی گھوڑدوڑ ہے؟ پولو ہے؟ ہاکی یا فٹ بال کا میچ ہے؟ رستم دوران گاما ن پہلوان کی کشتی کا دنگل ہے؟ تجارتی مصنوعات کی نمائش ہے؟ ڈربی سویپ (SWEEP) ہے؟ گھوڑون اور ہاتھیون کا بازار لگنے والا ہے؟ کسی کانفرنس، کسی کانگریس کا افتتاح ہے؟ کسی کا لکچر ہونے والا ہے؟ کسی درگاہ پر عرس ہونیوالا ہے؟ کسی دیبی دیوتا کی پوجا ہونے والی ہے؟ کوئی گنگا اشنان ہے؟ کوئی کمبھ میلا ہے؟ بجز ایک اللہ کی عبادت بجز ایک اللہ کے حکم کی تعمیل کے، بجز ایک اللہ کے نام پر مرمٹنے کی تمنا کے اور نے ان ہزارہا بندون کو، ان لاکھون کلمہ گویون کو یہان اس تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹ کر لائی ہے؟ مجمع دنیا مین اور بہت سے ہوتے رہتے ہین، میلے ٹھیلے خدا معلوم کتنے ہوتے رہتے ہین کھیل تماشون مین ٹھٹ کے ٹھٹ ہر جگہ لگ جاتے ہین لیکن اللہ کے نام پر جمع ہونے والون کا، لبیک لبیک کی رٹ لگا کر اللہ کا نام جپنے والون کا اور محض بن دیکھے مولا و مالک کے آگے رونے اور گڑگڑانے جھکنے اور گرنے والون کا اتنا بڑا مجمع، دریاؤن اور سمندرون کو پار کرکے، پہاڑون اور پہاڑیون کو پھاند کرکے، دنیا کے طول و عرض مین کہین، اور وقت کے کسی حصہ مین کبھی بھی ہوتا ہے؟ دعائین، ان اللہ والون کی نہ قبول ہونگی، تو اور کس کی ہونگی؟ بے حساب رحمتون اور بے شمار برکتون کا نزول اُن کے سرون پر نہ ہوگا تو اور کس پر ہوگا؟ مشہور ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ اسی مقام پر اور آج ہی کے دن قبول ہوئی تھی، یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن بہرحال بنی آدم اپنے گناہون

Marfat.com

کے بخشوانے کے لئے آج سے بہتر تاریخ اور یہاں سے بہتر سرزمین اور کون سی ڈھونڈھکر لائیگے؟

دنیا کی کوئی قوم، روے زمین کا کوئی مذہب اس خالص توحید و خدا پرستی کے عظیم الشان مظاہرہ کا نمونہ پیش کر سکتا ہی؟ کسی نے کبھی پیش کیا؟ کوئی آج کہین پیش کر رہا ہی؟ کوئی آیندہ کبھی پیش کریگا؟ تہون کے بندے بے شمار، حرص و ہوا کے پرستار لاتعداد، سیر و تماشہ کے سودائی بے گنتی، لیکن دنیا آئے، پارکون اور سبزہ زارون کی سیر کرنے والی دنیا آئے، بازارون اور نمایش گاہون کی گشت لگانیوالی دنیا آئے عجائبخانون اور چڑیاخانون مین وقت گذارنے والی دنیا آئے، اور اس بیسوین صدی عیسوی مین ایکبار ذرا اللہ کی فوج کے ان سپاہیون کو اپنے رب کے ان ستون اور دیوانون کو دیکھے، کہ اس چلچلاتی دھوپ مین تپتی ہوئی ریت کے اوپر ننگے سر اور پسینہ مین شرابور، مٹی مین اٹے ہوئے، اور خاک مین لتھڑے ہوئے، کس کس طرح جھک جھک کر اور گر گر کر، رو رو کر اور گرما گرم گڑگڑا کر، اپنے ان دیکھے مولا و مالک کے آگے، مانگنے اور بھیک مانگنے کے لئے کن کن آرزوون اور تمناؤن کیساتھ، کس ہجوم شوق و اشتیاق کیساتھ اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہین! دعائین انکی نہ قبول ہونگی تو کس کی قبول ہونگی؟ جو کچھ مانگین گے ملے گا، جو سوال ہوگا، پورا ہوگا، لیکن اتنا کرم تو دنیا کے کریم بھی کر دکھاتے ہین، انھین تو وہ ملیگا، جو انکے وہم و خیال مین بھی نہین، یہ تو وہ پائین گے جسکا سوال ان کے ذہن مین بھی نہین نور کے بنے ہوئے فرشتے ظلوم و جہول انسان کی اس طاعت و ذاعت

ان اللہ ینزل الی سماء الدنیا فیباہی	پر دنگ رہجاتے ہین، انھین دکھایا جاتا ہی،
بھم الملئکۃ یقول ھؤلاء عبادی	اور جنھون نے کبھی کہا تھا کہ انسان روے ارض

Marfat.com

جاؤنی شعثا غبرا یو جون رحمتی ویخافون
علی ابی دلم یردنی فکیف لو ارو نی،

پر فتنہ و فساد ہی کریگا، انھین دکھا دکھا کر عرفات
کی حاضری دینے والون پر فخر کیا جاتا ہے،

اور کہا جاتا ہے، کہ دیکھو، خاک کے پتلون کا ذوقِ جبین سائی دیکھو، آج جب اپنے کو اتنے حجابات مین رکھا ہے، اس وقت تو ان کی تمنائے دیدار اور دیوانگی کا یہ حال ہے، پھر جس وقت حجابات اٹھ جائین گے، اس وقت اس شمعِ رخ پر یہ پروانے کس بے اندازہ مستی و دیوانگی سے گرین گے!

باب ۳۰

عرفات نمبر (۲)

لکھوکھا کے مجمع مین لوگ سب ہی طرح کے ہین، ہر مزاج، ہر مذاق، ہر مرتبہ کے نمونے موجود ہین، ہزارون ایسے ہین، جو عرفات کی حاضری کو ایک طرح کی تفریحی تقریب سمجھے ہوئے ہین، اور چائے پینے پلانے کی دعوتون مین مصروف ہین سیکڑون ہزارون ایسے ہین، جو سو سو کر اپنا وقت کاٹ رہے ہین، کہین کہین دیگین چڑھی ہوئی ہین، اور اعلیٰ درجہ کی بریانی اور پلاؤ کا سامان ہو رہا ہی، پھر بھی ہزارون بندے اللہ کے ایسے بھی ہین، جو وقت کی قدر و قیمت کو پہچانے ہوئے، اور مقام کی اہمیت کو پوری طرح جانے ہوئے، اس دوپہر کی ایک ایک گھڑی، اور اس سہ پہر کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کے آگے ہاتھ پھیلانے اور پیشانی رگڑنے اور رونے اور گڑگڑانے، استغفار و مناجات کرنے مین بسر کر رہے ہین! انھین مین کیسے کیسے مقبول و برگزیدہ ہون گے. کیسے کیسے اپنے رب کے پیارے ہون گے، کیسے کیسے مخلص و متقی ہون گے، قطب ہونگے، ابدال ہونگے، اولیا ہونگے، کاملین ہونگے، ان کی دعائین کیا تنہا اپنے نفسون کے لئے ہونگی؟ ان کے رب کی رحمتون کا نزول کیا صرف انھین کے لئے ہوگا؟ اللہ اور اللہ والون سے، تنگ دلی کی بدگمانی

Marfat.com

نعوذ باللہ! آج تو وہ دن ہے، کہ کسی کا کرم بے حساب اور رحمت بے پایان اپنے سایۂ دامن میں لے لینے کے لئے حیلہ ڈھونڈتی ہوتی ہے، اللہ والون کی سفارش سے بڑھکر اور کیا حیلہ ہوگا، ان مقبولون کے طفیل مین خدا معلوم کتنے غیر مقبول آج مقبول بنجاتے ہین، اور کتنے مفلسون اور تہیدستون کا شمار آج سرمایہ دارون مین ہونے لگتا ہے! کریم جب دینے پر آئے، اور کریم کے در کے بھکاری مانگنے مین کمی نہ کرین، تو داد و دہش کی کمی، اہل و نااہل کس نا کس حقدار اور بے حقے، کھرے اور کھوٹے، سب ہی اپنی اپنی قسمتون کے حصہ کے مطابق، نعمتون سے سرفراز اور دولتون سے مالامال ہو رہے ہین!

صوفیہ کے تذکرون مین آتا ہے، کہ علی بن موفق ایک بہت قدیم بزرگ گزرے ہین، حج کے لئے حاضر ہوئے، نوین شب مین منٰی مین خواب دیکھا، کہ دو فرشتے باہم گفتگو کر رہے ہین، ایک نے دوسرے سے پوچھا، کہ اب کی کتنے حاجی آئے جواب ملا، کہ ۶ لاکھ، پھر پوچھا، کہ حج مقبول کتنون کا ہے؟ جواب ملا کہ ۶ کا! ۶ لاکھ مین کل چھ! ہول و دہشت سے آنکھ کھل گئی، اور دل نے کہا کہ اپنا شمار اُن چھ خوش نصیبون مین تو بہر حال نہین ہو سکتا، معلوم ہوتا ہے یہ ساری محنت و مشقت بیکار ہی گئی، دسوین شب مین عرفات سے واپسی کے بعد، پھر اسی طرح خواب مین انھین دونون فرشتون کو دیکھا، ایک نے پوچھا کہ حج مقبول کل کا ہوا؟ دوسرے نے جوابدیا، کہ اُن چھ کے طفیل مین پورے چھ لاکھ کے حج قبول ہوگئے! العظمۃ للہ ان نوازشون اور سرافرازیون کا کوئی ٹھکانا ہے

ان رحمتوں اور بخششوں کی کوئی حد و انتہا ہے! ——— ان حکایتوں پر حیرت کیوں کیجئے، کیا روزمرہ آپ نہیں دیکھتے رہتے، کہ غلہ کے انبار میں جو مٹی اور تنکے پڑجاتے ہیں، وہ بھی غلہ ہی کے حساب سے بکتے ہیں، اور سونے میں گرد و غبار کے جو ذرات شامل ہوجاتے ہیں، وہ بھی سونے ہی کے ساتھ تلنے لگتے ہیں؛ کتا ایک نجس اور ناپاک جانور ہے، اصحاب کہف کے طفیل میں کہاں سے کہاں پہونچ گیا! پھر انسان تو بہرحال انسان ہے، اور جو عرفات میں حاضر ہوتا ہے، وہ آخر اللہ اور رسول (صلعم) کا نام لیوا تو ہوتا ہی ہے، اس سے بڑھکر بدنصیب اور کون ہوگا، جو آج اور یہاں کی حاضری کے وقت بھی رسول پاک (صلعم) کے اس ارشاد مبارک کو بھلائے رکھے، کہ:-

اعظم الناس ذنباً من وقف بعرفة فظن ان الله لم يغفر له۔

سب سے بڑھکر گنہگار وہ ہے، جو عرفات میں حاضر ہو، اور پھر بھی یہ خیال رکھے کہ اللہ نے اسے نہیں بخشا،

ایک زندہ بزرگ کا (خدا انھیں مدتوں زندہ و سلامت رکھے) معمول سننے میں آیا، کہ وہ ۸ر کی صبح کو مکہ سے منیٰ پاپیادہ آجاتے تھے، اور پھر ۹ر کی صبح کو مع اپنے تین یا چار ہم مشرب و ہم مذاق یاران سلسلہ کے منیٰ سے عرفات بھی پیدل ہی آتے تھے، ایک ایک جانماز، پانی کی ایک ایک بوتل، اور [illegible] کی قسم سے مختصر ناشتہ، بس اس قدر سامان ہر ہر رفیق کے ہاتھ میں، عرفات پہنچ ذرا دم لیا، غسل فرمایا، ظہر و عصر کی نماز جمع کرکے جماعت کے ساتھ مسجد نمرہ میں

Marfat.com

ادا کی، اور اس کے بعد جبل عرفات کے دامن مین جو خشک جھاڑیان ہین، انہین سے ایک ایک جھاڑی ہر بزرگ نے اپنے اپنے لئے مقرر کرلی، اور پوری یکسوئی و فراغِ خاطر کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی عبادتون مین مصروف ہو گئے، جھاڑیان نہ اتنی قریب قریب، کہ ایک شخص کی آواز دوسرے کی توجہ مین مخل ہو، اور نہ اتنی دور دور، کہ فراغت کے بعد ساتھیون کے تلاش کرنے مین دقت ہو ——

یہ انتظام اگر کسی سے بن پڑے، تو کیا کہنا، یکسوئی و سکونِ خاطر کا بہترین نسخہ اور بہترین نقشہ ہی، اس سفرنامہ کے مصنف کی تقدیر بھلا ایسی رساکب تھی! تو سارا وقت، کہنا چاہئے، کہ محض ضایع ہی ہوا، اور نفس بہانے یہ کرتا رہا کی ضروریات، اور مستورات کے آرام وغیرہ کا انتظام کرنا ہی! کئی فرلانگ کرکے اس کڑی دھوپ مین، اپسے پست ہمت کو مسجد نمرہ تک جانے کی توفیق نصیب ہونے لگی تھی، یہی غنیمت ہوا، کہ اپنے خیمہ ہی مین مختصر سی جماعت مل گئی، مولانا مناظر صاحب ہر موقع کی طرح آج بھی ہمارے قافلہ مین سب سے زیادہ نصیبہ ور رہے، نماز پڑھنے مسجد نمرہ گئے، واپسی مین خیمہ کا راستہ بھول کر خدا کہان تک بھٹک گئے، اور ساتھیون سے گم ہو کر یہان کی تنہائیون اور خلوتون مین خدا معلوم کیا کیا پالیا! ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشآء کی تصدیق ایک پھر ہو کر رہی،

ہم لوگ یہان قبل دوپہر پہونچ گئے تھے، دوپہر ہوتے ہوتے جنھین غسل کرنا تھا، وہ غسل سے، اور باقی، تازہ وضو کر کے تیار ہو گئے، سولہ آدمیو

کے لئے دو خیمے تھے ایک خیمہ مین خاص میرے قافلہ کے آٹھ آدمی (زن و مرد) آگئے، دوسرے مین بقیہ آٹھ آدمی رہے، معلم صاحب نے جو خیمے دیئے ہین، وہ آٹھ آٹھ آدمیون کے رہنے کے قابل تو کسی طرح پر بھی نہین، لیکن خیر، چند ہی گھنٹون کا معاملہ ہی، کسی نہ کسی طرح گذر ہو جائیگی، اپنے اپنے شغدف بھی خیمون سے بالکل متصل رکھوا لئے، عورتین زیادہ تر شغدفون ہی کے اندر رہین، شغدف خیمہ سے زیادہ آرام دہ ثابت ہوئے، بڑی وجہ یہ ہے کہ شغدف اونچے پلنگ کی طرح زمین سے کافی بلند ہوتے ہین، اس لئے اُن مین بیٹھکر کم از کم زمین کی گرمی سے امن رہتا ہے، خیمے اگر ہر طرف سے بند رہتے ہین، تو بڑی امس پیدا ہو جاتی ہی، دم گھٹنے لگتا ہی، پسینہ کی حد نہین، لیکن اگر خیمہ کی قناتین دو طرف سے کھول کر دروازہ سے بنا دیئے جائین، تو پھر خاصی ہوا آنے لگتی ہی، زمین خوب جلتی اور تپتی ہوئی ہے، اس پر بچھانے کے لئے کوئی موٹا فرش ہمراہ لانا ضروری ہی، اور اگر کپڑے کی کرسی یا ٹوٹ کا پلنگ ہمراہ آسکے تو یقیناً زیادہ آرام ملے گا، بمبئی سے ڈک چیر (کپڑے کی کرسی) اگر ہمراہ لیجائے، تو جہاز مین بھی بہت کام دیگی، اور عرفات و منیٰ مین بھی اسی قدر مفید ثابت ہوگی، پانی کی بابت بہت سی ڈراونی روایتین سننے مین آئی تھین، سنا تھا کہ عرفات مین پانی بہت مشکل سے، اور بہت کم، اور بہت گران، اور بہت خراب ملتا ہی، اب کی سال تو خدا کے فضل سے کوئی ایسی دقت نہین پیش آئی، پانی بیچنے والے کثرت سے پکارتے پھر رہے تھے، اور پانی کچھ ایسا گندلا بھی نہین، خاصہ صاف ہے، زیادہ گران بھی نہین، ایک مشک اوسط درجے کی مشک آٹھ آنے مین، یا اگر زیادہ چکایا جائے تو چھ آنے مین مل جاتا

ممکن ہی بعض پچھلے سالون البتہ سنا ہی، کہ پانی بہت کم ملا تھا، اور دو دو روپیہ فی مشک کے حساب سے ملا تھا، اور بہت گندلا ملا تھا، اب کی سال اللہ کا بڑا فضل رہا، اللہ ٹھنڈا رکھے زبیدہ خاتون کی تربت کو، اسی کی تعمیر کرائی ہوئی نہر سے صدہا سال سے اللہ کی بیشمار مخلوق سیراب ہوتی چلی آرہی ہی، اور آیندہ کیلئے خدا معلوم کب تک اسی طرح سیراب ہوتی رہے، البتہ ضرورت اس کی ہے کہ نہر کی صفائی، پابندی اور انتظام کے ساتھ ہوتی رہے، سفری چولھا (یا ککر) اگر ہمراہ ہو تو بہتر ہے، ہم لوگون کے ساتھ مین انگیٹھی اور کوئلے تھے ان سے بھی کام چل سکتا ہی، مختصر کھانا بطور ناشتہ کے پک گیا، ستو ایسے پر خاص طور سے کام آتے ہین، غذا کی غذا، اور پیاس کی تسکین الگ، پھر بغیر کسی دشواری و اہتمام کے دم بھر مین تیار، مرمرے (لائی) کے ستو سب سے بہتر ہین، تال مکھانے کے ستو مناسب نہین، نقصان کا احتمال ہے، خصوصاً جبکہ طبیعت پیچش کی جانب ازخود آمادہ ہو رہی ہو،

خیمون کے اس جنگل مین اپنے خیمہ سے باہر نکل کر کچھ دور تک جانا غضب کا سامنا کرنا ہی، خیمون کے نصب کرنے مین کوئی خاص ترتیب نہین ہوتی یا اگر ہوتی ہو بھی تو کم از کم حاجی غریب کو تو اس کا علم ہوتا نہین، نہ خیمون پر کوئی نمبر یا اور کوئی خاص علامت، سیکڑون ہزارون خیمے، بس ایک ہی رنگ کے ایک ہی وضع و قطع کے، ہر طرف مسلسل چلے گئے ہین، بے پڑھون تو الگ اور بوڑھیون کا ذکر نہین، اچھے خاصے جوان یہان، ہوشیار پڑھے لکھے

جاتے ہین، اپنے خیمہ سے نکل کر چند قدم چلے، کہ راستہ گم ہوگیا، اب نہ جہان جانے کے لئے نکلے تھے، وہان پہونچ سکتے ہین، نہ اپنے خیمہ کا راستہ پاتے ہین، عجب مصیبت و بیکسی کا وقت ہوتا ہے، راستہ پوچھین تو کس سے، اور کوئی بتانا چاہے بھی تو کیا بتائے، سب انھین جیسے ناواقف، ہم لوگ نماز کے لئے کسی بڑی جماعت کی تلاش مین ایکبار اپنے خیمون سے باہر نکلے، لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد عافیت واپسی ہی مین نظر آئی، حکومت اگر چاہے، تو ان دشواریون کا سدباب آسانی سے کرسکتی ہے، اول تو موجودہ حالتِ انتشار و بےنظمی کے بجائے، خیمون کے مختلف محلے (کیمپ) مختلف ملکون کے اعتبار سے قائم کر دینے چاہئین، مثلاً ایک محلہ مصریون کا ایک ہندیون کا، ایک حجازیون کا، ایک جاویون کا وغیرہ وغیرہ، پھر بڑے ملکون کے محلون کے اندر صوبہ وار تقسیم کردینی چاہئے، مثلاً پنجاب کیمپ، بنگال کیمپ، وقس علیٰ ہذا، اور پھر اس کے بعد خود ان صوبہ وار محلون کے اندر خیمون پر نمبر ڈال دینے چاہئین، ہر کیمپ کا بھی ایک الگ نمبر ہونا چاہئے، اور علاوہ نمبرون کے مختلف رنگ کے بلند جھنڈون اور جھنڈیون کے ذریعہ سے مختلف کیمپون کو ممتاز و نمایان کرنا چاہئے، عارضی سڑکون اور روشون کو بنا کر اور ان پر نمبر ڈال کر بھی بہت کچھ سہولت پیدا کیجا سکتی ہے، صوبہ وار کیمپون کے اندر مختلف معلمون کے نام بھی ان معلمون کے حاجیون کے خیمون کے گرداگرد اگر نمایان کردیئے جائین، تو دقتین اور زیادہ گھٹ سکتی ہین، ان سب تدبیرون کے علاوہ چار پانچ سو کی تعداد مین مختلف زبانین جاننے والے رضاکار یا پولیس کے رضاکارون کے کیمپ کسی خاص نمایان رنگ کے ساتھ، میدان عرفات کے مختلف حصون مین ہونے چاہئین،

اور ان مین ایک دوسرے سے فوری پیام رسانی کے لئے عارضی ٹیلیفون کا انتظام
باسانی ہو سکتا ہی حکومت حجاز لکھو کھا روپیہ ان حاجیون سے موسم حج مین وصول
کرتی ہے اگر اس مین سے دس بیس ہزار روپیہ انھین کی سہولت و آسایش کے
سامان پر لگا دیا جائے تو حکومت کے خزانہ پر ہرگز کوئی بار نہین پڑ سکتا،

حکومت کے نظم و انتظام کی افسوسناک کمی صرف اسی ایک حیثیت سے واضح
نہین ہو رہی تھی عرفات سے واپسی کے بعد سننے مین آیا کہ وہان پانی برف،
شربت فالودہ، چاے اور قہوہ کی دو دوکانین بھی موجود تھین خدا معلوم کہان تھین ہو
دوران قیام مین تو ہمارے قافلہ کو انکا پتہ کہین چلا نہین، ظاہر ہے کہ میلون کے
رقبہ مین کسی ایک گوشہ مین، یا عین وسط مین بھی، اگر چند دوکانین ہوئین، تو دو
والون کو اُن کی کیا خبر ہو سکتی ہی بجاے کسی ایک جگہ کے چاہئے یہ تھا کہ مختلف
ملکون کے کیمپون مین الگ الگ دو دوکانین ہوتین، دوکانین ہوتین چاہے چھوٹی
ہی، لیکن انکا متعدد ہونا، اور مختلف حصون مین پھیلا ہونا لازمی تھا، ہندوستان
مین جن لوگون نے، کانگریس کے یا اس کے زمانہ عروج مین خلافت کانفرنس کے
سالانہ جلسون کے انتظامات مین حصہ لیا ہے، وہ عرفات مین بھی اپنی رضا کارانہ خدمات
بخوشی پیش کر سکتے تھے، اور سعودی حکومت اگر انھین موقع دیتی تو ان خدمات
کو وہ اپنے لئے وسیلہ نجات و باعث سعادت خیال کرتے پچھلے سالون جو کچھ ہونا
تھا ہو چکا آیندہ کے لئے اب بھی کچھ نہین گیا ہی حکومت حجاز کا اس موقع پر
باہر کے حاجیون سے اشتراک عمل لازمی ہے، حکومت لاکھ نیک نیتی کے ساتھ کوئی

انتظامی کمیٹی قایم کرے، لیکن جب تک اُس مین مختلف زبانین جاننے والون اور مختلف ممالک کے مذاق طبیعت سے واقفیت رکھنے والون کو شریک نہ کرے گی، کوئی بڑی کامیابی ممکن نہین، یہ جو کچھ لکھا جارہا ہے، حاشا، اس سے موجودہ حکومت حجاز کی تنقیص یا اُس پر مخالفانہ نکتہ چینی مقصود نہین، بلکہ مقصود صرف آیندہ کے لئے اصلاحِ حال ہے، جس سے حاجیون کو بھی راحت پہونچے، اور حکومت بھی نیکنامی حاصل کرے،

اعمالِ حج کا رُکن اعظم یہی وقوفِ عرفات ہے، جس وقت سہ پہر کو (اندازہ کے لئے اوسط وقت عصر سمجھیے) امام خطبہ پڑھ چکتا ہے، تو وہ وقت عجب مسرت کا ہوتا ہے، "حج ہو گیا"، "حج ہو گیا" کی صدائین ہر طرف سے آنے لگتی ہین اور ایک دوسرے کو گرمجوشی کے ساتھ مبارکبادین دیجانے لگتی ہین معلّمین خیمون پر آکر اپنے اپنے حاجیون کو کچھ دعائین پڑھاتے ہین، جو نہ اس وقت یاد آتی ہین، اور نہ کسی دوسری کتاب مین نظر سے گذری ہین، اور ساتھ ہی ساتھ، وہ خود اور اُن کے ملازمین اور کارندے کچھ نہ کچھ وصول بھی کرتے جاتے ہین —— لیجئے، دیکھتے ہی دیکھتے، عصر کا وقت آخر ہونے لگا، آفتاب مین زردی آنے لگی، اور خیمے اکھڑنے شروع ہو گئے! سبحان اللہ وبحمدہ، کیا خدا کی قدرت ہے، اب تھوڑی ہی دیر مین

یہ ساری آبادی ویرانی سے بدل جائے گی، اور جہاں آج دن بھر لکھوکھا انسانوں کا مجمع رہا، وہاں اب ایک متنفس بھی نہ نظر آئیگا! اور سال بھر کی ویرانی کے بعد پھر آج ہی کی تاریخ اسی طرح کی آبادی اور چہل پہل ہوگی! آج کے دن جس طرح یہاں نماز عصر اپنے وقت سے پہلے ہٹاکر نماز ظہر کے ساتھ ملاکر پڑھ لی گئی، اسی طرح حکم ہے کہ آج نمازِ مغرب بھی اپنے وقت سے پیچھے ہٹا دیجائے، اور بجائے یہاں پڑھنے کے مزدلفہ پہونچ کر، رات گئے، نمازِ عشا کے ساتھ ملاکر پڑھی جائے، بعض ناواقف بیچارے جلدی جلدی یہیں نماز مغرب ادا کرنے کے لئے نیت باندھ رہے ہیں، ناواقفیت کی بنا پر مواخذہ سے تو غالباً بچ جائیں، لیکن اتباعِ سنت کا اجر تو بہرحال اپنے ہاتھوں کھو رہے ہیں، ہزارہا ایسے ہیں جو جلدبازی کرکے کچھ دن رہے ہی روانہ ہوجاتے ہیں مسنون وقت روانگی کا، غروبِ آفتاب کے بعد ہے، لیجئے آفتاب غروب ہونے لگا، سب کے خیمے اکھڑ چکے، ہمارے خیمے اکھڑ ہی رہے تھے، کہ بے نشان وگمان، بغیر کسی موسمی توقع وتغیر کے، دفعۃً آسمان پر ایک طرف سے ابر کا ٹکڑا اٹھتا ہوا نمودار ہوا، دوچار بجلی چمکی، بوندیں شروع ہوئیں، اور چند ہی لمحوں میں اچھی خاصی بارش ہونے لگی! کریم کی کریمی اور مولا کی رحمتوں کی تھاہ کون پا سکتا ہے! احرام پوشوں کے جسم کہاں تو ابھی جھلجلاتی ہوئی دھوپ میں تپ رہے تھے، اور کہاں ابھی پانی میں لت پت ہونے لگے، بارش ہوئی، "خوب اچھی طرح ہوئی لوگ بھیگے اور خوب بھیگے" "بارانِ رحمت" کا لفظ بیسیوں بار پڑھا تھا، حقیقۃً "بارانِ رحمت" کا مشاہدہ آج ہی ہوا! لوگ کہتے تھے، اتنی بارش

عرفے کے دن سالہا سال کے بعد ہوئی ہی، بزرگون نے کہا ہے، کہ عرفات کی بارش حج کی مقبولیت کی علامت ہی، یہ اگر سچ ہے، تو خدا ہی کو علم ہی کہ اب کی حج مین کون اللہ کا شیر شریک تھا، بارش پانی کی کیون تھی، یون کہئے کہ عفو و مغفرت کی بارش تھی، اور جو جو بوند جسم پر گرتی تھی، بس یہ معلوم ہوتا تھا، کہ معاصی کی سیاہیان دھل رہی ہین!

Marfat.com

باب ۳۱

مزدلفہ

حج کا رکن اعظم بحمد اللہ ختم ہو چکا، اس وقت دل کی مسرتوں کا کیا پوچھنا جس پر گزری ہے، وہی اندازہ کر سکتا ہے، ہر چہرہ کھلا جا رہا ہے، ہر طرف مسرت و انبساط، عرفات کے بعد ہی حاجیوں کو مزدلفہ میں قیام کرنا ہوتا ہے۔ یہ ایک میدان کا مشہور نام ہے، جو منیٰ و عرفات کے درمیان واقع ہے، منیٰ سے عرفات کے دو راستے ہیں، ایک سیدھا اور ایک کسی قدر چکر سے، منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے سیدھے راستہ سے جانا مسنون ہے، اُدھر مزدلفہ نہیں پڑتا، عرفات سے واپسی دوسرے راستہ سے مسنون ہے، جو ذرا چکر کھا کر ہے، مزدلفہ اسی راستہ میں پڑتا ہے، عرفات سے اس کا فاصلہ ۷۔۸ میل ہوگا، اور منیٰ یہاں سے ڈھائی میل رہ جاتا ہے۔ اس میدان کا معروف نام مزدلفہ ہے، قرآن مجید میں اس کا نام مشعر الحرام آیا ہے، اور یہاں کے قیام کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے، کہ خود کلام پاک میں یہ تصریح موجود ہے، کہ عرفات سے واپسی میں مشعر الحرام میں ذکر الٰہی کرو، فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام، مشعر الحرام کے مفہوم میں سارا میدان داخل ہے، اور ایک مسجد بھی یہاں اسی نام سے موسوم و مخصوص ہے، علماء لکھتے

Marfat.com

کہ لفظ مزدلفہ مشتق ہے "ازدلاف" سے، جس کے معنی قریب ہونے کے ہین، اور اس میدان کا نام مزدلفہ اس لئے پڑا، کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام جنت سے نکلنے کے بعد پہلے یہین ملے تھے، ۹ اور ۱۰ کی درمیانی شب یہین بسر کرنی ہوتی ہے، فقہا لکھتے ہین، کہ مزدلفہ مین داخل ہوتے وقت اگر پاپیادہ ہو، اور غسل بھی کرلے، تو بہتر ہے۔

والمستحب ان یدخل المزدلفہ ماشیاً والغسل لدخولھا (فتح القدیر)

اگر ضعیفی، کمزوری یا بیماری کے عذر قوی کی بنا پر یہان کا قیام ترک کردیا جائے تو مضایقہ نہین، لیکن بغیر کسی قوی عذر کے محض تن آسانی کے خیال سے یا ہجوم سے بچنے کے لئے، یہان قیام نہ کرنا اور عرفات سے سیدھے منی چلے جانا ہرگز مناسب نہین، امام اوزاعیؒ اور بعض تابعین کے نزدیک تو وقوف مزدلفہ رکن حج ہے یعنی فرائض حج مین داخل ہے، یعنی اگر یہ فوت ہوگیا تو حج ہی فوت ہوگیا (جیسا کہ قاضی ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد مین اس جماعت کا مذہب نقل کیا ہے) اور قاضی خان نے ایسا ہی مذہب امام مالکؒ کا بھی نقل کیا ہے، حنفیہ کے ہان تو وہ رکن حج نہین، لیکن مرتبہ وجوب رکھتا ہے، اور کسی نے بلا عذر خاص یہان کا قیام ترک کردیا، تو اُسے قربانی دینی ہوگی، آج کی شب مبارک بعض فقہا و محدثین کے بیان کے مطابق، شب قدر سے بھی بڑھکر ہے، جہان تک ممکن ساری رات تلاوت اور نماز اور مناجات و استغفار مین گزارے، آج جو ساری رات جاگ گیا، وہ خود کیا جاگا، اس کا نصیبا جاگ گیا، بہرحال جتنی دیر بھی ممکن ہو، عبادت ہی مین وقت گذارنا چاہئے، عرفات سے آتے ہوئے راستہ

Marfat.com

مین اللہ اکبر اللہ اکبر و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و للہ الحمد، پڑھتا ہوا آئے اور لبیک
اور استغفار کو بھی جاری رکھے، مزدلفہ پہونچ کر کوئی خاص دعا منصوص نہین،
مناسک کی کتابون مین متعدد دعائین لکھی ہوئی ہین، راستے مین وہ وادی بھی
پڑتی ہی، جہان خانۂ کعبہ اور رب کعبہ کا مشہور دشمن ابرہہ، اپنے زمانہ کی پر قوت
امپیریلزم (جہانگیریت وقیصریت) کا نمایندہ مع اپنے سارے سازومان، لاؤ لشکر
کے، دم کے دم مین ہلاک ہو گیا تھا، اس وادی کا نام وادی محسر ہے، فقہاء رحمہم اللہ لکھتے ہین، کہ
جب اس وادی سے گزرے تو سواری کو تیز کرے، اور یہ دعا پڑھے،

اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذالک،

اے اللہ ہم کو نہ مارنا اپنے غضب سے نہ ہلاک کرنا اپنے عذاب سے، اور معاف اس سے پہلے ہی،

دعا کے الفاظ بہتون نے دہرائے ہونگے، خدا معلوم کسی کے دل سے ان قوموں
کی بھی تباہی و بربادی کی دعائین نکلین، جو آج چودھوین صدی ہجری مین،
کعبہ اور رب کعبہ کی عداوت مین، اس پرانی اور برباد شدہ قوم سے کہین بڑھی
ہوئی ہین، جن کی چادرین سفید ہین، مگر جن کے دل عداوت حرم مین حبشہ کی
اس قوم کے چہرون سے کہین زیادہ سیاہ ہو چکے ہین، اور جن کو ابرہہ کے ہاتھی
سے کہین بڑھ چڑھکر آج اپنے توپ خانون، ہوائی جہازون اور مسلح موٹر کارون
پر دعوی اور غرہ ہے؟

عرفات سے چلنے مین کچھ دیر تو بارش کی وجہ سے ہوئی، اور کچھ وقت معلم د

کی خوش انتظامیون کی نذر ہوا، بہر حال غروبِ آفتاب کو کوئی قریب آدھ گھنٹے کے ہوا ہو گا جب ہمارا قافلہ روانہ ہوا، مولانا مناظر صاحب کی گمشدگی سے ہمارے ساتھون مین ایک کی کمی ہو گئی تھی، اور نہ اونٹ کے سفر مین یہ کمی ایک اہمیت رکھتی ہے، بغیر دو سواریون کے شغدف کی میزان برابر نہین رہتی، اگر شغدف مین صرف ایک ہی طرف ایک سواری بیٹھی ہو تو شغدف اس طرف جھک کر زمین پر گر جاتا ہی، خیر، مولانا کی جگہ پر معلم صاحب کے صاحبزادہ نے قبضہ کیا، اور قافلہ چلا، اس وقت کے سفر کی کیا کیفیت بیان ہو، عرب مین اونٹون اور موٹرون پر سفر بہت سے کیے، دن اور رات کے مختلف حصون مین بھی کیے، لیکن اتنا پر لطف، اتنا دل کش، اتنا فرحت انگیز سفر نہ اس کے قبل کوئی ہوا نہ اس کے بعد، چاندنی رات، پانی برس کر آسمان بالکل کھل چکا تھا، کھلے ہوئے آسمان مین شب دہم کا چاند، ہر طرف روشنی پھیلی ہوئی، بارش ہو جانے سے موسم کی حالت بالکل بدلی ہوئی، نہ تپش، نہ لو، نہ گرد، نہ امس، اس کے بجائے خوشگوار خنکی، لطیف و سبک ہواؤن کے جھونکے چلے آرہے ہین، یہ معلوم ہو رہا ہی کہ اپنے صوبہ یوپی مین مارچ یا اکتوبر کے مہینے کی شام ہی، مصری اور بدوی حاجی حج کی خوشی مین طرح طرح کے ترانے گا رہے ہین، پہاڑیون سے آواز ٹکراتی ہی، تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا پہاڑیان اور چٹانین بھی جشن مسرت و طرب مین شریک ہین، طرح طرح کی بڑی مشعلین اور گیس کی روشنیان نور علی نور، داہنے اور بائین آگے اور پیچھے سوئی نہین، ہزارہا اونٹ، اوپر نظر اٹھایئے، تو دلکش اور پیارا آسمان، نیچے دیکھیے تو مضبوط اور بوجھ اٹھانے والی زمین، ادھر ادھر نظر دوڑایئے، تو ہر طرف پہاڑیون کا

Marfat.com

سلسلہ، سورۂ غاشیہ کی آیات کریمہ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت، کی دلنشین تفسیر بغیر کسی لفظ وعبارت کی وساطت کے زبان حال سے از خود ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اقبال لکھتے ہیں، کہ مزدلفہ کے راستہ میں تکبیر وتہلیل اور اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوا آئے زبان سے حمد وثنا تو بارہا ہوئی، یہ وہ نادر وقت ہے جب دل بھی زبان کا شریک ہو رہا ہے! اور ایک قلب ہی کے مضغۂ گوشت پر کیا موقوف ہے، ہر ہر بن مو اس وقت شکر نعمت کی صدائیں دے رہا ہے، صبر کے مرحلہ اس سفر میں جھیلنے کو بکثرت ملتے ہیں اب موقع خالص مرتبۂ شکر کے طے کرنے کا ہے! شکر گذاروں کی تو ہر گھڑی شکر میں گذرتی ہے، یہ گھڑی وہ ہے، کہ ناشکرے بھی شکر گذار بنجاتے ہیں! اللہ اکبر ولا الٰہ الا اللہ والحمد للہ،

کوئی دو گھنٹہ میں مزدلفہ پہونچ گئے، یہاں صرف ایک ہی رات بسر کرنی ہوتی ہے اور افسوس ہے کہ بہت سے لوگ تو اتنا بھی نہیں کرتے گذرتے ہوئے، سیدھے منیٰ چلے جاتے ہیں، اس لئے یہاں خیمے وغیرہ نہیں لگتے یوں ہی کھلے میدان میں لوگ زمین پر بستر بچھا کر یا اپنے شغدفوں کے اندر لیٹ کر گزار دیتے ہیں خوب وسیع میدان ہے، جگہ کی چپقلش نہیں ہونے پاتی، کھانے کی دوکانیں بہ کثرت پورا بازار لگا ہوا، جابجا روشنیاں بھی نصب، ہلکی خنکی، سنا ہے اس میدان میں عموماً رہتی ہے، اب کی سال تو اچھی خاصی خنکی ہے، پانی کی دقت اب کی سال کچھ نہیں ہوئی، نہ زیادہ گران نہ زیادہ گندلا تھا، اور ملا بھی خاصی افراط کے ساتھ

قیام اگر مسجد مشعر الحرام کے متصل جبل قزح پر ہو سکے، تو سبحان اللہ ہم لوگون کے نصیب ایسے کہان تھے معلم صاحب نے اپنی مہربانی سے جہان چاہا، ہمارے اونٹ بٹھلا دیئے مسجد مین اذان کب ہوئی اس کی خبر بھی نہ ہوئی، اور نہ کسی کی ہمت پڑی، کہ مسجد کی تلاش مین اپنا قافلہ چھوڑ کر روانہ ہو، اور گم ہو جانے کا قوی خطرہ اختیار کرے پہونچنے کے ساتھ ہی نماز مغرب وعشا، بغیر درمیان مین کوئی نفل پڑھے یا کسی طرح فاصلہ دیے، جمع کرکے اپنے قافلہ کی جماعت کے ساتھ پڑھی گئی، آج کے دن حالت احرام مین نماز مغرب وعشا، مزدلفہ ہی مین آکر عشا کے وقت اکٹھے پڑھنا، کم از کم حنفی مذہب مین ضروری ہی، یہان تک کہ اگر کسی نے نماز مغرب مزدلفہ کے راستہ مین پڑھ لی، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ نماز درست نہین ہوئی اور چاہیئے کہ مزدلفہ مین پہونچ کر اسے دوبارہ پڑھے اس وقت کے لئے اذان اور اقامت بھی ایک ہی ہے یعنی مغرب وعشا کے لئے الگ الگ تکبیر کہنے کی ضرورت نہین، ایک ہی تکبیر دونون نمازون کے لئے کافی ہوگی،

ان مسائل سے عموماً ناواقفیت ہے، یا اگر واقفیت بھی ہے، جب بھی بے پروائی برتی جاتی ہی، نماز مغرب کوئی صاحب عرفات ہی مین پڑھ لیتے ہین، اور کوئی صاحب راستہ مین، نماز عشا بھی بعض جلد باز حضرات راستہ مین پڑھ لیتے ہین، اس لئے بہتر ہوگا کہ یہان پہونچ کر ایک نظر فقہا کی تصریحات پر کر لیجائے، صاحب مختار لکھتے ہین:-

وصلّی العشائین باذانٍ واقامةٍ — اور مغرب وعشا دونون نمازین مزدلفہ مین

لان العشاء في وقتها لم تحتج الى اعلام كما لا احتياج هنا لذلك ما ولو صلى المغرب والعشاء في الطريق او في عرفات اعاده

پڑھے، ایک اذان اور ایک اقامت سے کیونکہ عشا کی نماز تو اپنے وقت ہی پر ہو رہی ہے اور اس لئے اس کے اعلام کی حاجت نہین جیسا کہ یہان اس جمع بین الصلوتین کے لئے امام بھی ضروری نہین، اور اگر مغرب یا عشا کی نماز راستہ مین یا عرفات مین پڑھ لیجائے تو چاہیے کہ یہان دوہرا لے،

اور یہی درمختار کے دونون شارحین طحطاوی و شامی نے اختیار کیا ہے،

صاحب کنز کہتے ہین:-

ولم تجز المغرب في الطريق

آج کے دن مغرب کی نماز راستہ مین پڑھ لینی جائز نہین،

ان کے شارح صاحب بحر الرائق فرماتے ہین:-

لم تحل صلاة المغرب قبل الوصول الى مزدلفة

مزدلفہ پہونچنے سے قبل نماز مغرب پڑھ لینا جائز نہین،

صاحب بدایع الصنایع لکھتے ہین:-

ولو صلى المغرب بعد غروب الشمس قبل ان ياتي مزدلفة فان كان يمكنه ان ياتي مزدلفة قبل طلوع الفجر لم تجز صلوته وعليه اعادتها ما لم يطلع الفجر في قول ابي حنيفة ومحمد

اگر کسی دن نے غروب آفتاب کے بعد نماز مزدلفہ پہونچنے سے قبل ہی پڑھ لی، تو اگر وہ بھی اس کے امکان مین قبل طلوع فجر مزدلفہ پہونچ جاتا ہے، تو اسکی یہ نماز صحیح نہین

Marfat.com

وزفر والحسن

اور امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ و زفرؒ و حسنؒ کے قول کے مطابق قبل فجر، اس نماز کا اعادہ کرنا چاہیے،

اور لباب المناسک مین ہے:-

ولا یصلی المغرب ولا العشاء بعرفات ولا فی الطریق حتی یدخل مزدلفۃ وینزل بھا ...... لو صلی الصلاتین او احدھما قبل الوصول الی مزدلفہ لم یجز وعلیہ اعادتھما بھا اذا وصل،

مغرب اور عشا کی نمازین نہ عرفات مین پڑھنی چاہیین اور نہ راستہ مین یہانتک کہ مزدلفہ آجائے، اور حاجی وہان اُترے ......
...... اور اگر کوئی نماز یا دونون نمازین مزدلفہ پہونچنے سے قبل پڑھ لی ہین، تو وہ درست نہین ہوئین، اور انکا اعادہ وہان پہونچ کر لازم ہے،

اور ہدایہ مین ہے:-

ویصلی الامام بالناس المغرب والعشاء باذان واقامۃ واحدۃ ...... ومن صلی المغرب فی الطریق لم یجزہ عند ابی حنیفۃؒ ومحمد،

امام جماعت کے ساتھ مغرب اور عشا کی نمازین صرف ایک ہی اذان واقامت کے ساتھ ادا کرے ...... اور اگر کسی نے مغرب کی نماز راستہ ہی مین پڑھ لی، تو امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز درست نہین ہوئی،

صرف ایک امام ابو یوسفؒ سے اختلاف منقول ہے مگر فقہا مین سے کسی نے اُن کے قول پر فتویٰ نہ دیا،

Marfat.com

عالم اسلامی میں جو بدنظمی و انتشار سرایت کئے ہوئے ہے، اسکا نمونہ جس طرح عرفات میں دیکھنے میں آیا تھا، یہاں بھی دیکھنا پڑا، اتنا بڑا مجمع، اور نہ کسی قسم کا نظم نہ تنظیم، ایک طوائف الملوکی سی پھیلی ہوئی، رات کا وقت، اجنبی ملک، اجنبی زبان، ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص اپنے قافلہ سے کسی ضرورت کے لئے جدا ہو، اور پھر وہاں تک آسانی سے واپس پہونچ سکے، بازار تک پہونچ جانا تو خیر آسان تھا، اس لئے کہ دکانوں پر خوب روشنی ہو رہی تھی، اور دور سے نمایاں تھیں لیکن بازار جاکر واپس آنا جانا تو آخر کس پتہ، کس نشان سے واپس آئے؟ ہمارے ساتھ کی بیویاں، دن بھر کے سفر اور تکان کے بعد قدرۃً بھوکی تھیں، قافلہ کے دو تین مرد بازار کھانا لینے کو گئے واپسی میں راستہ بھولے، اور ان پر جو کچھ گذری، بس انھیں کا دل جانتا ہے، ایک طرح کے ہزارہا اونٹ اور ہزارہا شغدف ہر طرف نظر آرہے تھے، بالکل بھول بھلیاں کا سا منظر، قدم قدم پر بھٹکتے تھے، اور اپنے قافلہ والوں کو چیخ چیخ کر پکارتے پکارتے گلے پڑ پڑ گئے، جب جاکر کس مشکل سے پہونچ پائے ہیں، کیا حکومت کی استطاعت سے یہ باہر ہے، کہ مختلف ملکوں کے حاجیوں کے لئے مختلف عارضی سڑکیں ایک شب کے لئے تیار کرا دے، اور ان سڑکوں کے نام انھیں ملکوں کے نام پر رکھدے مثلاً ہندیہ مصریہ وغیرہ، اور پھر ان سڑکوں کو مختلف قطعات (PLOTS) میں تقسیم کرکے ہر ہر قطعہ (پلاٹ) پر ایک ایک علم کے لئے نمبر ڈال دے، اور سڑکوں کے ناموں اور ان نمبروں کو روشنی میں خوب نمایاں کردیا کرے؟ اور پھر بھٹکے ہوؤں کی رہنمائی اور رہبری کے لئے تربیت پائے ہوئے، اور مختلف زبانیں جاننے والے باقاعدہ اور مستعد رضاکاروں اور پہرہ داروں کے اگر صرف چند ہی دستے مقرر

Marfat.com

ہوجائین، توغریب پردیسیون کوکتنی سہولت اور کتنی آسائش ہوجائے، سلطان کے مشیرون خصوصاً ہندی مشیرون نے خدامعلوم کبھی رفاہِ خلق وخدمتِ حجاج کی ان صورتون کا بھی مشورہ پیش کیا ہی؟

مزدلفہ مین قیام صرف شب بھر رہتا ہی، ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو، امام کو چاہئے کہ مسجد مشعر الحرام مین نماز اول وقت یعنی صبح صادق طلوع ہوتے ہی اندھیرے مین پڑھ لے، صحیحین مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت موجود ہی، کہ آج کے دن حضور صلعم نے نماز فجر معمولی وقت سے پہلے پڑھی تھی، علماء حنفیہ نے بھی اسی وقت پر زور دیا ہے، نماز کے بعد چاہئے کہ عرفات کی طرح یہان بھی قبلہ رخ ہوکر وقوف کرین، اور خوب جی لگاکر دعائین مانگین مقبولیتِ دعا کی یہ خاص جگہ اور خاص گھڑی ہے، اس سے فارغ ہوکر آفتاب نکلتے نکلتے یہان سے منٰی کی طرف روانہ ہوجانا چاہئے، اور منٰی پہونچکر شیطانون پر جو کنکریان ماری جائین گی، انکا بھی یہین چن لینا مسنون وافضل ہی، منٰی مین اگر ۱۳ تک رہنے کا قصد ہو تو ۷۰ کنکریان گن کر لے لے، اور اگر صرف ۱۲ ہی تک ٹھہرنا منظور ہو تو ۴۹ کنکریان کافی ہون گی، کنکریان چھوٹی ہون تو بہتر ہی، دانہ باقلے کے برابر، اگر اس سے بڑی یا چھوٹی ہون تو بھی جائز ہی، ان کنکریون کو دھوکر ساتھ رکھنا لینا چاہئے، نجس کنکری پھینکنا مکروہ ہی، وقوفِ مشعر الحرام کے وقت یہ دعا پڑھے، تو افضل ہی:

اللّٰھم بحق مشعر الحرام والبیت الحرام والشھر الحرام والرکن	اے اللہ مشعر الحرام کے حق سے اور خانہ کعبہ کے حق سے، اور اس پاک مہینہ کے حق سے اور

والمقام بلغ روح محمد منا التحیۃ والسلام وادخلنا دار السلام یاذا الجلال والاکرام،	حجر اسود اور مقام ابراہیم کے حق سے محمدؐ کی رُوح کو ہمارا درود وسلام پہونچائے اور اے بزرگی وعظمت والے ہم کو رحمت کے گھر (جنت) مین داخل کر،

اس کے بعد الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے، اور لبیک کہے، اور درود پڑھے، اور پھر جو حاجت چاہے، دونون ہاتھ اٹھاکر دعا مانگے،

اعمالِ حج کا سارا سلسلہ ادھر سے عبدیت وانابت، اور اُدھر سے رحمت ورحمت کا ایک مسلسل مظاہرہ ہے، مہمان کو اپنے گھر بلاکر شریف اور کریم النفس میزبان کیسی کیسی خاطرین کرتے ہین، لطف ومدارات مین کیا کوئی کسر اٹھا رکھتے ہین؟ پھر وہ جو سب کریمون سے بڑھکر کریم، اور سب حاتمون سے بڑھکر حاتم ہی، جو کرم اور کریمی سب کا خالق وپروردگار ہی، کیا وہ اپنے گھر کے مہمانون پر لطف ونوازش کی بارش کرنے مین کوئی بات اٹھا رکھے گا؟ اس کے خزانہ مین مغفرت ومرحمت کی کوئی کمی ہے؟ اس کے جود وعطا مین بخل کی کسی آمیزش کا امکان ہی؟ میدان عرفات مین آپ کے سرورؐ وسردارؐ نے آپ کے حق مین، اپنے مولا وپروردگار کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر جو کچھ مانگا تھا، اور وہان سے جو کچھ ملا تھا، اس سے آپ واقف ہو چکے، اب سنئے کہ آپ کا اور ساری دنیا کا وہ غمخوار اور غمگسار جب عرفات سے مزدلفہ پہونچا ہی، تو کیا مانگتا ہی، اور کیا پاتا ہی، کیا طلب کرتا ہے، اور کیا کیا ملتا ہے، خوب یاد ہے، کہ مانگنے والا کون تھا، اور دینے والا کون تھا، عباس

بن مرداس سلمی سے روایت ہے کہ

ان رسول اللہ صلی دعا لامتہ عشیۃ
عرفۃ بالمغفرۃ فاجیب انی قد غفرت
لھم ما خلا الظالم فانی آخذ للمظلوم
منہ قال ای رب ان شئت اعطیت
المظلوم الجنۃ وغفرت
للظالم فلم یجب عشیتہ فلما
اصبح بالمزدلفۃ اعاد الدعاء فاجیب
الی ما سال قال فضحک رسول اللہ
صلعم او قال تبسم فقال ابوبکر
وعمر بابی انت وامی ان ھذہ
لساعۃ ما کنت تضحک فیھا
فما الذی اضحکک اضحکک منک قال
ان عدو اللہ ابلیس لما علم ان
عزوجل قد استجاب دعائی وغفر
لامتی اخذ التراب فجعل
یحثوہ علی راسہ ویدعو بالویل
والثبور فاضحکنی ما رأیت من
جزعہ (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلعم نے عرفات میں سہ پہر کے وقت اپنی امت کی
مغفرت کی دعا کی تو جواب ملا کہ ہم نے بخش دیا تیری امت
کو بجز ان لوگوں کے کہ جو دوسروں کے حقوق تلف
کرنیوالے ہیں مظلوموں کا بدلہ ضرور لیا جائیگا۔ اسپر آپنے
پھر عرض کیا کہ اے پروردگار اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت
دیکر اسے اسپر راضی کر سکتا ہے کہ وہ ظالم کو معاف کردے
اور ظالم کی بھی مغفرت کردے اسکا کچھ جواب نہ ملا یہانتک
تک کہ آپ عرفات سے مزدلفہ میں آگئے اور مزدلفہ میں
صبح سویرے آپنے پھر یہی دعا کی اس وقت یہ دعا قبول
ہوگئی اس وقت آپ مسرت سے ہنس پڑے یا تبسم فرمانے
لگے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا
ہوں آپ ان اوقات (دعا میں) ہنسا نہیں کرتے تو کس
بات سے ہنسے ہیں آپ اللہ کو ہنستا ہی رکھے اس وقت آپ صلعم نے
آپنے ارشاد فرمایا کہ جس وقت اللہ کے دشمن ابلیس نے یہ دیکھا
کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمائی اور میری امت
کی مغفرت کا پروانہ مرحمت ہوگیا تو زمین سے خاک اٹھا اٹھا
کر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور رنج و حسرت سے واویلا کرتا
تو مجھے یہ جزع و فزع دیکھکر ہنسی آگئی۔

الحمد للہ! جو کچھ عرفات میں بھی نہ ملا تھا، مزدلفہ میں مل گیا! اس رحمت بے حساب کا
کوئی حساب لگا سکتا ہے؟ اس کرم بے نہایت کی کوئی پیمائش کر سکتا ہے! مزدلفہ
کی بزرگیوں اور عظمتوں کا کون اندازہ کریگا؟ اور جس نے مزدلفہ میں یہ دعائیں مانگیں
اس کے لطف و شفقت کا کون احاطہ کر سکتا ہے؟ اور پھر جس نے ان دعاؤں کو
قبول کیا، اس کی شان رحمت و مغفرت کے اظہار کے لئے کوئی لفظ، کوئی عبارت
کافی ہو سکتی ہے؟

باب ۳۲

منیٰ بعد حج نمبر (۱)

حج کے سلسلۂ اعمال میں عرفات اور مزدلفہ کی حاضری تو کہنا چاہیے کہ بس گھڑی سواری ہی ہوتی ہے، عرفات میں جاتے ہوئے منیٰ میں بھی کچھ ایسا طویل قیام نہیں ہوتا، البتہ عرفات و مزدلفہ سے واپس آکر منیٰ میں ایک خاصہ طویل قیام ہوتا ہے یعنی ۱۰ ر کی صبح سے لیکر کم سے کم ۱۲ ر کی شام تک، ورنہ ۱۳ ر تک اس تین چار دن کے عرصہ میں مختلف واجبات و سنن ادا کرنے ہوتے ہیں مثلاً شیطان کے کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈانا وغیرہ، اور اسی درمیان میں مکہ جاکر خانۂ کعبہ کا فرض طواف بھی ادا کرنا ضروری ہے، اس سے پہلے جتنے طواف کئے تھے، وہ کوئی حج کے فرض طواف نہ تھے، حج کا فرض طواف وہی ہے، جو عرفات سے واپسی کے بعد ادا کیا جائے، ہم لوگ ۱۰ ر ذی الحجہ (یکشنبہ) کو دن نکلے مزدلفہ سے روانہ ہوئے تھے، اور ڈھائی گھنٹے میں منیٰ پہونچ گئے، آج کے ہجوم و کشمکش کا کیا پوچھنا! منیٰ کے حدود شروع ہونے تھے، کہ ہجوم کی زیادتی بھی محسوس ہونے لگی، ایک ہی سڑک اسی پر اونٹ بھی چل رہے ہیں، گھوڑے گدھے اور خچر بھی، پیدل

Marfat.com

چلنے والے انسان بھی، اور کہین کہین موٹر بھی! آنے والون کے لئے بھی، وہی راستہ اور جانے والون کے لئے بھی وہی! نہ کسی قسم کی ترتیب نہ تنظیم، نہ پولیس کی طرف سے انتظام، نہ کسی اور محکمہ کی طرف سے ہرایک کی یہی کوشش کہ جس طرح ممکن ہو، دوسرے کو دھکا دیکر اپنے لئے جگہ پیدا کرے، چقلپش کا اندازہ سمجھ رکھنے والے ناظرین کے لئے دشوار نہین! اونٹ سے اونٹ لڑ رہے ہین، اور شغدف سے شغدف ٹکرا رہے ہین، اونٹ اپنی طرف زور زور سے بلبلا رہے ہین، اور ان بے زبان جانورون سے کہین زیادہ چیخ چیخ کر ان کے زبان دراز جمّال اور معلم، اور معلمون کے کارندے آسمان سر پر اُٹھائے ہوئے ہین! اور شغدفون کے اوپر جو سواریان بیٹھی ہوئی ہین، کچھ نہ پوچھئے، کہ خوف و دہشت سے اُن کی کیا حالت ہو رہی۔ کچھ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلّا رہے ہین، اور یہ سمجھ رہے ہین، کہ ان کا شغدف اب گرا اور اب گرا، اور کچھ بدحواس ہوکر بالکل چپ سادھ گئے ہین! اور گرد و غبار کی تو حد ہی نہین، ہاتھ اور پیر، کان اور ناک، سر اور منہ، سب خاک سے اٹے ہوئے۔ اِس وقت اپنی جانِ عزیز کے لالے پڑے ہوئے ہین، صفائی اور پاکیزگی کا خیال کس کو!

بڑی فکر یہ سوار تھی، کہ چل کہان رہے ہین، اور منزل پر پہونچکر اتر ین گے کہان؟ عرفات کے میدان مین قیام کرکے خوب تجربہ ہو چکا تھا، کہ عرب کی بے پناہ گرمی سے معلم صاحب کے عنایت کئے ہوئے، دو تنگ اور ہلکے خیمے کہان تک پناہ دے سکتے ہین، پھر وہان تو چند گھنٹے کا معاملہ تھا، کسی طرح گذر ہو گئی

یہان پورے تین دن قیام کرنا ہی، قربانیان ہونگی اور قربانیون کے بعد اپنے ہاتھون کی پیدا کی ہوئی گندگی اور عفونت کی بنا پر جو وبائی بیماریان پھیلین گی انکا کیا علاج ہوگا؟ دماغ مین یہ فکرین گونج ہی رہی تھین، کہ مہربان معلم صاحب نے یہ مژدہ سنایا کہ خیمے ہنوز نصب نہین ہوئے، بلکہ ہم لوگون کے پہونچ لینے کے بعد کہین نصب ہونے شروع ہون گے! انا للہ، اس کو چھوڑئے کہ نصب کس مقام پر ہونگے، وہ جگہ کیسی ہوگی، ابھی سرے سے نصب ہی نہین ہوئے ہین، اور نہ ان کے نصب ہونگی کوئی عجلت ہی! فرنگی قومون کا نکتہ چین مدیر سچ سے بڑھکر اور کون ہوگا لیکن ایسے موقعون پر شرم وندامت سے کہنا پڑتا ہی کہ ہمارے دینداد کاش ان بے دینون ہی سے کچھ سبق حاصل کرتے! بڑے سے بڑے مجمع ان دنیا پرستون کے ہان بھی ہوتے ہی رہتے ہین، پھر آخر وہ کس طرح خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے مہمانون کی راحت اور پردیسیون کی آسایش کا سامان بات کی بات مین کر دیتے ہین اور پردیس کو دیس سے بھی کہین بڑھکر خوشگوار بنا دیتے ہین! یہ بالکل صحیح ہی کہ عبادت عبادت ہی کے لئے کیجاتی ہی، نہ کہ لذت اور مزہ داریون کے لئے لیکن بلا ضرورت مشقت اور تعب برداشت کرنا اور عبادت کو بلاوجہ تکلیف دہ اور ناخوشگوار بنا دینا، یہ آخر کس آئینِ شریعت وقانونِ طریقت کے مطابق ہی؟

پختہ مکانات کی قدر آج جاکر معلوم ہوئی، اپنے دیس مین آنکھ کھولی [illegible] مکان کے اندر، ساری عمر حویلیون اور کوٹھیون ہی مین گذری، دل سے معمولی بات اور انھین اپنا فطری حق سمجھکر ان کی قدر نہ پہچانی! اور ایک اسی پر کیا موقوف

ہے، اللہ کی جو بھی نعمت بلا مشقت اور فراوانی کے ساتھ ملتی رہتی ہے، ان سب
کے ساتھ اپنی ناشکری کا یہی معاملہ رہتا ہے، آج جب اپنے قبضے میں کوئی پختہ
چھت نہ تھی، اور یہ تصور پیش نظر تھا، کہ منٰی کے مہینے میں عرب کے ملک میں تین دن
اور دو راتیں امت ایک بڑے قافلہ کے کھلے میدان، یا کپڑے کی چھت کے نیچے کاٹنی
ہونگی، تو زندگی میں پہلی بار یاد پڑا، کہ پختہ مکان کا میسر آجانا بھی اللہ کی ایک خاص
نعمت ہے، اور اللہ کے بیشمار بندے ایسے ہیں، جو ساری ساری عمریں بغیر اس نعمت
ہی کے بسر کر دیتے ہیں، حیدرآباد کے سرکاری قافلہ کے لئے جو پختہ مکان یہاں کرایہ
پر لیا گیا تھا، وہ عظیم الشان بھی، اور یہ بھی صحیح کہ حجاج حیدرآباد کے سرکاری
ایجنٹ، حاجی بلال صاحب بڑے خلیق اور سالار قافلہ میر فیض الدین صاحب
ان سے بھی بڑھکر خلیق، متواضع و مہمان نواز لیکن بہرحال ان بیچاروں کے پاس
بھی تو جگہ محدود ہی ہے، دو ایک آدمی ہوتے تو بھی مضائقہ نہ تھا، لیکن یہ پورے
سولہ آدمی، جنمیں عورتیں بھی ہیں، اور بوڑھے بھی، وہاں کہاں ٹھہر سکیں گے، اور
ان کی راحت و آسائش کے لائق وہ لوگ بیچارے، کہاں سے انتظام کر سکیں گے

دل ابھی اسی حیص بیص میں تھا، اور قریب تھا، کہ معلم صاحب کسی
مقام پر شغدفوں کو اتارنے کا حکم دیدیں، کہ اتنے میں ہماری سالی صاحبہ، بیگم نواب
ناظر یار جنگ بہادر، جج ہائی کورٹ، حیدرآباد مع اپنے شوہر کے دکھائی دیں (حیدرآباد
کے ناظر یار جنگ بہادر اور لکھنؤ کے ڈاکٹر ناظر الدین حسن بیرسٹر ایٹ لا سے دکن اور اودھ
میں کون ناواقف ہوگا؟) یہ بھی مع اپنے شوہر اور بچوں کے اسی سال حج کے لئے آئی
ہوئی ہیں، انکا ملنا تھا کہ مکان کی مشکل آسان تھی، ان کے پاس علاوہ اچھے وسیع

مضبوط خیمون، اور قناتون سے بھرے ہوئے صحن کے ایک مختصر پختہ مکان بھی تھا اور اچھے موقع سے تھا، آدھ گھنٹہ مین میرا ذاتی قافلہ آٹھ آدمیون کا، ان کا مہمان تھا بقیہ آٹھ ساتھی حیدرآباد والے مکان مین اتر پڑے، اور وہ سب بھی آرام سے رہے

——— بابا آدم جنت سے جدا ہونے کے بعد جب مزدلفہ مین اماں حوا سے ملے تھے، تو انکی اس وقت کی مسرت کی روایتین اور حکایتین بہتون نے پھیلا پھیلا کر لکھی ہین اس مسرت و راحت کا ایک ہلکا سا نمونہ اس ابن آدم کو مزدلفہ مین نہ سہی منیٰ مین بیوی کی بہن سے مل کر دیکھنے مین آیا، اسے کوئی صاحب محض لطیفہ نہ سمجھین، یہ واقعہ ہے کہ جو راحت و آسایش اس پختہ مکان کے نصیب ہو جانے سے ملی، اس کی عشر عشیر بھی خیمہ مین ممکن نہ تھی،

آج ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ مین داخل ہوتے وقت اگر یہ دعا پڑھی جائے تو بہتر ہے:۔

اللھم ھذہ منی قد اتیتھا و انا عبدک و ابن عبدک اسألک ان تمن علی بما مننت به علی اولیائک اللھم انی اعوذ بک من الحرمان والمصیبة فی دینی یا ارحم الراحمین الحمد للہ الذی المغنی سالماً معافیاً۔	اے اللہ مین آج منیٰ مین پہونچا ہون، مین تیرا بندہ ہون اور تیرے بندہ زادہ ہون، تجھ سے التجا کرتا ہون کہ میری آرزوئین پوری کر جس طرح تو نے اپنے اولیا کی آرزوئین پوری کی ہین اے اللہ مین پناہ مانگتا ہون کہ دین کے باب مین محرومی اور مصیبت مین پڑون اے سب سے بڑھکر رحم کرنے والے، شکر ہی اس کا

منیٰ کے دورانِ قیام مین خاص عبادتین یہ چار ہین، شیطانون کے کنکریان مارنا جسے اصطلاح مین رمی کرنا یا رمی جمرات کرنا کہتے ہین، قربانی کرنا، حلق یا قصر (یعنی سر کے بال منڈانا یا کترانا) اور مکہ جا کر طوافِ زیارت کرنا، ترتیباً رمی کا شروع کر دینا سب سے مقدم ہی، روایتون مین آتا ہی، کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے لے چلے ہین، تو راستہ مین تین مرتبہ شیطان ملا، اور باپ بیٹے کو راہِ حق سے بہکانا چاہا، اور تینون مرتبہ ناکام و نامراد رہا، اس واقعہ کی یادگار مین انھین تینون مقامات پر پتھر کے قدِ آدم ستون بے ہنگم اور بے ڈول سے تعمیر کر دیے گئے ہین، اور ربِ جلیل کے بندے، سنتِ خلیلؑ کے قایم رکھنے کو آج تک برابر انھین مقامات پر شیطان کو کنکریان مارتے چلے آرہے ہین، ہر ستون کو جمرہ کہتے ہین، جمرات اور جمار اسی لفظ جمرہ کی جمع ہے "رمی" کے لفظی معنی ہی پھینکنے کے ہین، تینون جمرے تینون سڑک پر بازار کے وسطا وسط مین واقع ہین، جو جمرہ مکہ سے آتے وقت سب سے پہلے منیٰ کے کنارے پر پڑتا ہے، اسے جمرۂ عقبہ کہتے ہین دوسرے کو جمرۂ وسطیٰ اور تیسرے کو جمرۂ اولیٰ، جو عرفات و مزدلفہ کی سمت مین واقع ہی عوام کی زبان مین یہ بڑا شیطان منجھلا شیطان، چھوٹا شیطان کہلاتے ہین، تینون کے درمیان ایک ایک دو دو فرلانگ کا فاصلہ ہی،

آج جمرۂ عقبہ کی رمی کرنی چاہیے، اور آج کے لئے صرف ایک جمرہ کی رمی ہے، باقی دو کی نہین، رمی کی کنکریان جنس زمین سے ہونا چاہیے۔ یعنی پتھر یا مٹی کی کنکریان، اگر کوئی شخص لوہے، سونے چاندی کی کنکریان بنا کر مارنا چاہے؟

Marfat.com

صحیح نہ ہوگا، کنکریان تعداد مین سات سے کم نہ ہون، اگر زیادہ ہو جائیں مضائقہ نہین
ہر کنکری داہنے ہاتھ سے انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے پکڑ کر پھینکے اور پھینکتے وقت
یون تکبیر کہنا چاہیے، بسم اللہ اللہ اکبر رجماً للشیطان، ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھ
لے تو بہتر ہے۔ اللھم اجعل حجی مبرورا وسعیی مشکورا وذنبی مغفورا۔ کنکریان
بہتر ہے کہ مزدلفہ سے چنکر اپنے ہمراہ لائے نہ ہون تو دوسری کنکریان بھی
درست ہے، البتہ جو کنکریان دوسرون کی پھینکی ہوئی وہان پڑی ہوئی [illegible]
ہین انھین کو اٹھا اٹھا کر رمی کرنا مکروہ ہے۔ جمرۂ عقبہ کے [illegible] طرف نشیب [illegible]
بہتر ہے کہ وہین کھڑے ہو کر رمی کرے لیکن اگر ہجوم کے باعث وہان جگہ نہ [illegible]
یا زیادہ دقت کا خیال ہو تو چوتھی طرف پہاڑی ہو اس کی بلندی سے بھی پھینکنا
جائز ہے، کنکریون کو دھو لینا بھی بہتر ہے تاکہ [illegible]
دن اس جمرہ کی رمی کے بعد ہی چلا جائے توقف کرنا مسنون نہین [illegible]
تھوڑی دیر مین کنکریون کا ایک پورا ٹیلا بنجاتا ہے اگر حاجیون کی تعداد کم سے کم
تخمینہ کے بموجب ایک لاکھ ہی فرض کیا جائے اور ہر حاجی کی کنکریون کی
تعداد بھی کم سے کم فرض کیجائے یعنی سات سات، تو صرف آج ہی
کے دن (ابھی آئندہ تاریخون کا حساب نہین) اس جمرہ پر کم سے کم سات لاکھ
کنکریان تو اکٹھی ہو ہی جاتی ہین۔ لیکن اللہ کی قدرت کہ آپ ہی آپ [illegible]
غائب بھی ہو جاتا ہے، اور حج کے بعد اگر دیکھئے تو پھر وہی صفایا [illegible]
بھی کرنا جائز ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ و امام احمدؒ کے قول کے مطابق [illegible]
دیر کرنا افضل ہے (قاضیخان) بہتر یہ ہے کہ ہر حاجی اپنے ہاتھ سے رمی کرے۔

Marfat.com

لیکن بیماروں، ناتوانوں اور معذوروں کی طرف سے نیابۃً کوئی دوسرا بھی کر سکتا ہے، اس رمی کا وقت افضل و مسنون آج کی تاریخ طلوع آفتاب سے لیکر زوال تک ہے، زوال و غروب کے درمیان بھی بلا کراہت جائز ہے، بعد غروب طلوع صبح صادق تک جائز ہے مگر بہ کراہت۔ لبیک اب تک تقریباً ہر موقع کا ایک ضروری جزو تھا، پہلی رمی کے ساتھ ہی اسے موقوف کردینا چاہیے،

ہم لوگ بحمد اللہ دوپہر تک رمی سے فارغ ہو گئے، اس کے بعد قربانی کا نمبر آتا ہے، قربانی کے لئے تین جانور شریعت نے رکھے ہیں، اونٹ، گائے (بیل)، بکری، اونٹ، گائے اور بیل میں سات سات آدمیوں کی شرکت ہو سکتی ہے اور بکری میں شرکت مذہب حنفی میں جائز نہیں، ہر شخص کی طرف سے ایک بکری یا بھیڑ ہونی چاہیے، اس کے باوجود بھی کفایت بھیڑ یا بکری ہی میں ہوتی اونٹ کثرت سے قربانی کے لئے ملتے رہتے ہیں، لیکن سات حصوں میں تقسیم ہو کر بھی خاصے گراں پڑتے ہیں، گائے بیل بھی اچھی خاصی تعداد میں مل جاتے ہیں لیکن اگر کفایت کا خیال مد نظر نہ ہو اور جیب میں کافی گنجائش ہو تو افضل یہ ہے کہ اونٹ کی قربانی کرے، فقہا کی تصریحات اونٹ اور پھر گائے کے حق میں ہیں

اعلاھا بدنۃ من الابل ثم البقر (ردالمختار) بہترین قربانی اونٹ اور گائے کی ہے،

لانہ اعلیٰ وھو الابل وھو افضلہ و	ایک قربانی اعلیٰ و افضل ہے اور وہ اونٹ کی ہے
اوسط وھو البقر (طحطاوی)	ایک درجہ اوسط کی ہے اور وہ گائے کی ہے
عندنا افضلھا الابل ثم البقر	ہمارے مذہب میں سب سے اعلیٰ قربانی اونٹ

Marfat.com

تمام النغم (فتح القدیر) ہے پھر گائے کی اور پھر بکری کی،

امام شافعیؒ نے عطاؒ کے حوالہ سے یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ سب ادنیٰ قربانی بھیڑ بکری کی ہے، بکریوں اور بھیڑیوں کا نرخ منیٰ میں تقریباً وہی ہے جو ہندوستان میں عید اضحیٰ کے موسم میں ہو جاتا ہے، پہلے ہر شخص جہاں چاہتا تھا اپنا جانور ذبح کر ڈالتا تھا اور خون گوشت کھال ہر جگہ پڑی رہتی تھی، گویا سارا منیٰ ایک وسیع مذبح تھا اس سے قدرۃً عفونت پھیلتی اور طرح طرح کی وبائیں نمودار ہوتیں، اب کی سال خدا کے فضل سے اس طرح کی نوعیت نہیں ہوئی، ایک مستقل مذبح بن گیا ہے وہیں جاکر سب نے قربانیں کیں اور وبائوں اور بیماریوں سے بالکل امن رہا، ہمارے قافلہ میں شیخ مشیر الزمان صاحب ہمہ تن خلوص و محبت ہیں اور ایک پیکر ایثار و انقیاد، قافلہ بھر کا سارے سفر میں اول سے آخر تک عملی اور انتظامی کام ہی کرتے رہے، آج بھی اس کڑی دھوپ میں ہم لوگوں کو تو باہر نکلنے کی ہمت ہوئی نہیں، وہی بیچارے جاکر ہم آٹھ شخصوں کی طرف سے قربانیاں کر آئے،

یاد رہے کہ سات و آٹھ کی درمیانی شب میں حج کے لئے جو احرام باندھا تھا وہ ابھی بندھا ہوا ہے، اور احرام کے جو قیود و شرائط ہیں، ان کی پابندیاں اس وقت تک بدستور نافذ ہیں، صرف تلبیہ (لبیک کہنا) البتہ پہلی رمی کے بعد موقوف ہو گیا ہے، قربانی سے فراغت کے بعد احرام اتارنے کی فکر ہوئی اس کے لئے مذہب حنفی میں ضروری ہے کہ پہلے سر منڈا دیا جائے، یا کم سے کم بال کتروا دیے جائیں، فضیلت سر منڈانے والوں کو ہی، سرور کائنات (صلعم) نے ان کے حق میں از خود دعا فرمائی

Marfat.com

بہتر اور بال کتروانے والوں کے حق مین صحابہؓ کے اصرار سے: فقہا لکھتے ہین کہ سر منڈانا ایسا ہے، جیسے غسل کرنا، اور بال کترانا ایسا ہے، جیسے وضو کرنا، بہرحال اب حجام کی تلاش شروع ہوئی، ایک پیر مرد دستیاب ہوے، اتفاق سے وہ یہی نہین کہ ہندوستانی اور ہمارے صوبہ کے تھے، بلکہ خاص ہمارے ضلع بارہ بنکی کے نکلے، تیس چالیس سال ہوئے وطن چھوڑ کر یہین چلے آئے ہین، عورتون کے لئے سر منڈانا جائز نہین، ان کے لئے بالون کی لٹ انگلی کی ایک پور کے برابر کاٹ دالنا کافی ہے، سر منڈاتے وقت کچھ دعائین پڑھتے رہنا، اور تکبیر کہتے رہنا، مستحب ہے، لیکن ہمارے حجام صاحب کو اللہ کے ذکر سے زیادہ دلچسپ اپنی باتین معلوم ہوئین، عصر وقت آخر ہو رہا تھا، کہ ہم لوگ حجامت سے اور غسل سے فارغ ہو گئے، حج کا احرام جسم سے اتار دیا اور سب نے اپنا معمولی لباس پہن لیا،

Marfat.com

باب ۳۳

منیٰ بعد حج نمبر (۲)

کلام مجید میں ایک مقام پر، جہاں مناسک حج کا ذکر ہے، ایک حکم یہ بھی ہے، کہ "ولیطوفوا بالبیت العتیق (سورۂ حج) لوگ خانہ کعبہ کا طواف کریں، حج کے اصلی رکن یعنی فرائض، احرام پوشی کے بعد صرف دو ہیں، وقوف عرفات اور طواف کعبہ، مفسرین وفقہا کا اجماع ہے کہ جو طواف فرض ہے، وہ یہی طواف ہے جو وقوف عرفات کے بعد، یوم عید (۱۰ ذی الحجہ) کو یا اس کے بعد کیا جائے، اس سے قبل جو پہلا طواف کیا تھا، وہ عمرہ کا طواف تھا حج کا طواف نہ تھا، درمیان میں اور جتنے طواف کئے تھے سب نفل طواف تھے، طواف فرض کا وقت اب آیا، اس کے لئے ضروری ہے کہ منیٰ سے جاکر کیا جائے، اور بہتر یہی ہے، کہ اس سے فارغ ہو کر پھر منیٰ میں واپس آئے، اور یہاں رمی جمرات (شیطان پر کنکریاں مارنے) کو تکمیل تک پہونچائے۔ اس طواف کا مشہور نام طوافِ زیارت ہے، طواف رکن [illegible] اضافہ، طواف یوم النحر بھی اسی کو کہتے ہیں، یہ طواف قربانی کرکے اور سر منڈانے کے بعد ہر وقت کیا جا سکتا ہے، اس کا وقت ۱۰ کی صبح سے شروع ہو کر ۱۱ اور ۱۲

Marfat.com

تک رہتا ہی، لیکن افضل یہ ہی کہ ۱۰رہی کو کرے، رسول اللہ صلعم نے ۱۰رہی کو یہ طواف ادا فرمایا تھا، طواف کے طریقے اوپر تفصیل سے بیان ہو چکے ہین، بس انھین طریقون پر یہ طواف بھی ہوگا، اسی طرح باب السلام سے مسجد حرم مین داخلہ اسی طرح نیت طواف، اسی طرح سات پھیرے، اسی طرح مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز، اسی طرح آب زمزم کے تبرک سے فیض یابی، اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان سعی غرض کوئی نئی بات اس طواف کے ساتھ مخصوص نہین،

حدیث اور فقہ کی کتابون مین ایک بحث یہ آتی ہی، کہ کسی شخص نے صبح کے وقت یہ طواف کیا، اور منیٰ بھی اسے واپس آنا ہی، تو وہ نماز ظہر کہان پڑھے؟ مسجد حرم مین یا منیٰ مین واپس اگر؟ حدیث مین روایات دونون طرح کی ملتی ہین، اور لطف یہ کہ ہے کہ دونون روائتین صحیح مسلم کی ہین، پہلی حدیث باب حجۃ النبی صلعم مین حضرت جابرؓ کے حوالہ سے ایک بڑی طویل روایت مین آتی ہے، اور اس مین صاف یہ فقرہ آتا ہی، کہ

فافاض الی البیت فصلی بمکۃ الظھر،	حضورؐ نے خانہ کعبہ کے طواف افاضہ کے بعد مکہ مین نماز ظہر ادا کی۔

اور دوسری حدیث باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حوالہ سے یون آتی ہی:۔

عن نافع عن ابن عمر ان النبیؐ صلعم افاض یوم النحر ثم رجع	نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے ۱۰ ذی الحجہ کو طواف

Marfat.com

فصلے الظہر بمنیٰ،	افاضہ کیا، اس کے بعد واپس چلے آئے اور نماز ظہر منیٰ میں ادا کی،

صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ حضرت نافعؒ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ تعامل بھی منقول ہے، کہ

قال نافع فکان ابن عمرؓ یفیض یوم النحر ثم یرجع فیصلے الظہر بمنیٰ ویذکر ان النبی صلعم فعلہ	آپ دسویں ہی کو طواف افاضہ کیا کرتے تھے، اور پھر نماز ظہر منیٰ میں واپس آکر پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہی عمل ہمارے رسول (صلعم) کا،

محدثین نے دونوں معارض روایتوں کے درمیان تطبیق یوں دی ہے، کہ

ووجہ الجمع بینھما انہ صلعم طاف للافاضۃ قبل الزوال ثم صلی الظہر بمکۃ فی اول وقتھا ثم یرجع الی منا فصلی بھا الظہر مرۃ اخری باصحابہ حین سالوہ ذالک فیکون منفلاً بالظہر الثانیۃ الق بیناً	حضورؐ نے طواف قبل زوال فرمایا اس کے بعد نماز ظہر اول وقت مکہ میں پڑھ لی، پھر منیٰ واپس تشریف لائے، تو صحابہ کے دریافت فرمانے پر حضور نے ان کے ہمراہ منیٰ میں دوبارہ پھر نماز پڑھ لی، اور یہ دوسری نماز بطور نماز نفل کے ہوگئی،

یہ عبارت علامہ نووی شارح مسلم کی تھی، اور اسی قول کو بہتوں نے اختیار کیا ہے۔

یہ فیصلہ محدثین کا تھا، ہمارے فقہاء رحمہم اللہ میں صاحب فتح القدیر نے یہ بات خوب لکھدی ہے، کہ جب دو روایتیں ایک دوسری کے متضاد ملتی ہیں، تو دونوں

ساقط ہو جاتی ہیں، اور نماز ظہر تو بہر حال پڑھنا ضروری ہے، پس بہتر ہے کہ اسے مکہ ہی میں پڑھا جائے، کہ مسجد حرم کی نماز کی فضیلت بجائے خود ثابت و مسلم ہے، ۱۰ ارکو اتنی مہلت تو کیا ملتی، دن نکلنے کے دو تین گھنٹے بعد تو پہونچے ہی تھے، قیامگاہ کی تلاش، وہاں سے کنکریاں پھینکنے کے لئے مجمع کو چیرتے ہوئے، اور خاصی مسافت طے کر کے جمرہ عقبہ تک جانا، ہجوم کے اندر گھس پل کر کسی طرح رمی سے فارغ ہونا اور پھر اسی طرح مجمع کے اندر سے دھکے کھاتے ہوئے واپس آنا، کھانا کھانا، قربانی کرنا، سر منڈانا، غسل کرنا، سارا دن اسی میں تمام ہو گیا، اور ۱۰ ار سے قبل طواف زیارت کے لئے مکہ جانے کی نوبت نہ آسکی، ابھی گذر چکا ہے، کہ ۱۰ ار کا طواف افضل ہے لیکن دین فطرت میں ہر طرح کی آسانیاں اور سہولتیں ہی ہیں، دین سختیوں اور دشواریوں کا نام نہیں، فقہاء رحمہم اللہ کے ہاں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ساتھ میں اگر عورتیں ہوں، تو بلا تکلف بجائے ۱۰ ار کے ۱۱، ۱۲ کو طواف کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ ۱۰ ارکو ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے، یہ رعایتیں اور رخصتیں ہم جیسے ضعفاء کے حق میں پروانہ رحمت ثابت ہوتی ہیں،

---

۱۱ ر ذی الحجہ کو صبح سے سواری کی تلاش شروع ہوئی، یاد رہے کہ مکہ سے ۸ ر ذی الحجہ پانچ دن کے لئے جو اونٹ کرایہ پر کئے گئے تھے، ان کے کرایہ میں منیٰ سے مکہ تک کا یہ طواف زیارت والا سفر شامل نہ تھا، —— کم از کم ہمارے معلم نے تو یہی دستور ہمیں بتایا، —— بہر حال خاصی تلاش و انتظار کے بعد چار اعرابیوں سے کرایہ طے ہوا، ہمارے قافلہ کے علاوہ ناظر یار جنگ کا

کا قافلہ بھی ہمراہ ہوا، اس لئے اتنی سواریون کی ضرورت پڑی، اعرابی کی بات پہلے کسی مقام پر ذکر آچکا ہی، کہ حیدرآبادی جھٹکے کی طرح ایک بکس نما سواری ہوتی ہی جس کے اندر بیٹھنے کے بعد آدمی بند ہوجاتا ہی، ان اعرابیون کا تجربہ پیشتر بھی ہوچکا تھا، آج پھر ہوا، ہر اعرابی کے اندر چار چار، پانچ پانچ سواریان بیٹھتی ہین، کسی مین گھوڑا، اور کسی مین خچر جتا ہوتا ہی، عرب کے گھوڑون کی تعریف ہمیشہ سنتے آئے تھے لیکن وہ نسل شاید اب ناپید ہوگئی ہے، جو کچھ دیکھا، وہ اس سے بالکل مختلف تھا، جو کچھ اب تک سنا تھا، ہر گھوڑا مریل، اور خالی مریل ہی نہین، اڑیل بھی! ہمارے ہان کے اکون کے ٹٹوان سے بدرجہا بہتر ہوتے ہین، اور اعرابیون کی حالت گھوڑون سے بھی ابتر! خدا معلوم مکہ کی حکومت بلدیہ ایسی سڑیل سواریون کو "پاس" کرتے وقت اپنے احساس ذمہ داری کو کہان رکھ آتی ہے، یہ سب تفصیل اس لئے حوالۂ قلم ہورہی ہی کہ جو دینی بھائی اس سفرنامے کو پڑھین، وہ ہر موقع کی راحتون اور زحمتون دونون کا پیشتر سے خوب اچھی طرح اندازہ لگائین، اور ہر موقع کے لئے اسی مناسبت سے تیار رہین، جو زحمت خلاف توقع اور اچانک پیش آجاتی ہی، وہ محسوس بھی بہت زیادہ ہوتی ہی، فی اعرابی کرایہ غالباً چار چار ریال سعودی (ایک ریال ہندوستان کے تقریباً ۸ آنہ کا ہوتا ہی) طے پایا، راستہ ابھی نصف طے ہوا تھا، کہ بلا کسی ظاہری سبب کے اچانک ہماری اعرابی اُلٹ گئی، جانور الگ، اور سواریان ایک دوسرے کے اوپر اسی اعرابی کے قفس کے اندر بند! ہم لوگ تو خیر محفوظ رہے البتہ منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی (جنکا ذکر مدینہ منورہ کے ذیل مین

آچکا ہی) کا پیر ایک ٹوٹے ہوئے تختے میں پھنس گیا، اور اُن بیچارے کے چوٹ اچھی خاصی آئی، مرہم پٹی کا سامان بھلا کہاں دستیاب ہوتا، پیر پانی سے دھو بیچارے پھر سے سوار ہوئے، اور شکر کے نہ سہی، صبر کے مراتب از سر نو طے ہونے لگے،

ہندوستان کی گھڑیوں کے اعتبار سے، کوئی ساڑھے آٹھ کا وقت ہوگا کہ حرم شریف کے دروازوں پر پہونچ گئے، جنت المعلیٰ ۸ ذی الحجہ کو منیٰ جاتے وقت بھی راستہ میں پڑا تھا، لیکن آج اسے ذرا زیادہ غور و اطمینان سے دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور جتنا قریب سے دیکھا اسی قدر حسرت میں اضافہ ہوا — خیر یہ تذکرہ تو پھر کبھی ہوگا، در حرم پر پہونچے، اور اندر داخل ہوتے ہی ساری کلفتیں، ساری زحمتیں، ساری تکلیفیں دور تھیں، وہی بشاشت وہی مسرت، وہی تازگی! اللہ اللہ! گھر والے نے گھر کی کیا شان رکھی ہے! تسکین و تسلی کے سارے نسخے، اطمینان و سکونِ خاطر کی ساری تدبیریں اکٹھا اور اس بے گھر والے کے گھر کی زیارت، اس بے مکان اور لامکان والے مکین کے مکان کا دیدار دوسری طرف! بزرگوں نے کہا ہی، کہ دل کا سکون اور چین چاہتے ہو، تو دل کا تعلق اللہ سے پیدا کرو، یہاں یہ عرض کرنا کہ اللہ سے دل کا لگانا تو اللہ والوں کا کام ہی، اللہ تک اگر براقِ ہمت اور کمندِ حوصلہ کی رسائی نہیں ہوتی، تو بیت اللہ تک کیوں نہ پہونچئے؟ اور کے تصور کو چھوڑ کر آنکھوں سے دیدار کی دولت کے حصول میں کیوں قصور

لیجیے؟ مکان والے کا جمال کا حال تو قدوسیون اور ملکوتیون سے پوچھیے، باقی خود مکان کے در و دیوار مین جو حسن و جمال ہے، جو کشش و رعنائی ہے، جو زیبائی و محبوبی ہے، اس سے اگر کوئی خاکی و ناسوتی باوصفِ قدرت محروم رہے، تو اس بیچارے کی محرومی پر جی چاہتا ہے دل کھول کر آنسو بہایئے! لوگ کہتے ہین، اور سچ کہتے ہین! کہ حج کے سفر مین بڑی بڑی زحمتین پیش آتی ہین، لیکن اداے فریضہ حج کا تو ذکر الگ رہا، عرفات کی حاضری، مزدلفہ کی شب باشی، منیٰ کی قربانی، یہ ساری چیزین الگ رہین، محض کعبہ کا دیدار، سیاہ پتھر والے اور سیاہ غلاف والے بقعۂ نور کا پرتوِ جمال بجائے خود وہ نعمت ہے کہ اس کی قیمت مین اگر صد ہا ہزار اور ہر سفر کی صدہا زحمتین اور صعوبتین پیش کرنی پڑین، تو ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ سودا پھر بھی ارزان ہے! یہ جو کچھ کہہ رہا ہون، اپنے جیسے کور بصرون اور ٹھیٹھ دنیا دارون کی زبان سے کہہ رہا ہون، اور عارفون اور بصیرت والون کے نزدیک تو ہر بار اگر سر بھی نذر کرنا پڑے، جب بھی یہ سودا گران نہ ہو!

متاعِ وصلِ جانان بس گران ست
گر این سودا بہ جان بودے چہ بودے

"وصلِ جانان" سے شاعر نے جو کچھ بھی مراد لی ہو، ہم کوتاہ بینون کے لئے تو درِ جانان تک رسائی، اس گھر کی زیارت ہی سب سے بڑی دولت، اور اپنی ہمتون اور حوصلون کا آخری منتہا ہے!

طواف اس سے پیشتر متعدد ہو چکے تھے، مگر آج کے طواف کا کیا کہنا! صبح کا ٹھنڈا

Marfat.com

وقت، مجمع نسبتہً بہت کم، عرفات و مزدلفہ سے واپسی کی برکتین، ادائے فرض کا احساس سب نے مل ملاکر عجب کیفیت پیدا کر رکھی ہی، مکان کے ہر جگہ کے ساتھ، صاحبِ مکان پر فدا ہونے کو جی چاہ رہا ہی، ملتزم پر دعا مانگنے کا موقع بھی آج ہی ملا، حجر اسود اور خانۂ کعبہ کی چوکھٹ کے درمیان، دیوار کا جو حصّہ ہے، اور جو کوئی ۱۰ بالشت ہوگا اس کا نام ملتزم ہی، اور جو مقامات اجابتِ دعا کے لئے مخصوص ہین، اُن مین سے ایک مقام یہی ملتزم ہی، حضرت ابن عباسؓ کی روایت مین آتا ہی، کہ رسول اللہ صلعم نے بہ قسم ارشاد فرمایا کہ "یہ وہ جگہ ہے، جہان مین نے جو دعا مانگی قبول ہوئی" جب رسول اللہ صلعم نے یہان دعائین مانگی ہین، اور بار بار مانگی ہین، اور ہر مرتبہ اپنی مانگی مرادین پائی ہین، تو کوئی امتی یہان کیون کمی کرے، اوہ بیچارہ تو ہمہ احتیاج ہمہ درماندگی ہے، مناسک کی کتابون مین آتا ہے، کہ ملتزم سے لپٹ کر (ملتزم کے لفظی معنی بھی یہی ہین کہ "جس سے لپٹا گیا") اور غلافِ کعبہ کو تھام کر خوب دعائین مانگے حضورِ قلب کے ساتھ مانگے، اور ہو سکے تو آنسوؤن کا تحفہ نیاز ناز والے کی خدمت مین پیش کرے، بعض روایات مین آیا ہی، کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جبریلؑ ملتزم سے لپٹے ہوئے، یہ دعا مانگتے رہتے ہین:-

یا واجد یا ماجد لا تزل عنی نعمۃ انعمتھا علی،	اے قدرت والے، اے عزت والے، جو نعمت تو نے مجھے عطا کی ہی مجھ سے زائل نہ فرما!

ان الفاظ کی جامعیت اور ان کی برکت کا کیا پوچھنا، لیکن اکیلی اسی دعا موقوف نہین، اس وقت جو کچھ دل مین آئے، سب کچھ کہہ سنائے، اور جو کچھ اپنے لئے، یا جس کسی کے لئے مانگنا ہو، سب کچھ مانگ ڈالے، سوزِ دل و رقتِ قلب کے

زیادہ فکر و اہتمام نہ کیجئے، وقت اور موقع ایسا ہی، کہ انشاء اللہ از خود پیدا ہو کر رہے گی،

ان سطور کا محرر، نامہ سیاہ، کیا بتائے کہ اُس نے کیا کیا مانگا؟ کوئی دو چار دس بیس گناہ ہوں، تو متعین طور پر انھیں یاد کرکے، اور ان کے نام لے لیکر ان سے معافی چاہی جائے، لیکن جس کی زندگی کی ساری فردِ عمل سیاہیوں کا ایک مجموعہ اور تاریکیوں کا ایک تسلسل ہو، وہ اپنے کس کس گناہ کو یاد کرے، اور کس کس سے معافی چاہے؛ مگر خدا کی قدرت، اس وقت اپنی ساری خطائیں اور معصیتیں، ساری تباہ کاریاں اور عصیاں شعاریاں، ایک ایک کرکے یاد آتی چلی جارہی ہیں! اور دعائیں جو زبان سے اور زبانِ قلب سے نکل رہی ہیں، وہ تنہا اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے والوں کے لئے بھی، عزیزوں کے لئے، دوستوں کے لئے، بزرگوں کیلئے اور سب سے بڑھکر امت اسلامیہ کے لئے ہیں، آج ہندوستان ہیں اور اکیلے ہندوستان ہی پر کیا موقوف ہے، سارے عالم اسلام میں مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ ان کا زوال اور ادبار، ان کی پستی اور فلاکت، ان کی بدنظمی اور بے عملی، انکا نفاق اور انتشار کس نوبت کو پہونچ چکا ہے! اے کعبہ کے مالک، اس قبلۂ جماعت کے انتشار کا دور کر دینا، اور ان کے قلوب کو ایمان سے، حسنِ عمل سے، نور ہدایت سے باہمی نظم و اتحاد سے معمور کر دینا، سب تیرے ہی ہاتھ میں ہے! ذلتوں کی انتہا ہو چکی، رسوائیاں اپنی حد کو پہونچ چکیں، گلی گلی تیرے خلیلؑ کی ذریت پر طنز ہیں، طعنے ہیں، مضحکہ ہے، گھر گھر تیرے حبیبؐ کی امت کے ساتھ تمسخر و استہزا ہے

Marfat.com

پھبتیان اور آوازے ہین، ہم اپنی شور بختیون سے تو کعبہ کو مدت ہوئی بھلا چکے،
اب کیا کعبہ نے بھی ہمکو بھلا دیا؟ او ربِّ کعبہ! تیری ذات سہو ونسیان سے پرے
ہے، تو تو کبھی اور کسی کو نہین بھول سکتا، کون کہے اور کس طرح کہے، کہ تو نے
بھی طوافِ کعبہ پر آس لگانے والون کو، محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والون کو اپنی نگاہِ لطف
وچشمِ التفات سے بھلائے رکھا ہی!

Marfat.com

باب ۳۴

منیٰ بعد حج نمبر (۳)

حطیم کا ذکر پہلے آچکا ہے، خانہ کعبہ سے ملا ہوا وہ نیم مدور صحن، جو مطاف کے اندر ہے، اور جو حکماً خانہ کعبہ ہی کا ایک جزو ہے، اس میں نماز پڑھنا گویا خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا ہے، طواف کرنے اور ملتزم سے لپٹ کر دعائیں مانگ چکنے کے بعد آج اطمینان سے حطیم کے اندر بھی حاضری کا موقع ملا، جس کا جتنی دیر تک جی چاہا، یہاں نمازیں پڑھیں، اور دیوارِ کعبہ سے لگ لگ کر اور لپٹ لپٹ کر دعائیں کیں، کسی کسی نے دیوار و فرش کی خاک اٹھا کر بطور تبرک ساتھ لے لی، کہتے ہیں کہ مطاف میں اولیاء و اقطاب و ابدال ہمیشہ حاضر رہتے ہیں، رہتے ہوں گے، ولی کو پہچاننے کے لئے خود نگاہِ ولایت کی ضرورت ہے، عامیوں سے اس بارے میں کسی اظہار رائے کی توقع ہی بیکار ہے، البتہ بعض نورانی چہروں پر انتہائی خشوع خضوع کے، انتہائی تضرع و ابتہال کے، انتہائی عبدیت و انابت کے جو آثار نظر آئے، اُن کے حروف و نقوش تو ہم جیسے بے بصر بھی پڑھ سکتے تھے، سبحان اللہ کیا مقام ہے، رحمت و مغفرت کی صلائے عام ہے، کیسے کیسے فاسق و فاجر، کیسے کیسے جفا پیشہ و جرم پیشہ عصیان شعار، اپنی تباہ کاریوں اور بدحالیوں کی بنا پر اپنی نجات سے مایوس، اولیاء و کاملین

کے پہلو مین کھڑے ہوئے، اور جس نے

قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم وانیبوا الیٰ ربکم واسلموا لہ۔

(زمر، ع ۶)

اے پیمبر، میرے بندون سے کہہ دو، کہ جنھون نے اپنے اوپر زیادتیان کی ہین، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ بالیقین تمام گناہون کو معاف کر دیگا، واقعی وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے، اور تم اپنے رب کی طرف جھکو، اور اس کی فرمان برداری کر

کا اشتہار دے رکھا ہے، اس مالک و آقا کے در پر پڑے ہوئے، اپنے نجات و مغفرت کی ہوئی آس نئے سرے سے جوڑ رہے ہین! عمر بھر کی سیاہ کاریان یاد آرہی ہین، وہ شیطنت جو شیطان کو بھی شرمندہ کر دینے کے لئے کافی ہو، ایک ایک کر کے قبول جا رہی ہے، اور جسکی شانِ ستاری اتبک ہر عیب و رسوائی پر پردہ ڈالے رہی ہے، اسکے آگے ایک ایک کا اقبال کر کرکے آنسو بہا بہا کے، ہاتھ پھیلا پھیلا کے، پیشانی رگڑ رگڑ کے، نجات و غفران کا پروانہ حاصل کیا جا

دو پہر نہین ہونے پائی تھی، کہ منیٰ کے لئے واپس روانہ ہوئے، جن اعرابیون پر آئے تھے، وہ اتنی دیر تک کیا انتظار کرتین، کچھ نئی اعرابیان کرنی پڑین، بعض رفقاء کو پھر بھی جگہ نہ ملی، تو گدھون اور اونٹون پر سوار ہوئے، یہ اعرابیان اور ان کے جانور اور ان کے ہنکانے والے، پہلے سے بھی کچھ بڑھے چڑھے ہوئے نکلے، آدھا راستہ طے ہوا تھا، کہ ایک اعرابی کے گھوڑے نے بالکل جواب دیدیا، اب بجائے اس کے کہ گھوڑا سواریون کو کھینچتا، سواریان

سے اتر اتر کر گھوڑے کو کھینچ رہی تھیں! یہ سمان بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، دوپہر کا وقت، منیٰ کی بے پناہ دھوپ، ریگستانی مٹی، سر سے پیر تک پسینے میں شرابور، کچھ عورتیں اور بچے گاڑی پر سوار، اور ساتھ کے مرد گاڑی کو ٹھیل ٹھیل کر اور دھکے دے دے کر آگے بڑھا رہے ہیں! اس وقت نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی میونسپلٹی ہے، جو ایسی اعرابی، چلانے والے کا چالان کرے، اور نہ یہ یقین ہوتا تھا کہ یہاں کوئی حکومت ہی، جو ایسے موقع پر بیکس پردیسیوں کو کسی طرح کی مدد دے! البتہ اس وقت تیز ہوا کا چلتے رہنا رحمت ہو گیا، پسینے سے نہائے ہوئے جسم میں گرم ہوا لگتی تھی، تو ناگوار ہو کر نہیں، بلکہ ٹھنڈی ہو کر خوشگوار معلوم ہوتی تھی، اور ظاہری صعوبت ایک سامانِ تفریح بنی ہوئی تھی! ——— کریم کو کرمی کے بھی کتنے ڈھب آتے ہیں! چلچلاتی دوپہر میں، مکہ سے منیٰ تک پاپیادہ چند قدم بھی چلنا، ہم جیسے تن پروروں کے لئے اپنی خوشی اور مرضی سے بھلا کب ممکن تھا، اور یہ سعادت ہم جیسوں کے نصیب میں بھلا کب آسکتی تھی! اس کے لئے کیا نیا ڈھنگ نکالا گیا، اور کس ترکیب و حکمت سے پیدل چلا کر، اس کے اجر کا امیدوار وحقدار بنا دیا گیا! شوقین لڑکے اپنے شوق سے علم حاصل کرتے ہیں، لیکن جو مٹھائی کی چاٹ سے پڑھتے ہیں، بہرحال پڑھنے والوں میں شمار تو ان کا بھی ہو ہی جاتا ہے!

منیٰ پہونچنے کے بعد بجز رمی کے اور کوئی خاص کام نہ تھا، ۱۰ کی رمی کا ذکر گذر چکا ہے، ۱۰ کو صرف ایک جمرہ کی رمی تھی، ۱۱ اور ۱۲ کو تینوں جمروں

کی ہے، ۱۱ و ۱۲ کی رمی کا وقت بعد زوال ہے، دونون دن ترتیب یہ رہے گی، کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے، جو مسجد خیف کے قریب ہے، اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ (منجھلے شیطان) کی اور آخر مین جمرۂ عقبہ کی، تینون جمرون پر سات سات کنکریان پھینکی جائین گی، رمی پاپیادہ کرنی چاہیے، البتہ جمرۂ عقبہ کی رمی سواری پر بھی جائز ہے، بلکہ امام ابو یوسف کے نزدیک افضل ہے، ان دونون تاریخون مین رمی قبل زوال، فقہ حنفی مین درست ہی، اور اگر اتنی دیر کی کہ آفتاب غروب ہوگیا، تو یہ وقت بھی مکروہ ہوجاتا ہی، پہلے دونون جمرون کی رمی کے بعد مسنون یہ ہے کہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر کچھ دیر تک تسبیح و تہلیل، مناجات و استغفار مین مشغول رہے، اور ہاتھ اٹھا کر دعائین مانگتا رہے، البتہ جس رمی کے بعد پھر کوئی رمی نہین یعنی آخری جمرہ (جمرۂ عقبہ) کی رمی، اُس کے بعد وقوف مسنون نہین، فوراً پلٹ آنا چاہیے، جمرات کے پاس، رمی کے بعد، دعا مانگنا، مقامات مقبولیت مین سے ہے، ۱۱ اور ۱۲ کی ان تینون تاریخون مین رمی واجب ہے، ۱۳ کی رمی مستحب کے درجے مین ہے، ۱۲ کی شام کو، یا شب مین کسی وقت اگر مکہ واپس ہوگیا تو بالکل جائز ہی لیکن اگر ۱۳ کی صبح تک منیٰ مین قیام ہوگیا، تو پھر بغیر ۱۳ کو بھی رمی کیے ہوئے مکہ واپس ہونا درست نہین،

منیٰ مین یہ دن ڈیڑھ دن یعنی ۱۱ کی دوپہر سے لیکر ۱۲ کے غروب آفتاب تک، بحمد اللہ بعافیت سے گزرا، ہر سال سنا کرتے تھے، کہ منیٰ مین سخت غلاظت وگندگی رہتی ہی، وبائین پھیلتی ہین، پانی کا قحط ہوجاتا ہی، لوگ ہزارہا کی

Marfat.com

تعداد مین ہیضہ اور لوسے مرجاتے ہین، لیکن اب کی خدا کے فضل سے ان مین سے کوئی بھی شے نہین پیش آئی، نہ کوئی وبا پھیلی، نہ پانی کا توڑ پڑا، نہ لوسے کچھ زائد موتین ہوئین، اور نہ اتنے بڑے مجمع کے لحاظ سے عفونت و غلاظت ہی زائد کہی جاسکتی تھی، تین دن ماشاءاللہ منیٰ کا بازار خوب گرم رہتا ہی، ہر وقت ہر طرف خوب چہل پہل رہتی ہی، ہزار دن لاکھون کی خریداریان ہوتی ہین، اور ضرورت و شوق کی شاید ہی کوئی چیز ایسی ہو جوان دنون مین یہان نہ مل جاتی ہو، اور پھر بہ افراط نہ ملتی ہو، میوے تر و تازہ پھل، سبز و شاداب ترکاریان جتنی چاہئے، لے لیجئے، اور بجائے گوشت اور خشک چیزون کے، انھین کا استعمال یہان کے موسم و حالات کے مناسب بھی ہی، ارکو تو خیر مشغولیت رہی تھی ار کی دوپہر کے بعد سے کوئی خاص کام نہ تھا، بس ادھر ادھر پھرنا، دوست احباب سے ملنا جلنا، بعض شوقین مزاجون کو دعوت کی سوجھتی ہے، خوب خوب مزے کی دعوتین ہوتی ہین، عرفات اور مزدلفہ کے بچھڑے ہوئے یہین آکر ملتے ہین، مولانا مناظر احسن صاحب اور ایک اور شخص جو ہمارے قافلہ سے بچھڑ گئے تھے، یہین آکر ملے، حیدرآباد کا قافلہ جہان ٹھہرا ہوا ہے، وہان سالار قافلہ مولوی فیض الدین صاحب وکیل کے حسن انتظام و وسعت اخلاق نے مہمان نوازی کا سلسلہ خوب وسیع کر رکھا ہی، مولوی ابوالخیر خیراللہ صاحب وکیل ورنگل اور پربھنی (دکن) کے ایک اور وکیل صاحب (غالبًا مولوی خیرالدین نام ہی) اور مولانا شوکت علی کے بھانجے اور داماد عثمان علیخان ماشاءاللہ خوب چاق اور بشاش نظر آرہے ہین، بار بار ملاقاتین ہوئین،

Marfat.com

رمی کے احکام و شرائط کی تعمیل تینوں تاریخوں میں معلم صاحب کی ہدایت و رہنمائی میں الٹی سیدھی، بری بھلی، جیسی کچھ بھی بن پڑی، ہوگئی، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ظاہری آداب و شرائط میں کتنی کوتاہیاں رہ گئیں، ضابطہ پری کسی طرح ہو ہوا گئی، لیکن باطن کے اندر جو خناس سمایا ہوا ہے، اور جو گوشت کے ایک ایک ریشے میں، اور خون کے ایک ایک قطرہ میں رچا ہوا ہے، اس پر بھی کوئی کنکری پڑی؟ اس پر بھی کوئی ضرب لگی؟ اس کی انانیت بھی گھائل ہوئی؟ پتھر کے بنے ہوئے ستونوں پر مار پڑتے سب نے دیکھا، پر دل کے پردوں کے اندر جو شیطانِ نفس چھپا ہوا ہے، وہ بھی کچھ مجروح ہوا؟ خلیلؑ و ابن خلیلؑ کو بہکانے کی جس مردود نے کوشش کی تھی، وہ تو مومنوں کے ہاتھوں لاکھوں کروروں بار ذلیل و رسوا ہوچکا ہے، لیکن خلیلؑ کے نام لیوا، اور خلیلؑ کے ربِ جلیل کے پرستار جس موذی کے دامِ بلا میں ہر لمحہ اور ہر آن گرفتار رہتے ہیں، اُسے بھی ذلت و خواری نصیب ہوئی؟ اس ظالم کا جسم بھی ان کنکریوں سے چھلنی ہوا؟ ——— سوالات سب کرسکتے ہیں، جواب کون دے، اور کوئی کیوں دینے لگا؟ جب کسی کی شانِ ستاری سب کے عیبوں کو ڈھانپے ہوئے ہے، جب ہر زاغ کو طاؤس کے پروں میں ملبوس کئے ہوئے ہے، جب ہر ویرانہ کو گلستان اور ہر داغ کو چراغ بنائے ہوئے ہے، تو کسی کو کیا پڑی ہے، کہ ہانکے پکارے گلوں شکووں کا دفتر کھول کر بیٹھے، اور ایک ایک کے آگے اپنی محرومیوں اور برگشتہ بختیوں رونا روتا پھرے؟

Marfat.com

۱۲ار کی دوپہر سے واپسی کا کوچ شروع ہو گیا، اور جلد بازون نے پوری طرح زوال کا بھی انتظار نہ کیا۔ آج کی چپقلش ہر روز اور ہر موقع سے بڑھی ہوئی ہی، آج کی کشمکش کا منظر محض دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی، کسی قلم کے بس کی بات نہین، کہ اس ہجوم اور کشاکش ہجوم کا نقشہ کاغذ پر پیش کر سکے! "یک انار وصد بیمار" بار ہا سنا تھا "یک سڑک وصد ہزار سوار" کا منظر آج آنکھون سے دیکھا! بیچارے سنو بیمار ایک انار پر کیا اس طرح ٹوٹ کر گرین گے، کیا اس طرح چھین جھپٹ کرین گے، کیا اس طرح ایک دوسرے سے گتھ سکین گے، جس طرح سنو کے سنو گتھ گئے، ایک دوسرے سے ریل پیل، دھکم دھکا، اور زور آزمائیون مین مصروف تھے۔ معاذ اللہ! ان مین بیمار و لاغر بھی تھے، اور ہٹے کٹے توانا و تندرست بھی، بوڑھے بھی، اور بچے بھی، شہ زور مرد بھی، اور کمزور عورتین بھی، متین اور حلیم بھی، اور جاہل اور اجڈ بھی، بات کو طرح دے جانے والے بھی اور بلا بات کے الجھ پڑنے والے بھی، پیدل بھی اور سوار بھی، اونٹ اور سانڈنیان بھی اور گھوڑے اور گدھے بھی، آنے والے بھی، اور جانے والے بھی، ایک سڑک اور ایک رہگذر! زبانین بھی چل رہی ہین اور کہنیان بھی، اور ہاتھ بھی! جو نہین چل پاتین وہ صرف ٹانگین ہین، اور جو نہین اٹھ پاتے وہ صرف قدم ہین! اونٹ سے اونٹ بھڑ رہے ہین، شغدف سے شغدف لڑ رہے ہین، سر سے سر ٹکرا رہے ہین، وحشت زدہ اونٹون کی بھیانک بلبلاہٹ، اور اس سے کہین زیادہ بھیانک ان کے وحشت زدہ سوارون کی چیخ پکار! محض قدرت ہے، کہ سیکڑون حادثے اس وقت واقع نہین ہو جاتے۔ مکہ سے منی آتے وقت اور مزدلفہ سے منی واپس ہوتے وقت، اور دوسرے موقعون پر بھی سخت ہجوم و اژدحام

کا سامنا ہوتا ہے، لیکن آج کا ہجوم و اژدحام ان سب سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ اس بے قاعدہ مجمع کو قاعدہ سے لگانا، اس ہڑبونگ میں نظم و انتظام پیدا کرنا، حاجیوں اور پردیسیوں کے اس انبوہ کو راحت پہونچانا، سعودی شریعت میں کوئی بدعت عظیم ہی؟

مناسکِ حج کی کتابوں میں ایک مفصل باب جنایات کے متعلق بھی ہوتا ہے، اعمالِ حج کے سلسلہ میں جو فروگذاشتیں ہو جاتی ہیں، یا حاجی جن ممنوعات کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، ان کو اصطلاح فقہ میں جنایت کہتے ہیں، یہ غلطیاں یا تو کسی عذر شرعی کی بنا پر صادر ہوسکتی ہیں، اور یا بلا عذر، پہلی قسم کی غلطیوں کے عوض میں کفارہ دینا ہوتا ہی، اور دوسری قسم کے معاوضہ میں جزا مقرر ہے، یہ کفارہ اور جزا دونوں فقہی اصطلاحیں ہیں، جزا کی دو صورتیں ہیں، ہلکی لغزشوں کے معاوضہ میں ہلکا سا صدقہ، اور بڑی خطاؤں کی پاداش میں جانوروں کی قربانی، کفارہ کی صورت میں اختیار ہے کہ خواہ صدقہ دے، خواہ قربانی کرے، اور خواہ روزہ رکھے، ممنوعات کی دو قسمیں ہیں، ممنوعات احرام، و ممنوعات اعمالِ حج، اور پھر ہر ایک کے تحت میں بہت سی صورتیں ہیں، ہر جنایت کی جزا و کفارہ الگ الگ ہی جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں درج ہے، موٹی موٹی باتیں معلم زبانی بتا دیتے ہیں، ہر حاجی کو ان سے واقف ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ لاکھ احتیاط کیجائے، کچھ نہ کچھ بے احتیاطیاں اور فروگذاشتیں ہو ہی جاتی ہیں، صدقے عموماً ہلکے رکھے گئے ہیں، جو ہر حاجی بہ آسانی دے سکے، قربانیاں بھی عموماً کچھ زیادہ سخت نہیں رکھی گئی ہیں، ان جزاؤں اور کفاروں کے ادا کرنے کا بہترین وقت یہی منی کا زمانہ قیام ہوتا ہی، اردو میں ان جنایات

اوران کے کفارون اورجزاؤن کی تفصیل پوری شرح وبسط کے ساتھ مولوی محمد الدین صاحب دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی، جلد۶) مین ملے گی، وہ کافی ہی نہین بلکہ کافی سے زائد ہے،

عصر کا وقت آیا ہی تھا کہ ہم لوگون کے بھی خیمے اکھڑنے اور سامان بندھنے لگے، ادھر عصر کا وقت آخر ہو کر آفتاب غروب ہونے کو تھا، کہ ہم لوگ جمرۂ عقبہ پر آخری رمی سے فراغت کر کے اپنے اپنے اونٹون پر سوار ہونے کے لئے لپکے، اونٹ پر سوار ہونا آج بجائے خود ایک مستقل مرحلہ ہے، نہ پوچھئے کہ ہم لوگ کس طرح سوار ہوئے اور ہمارے قافلہ کے ضعیفون اور عورتون پر کیا گذرگئی، بہرحال محض تقدیر تھی کہ زندہ وسلامت سوار ہوگئے، راستہ مین مکہ کی آبادی شروع ہونے سے ذرا پہلے جنت المعلی کے قریب ایک مقام آتا ہے، جسے وادی محصّب کہتے ہین، حضور انور صلعم نے حج کے موقع پر مکہ واپس آتے یہان حسب روایت صحیح بخاری، قیام فرمایا تھا، اور ظہر وعصر ومغرب وعشا کی نمازین یہین ادا فرما کر کسی قدر استراحت فرمائی تھی اور اس کے بعد مکہ مین داخل ہوئے تھے فقہائے حنفیہ نے یہان اترنا، اور تھوڑی دیر قیام کر کے دعا مانگنا سنت قرار دیا ہے اس لئے کہ حضور صلعم نے یہان قصداً نزول فرمایا تھا، البتہ بعض دوسرے ائمہ حدیث کے نزدیک یہ سنت نہین، اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس رض کے اقوال مین بہ تصریح موجود ہے، کہ حضور صلعم کا یہ قیام بہ غرض عبادت نہ تھا، بلکہ آپ نے محض آرام لینے کی غرض سے قیام فرمایا تھا تاہم سنت رسول صلعم کے بعض محقق صحابہ رض (مثلاً عبد اللہ بن عمر رض) اس پر برابر عمل فرماتے رہے،

Marfat.com

عن نافع قال کان ابن عمر عنہما ینیخ بالبطحاء التی بذی الحلیفۃ التی کان رسول اللہ صلعم ینیخ بہا ویصلی بہا (صحیح مسلم)	نافع کہتے ہین کہ حضرت ابن عمر اپنا اونٹ بطحاء ذو الحلیفہ (یعنی وادی محصب) مین بٹھاتے تھے اور نماز پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ نے یہان اونٹ بٹھایا ہی اور نماز پڑھی ہی

اور نووی نے شرح مسلم مین لکھا ہی، کہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کا عمل بھی اسی پر تھا، اور حنفیہ کی کتابون مین تو صاف یہ لکھا ہوا ہی، کہ:۔

اذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب (درمختار)	جب حاجی مکہ کو آنے لگے۔ تو مسنون یہ ہی کہ محصب مین اترے خواہ ایک ہی ساعت کے لئے ہو

لیکن اب اس پر عمل کس کا ہو ہر شخص کو بھاگا بھاگ مکہ پہونچنے کی عجلت، اور حاجی غریب اگر ٹھہرنا چاہین بھی، تو معلّم حضرات کب انھین ٹھہرنے دیتے، اور سنت نبوی پر عمل اور تعامل صحابہؓ کے اقتدار کا موقع نصیب ہونے دیتے ہین!

Marfat.com

باب ۳۵

مکہ

مکہ کی آبادی شروع ہونے کے ساتھ ہی ہجوم مین بھی اور اضافہ شروع ہوا یہان تک کہ چلتے ہوئے اونٹون کی رفتار رک گئی اب قطار کی قطار رکی ہوئی کھڑی ہے، اور ہر شخص طوعاً نہ سہی کرہاً رضا بہ قضا کی تصویر بنا ہوا! اور یہ ساری "خوش انتظامی" عین بیت الحکومت کے سامنے اور ارد گرد یعنی ولیعہد حجاز اور گورنر مکہ کے محل کے سایۂ دیوار کے نیچے! گویا سعودی حکومت نے اپنے نفس پر لازم کر رکھا ہے، کہ راستہ کے انتظامات اور مسافرون کی راحت رسانی مین اپنی انگلی تک نہ ہلائیگی۔ خیال یہ تھا، کہ رباط حیدر آباد مین جگہ کی قلت ہے اس لئے اب کی اپنے ذاتی قافلہ کو ہمراہ لیکر مدرسہ صولیتہ چلا جاؤنگا، اور روانگی کے وقت تک وہین قیام کرونگا، لیکن مدرسہ تک پہونچنے کے لئے دو ایک فرلانگ اور چلنے کی ضرورت تھی، اتنی ہمت کسی تھی؟ معلم صاحب ہمراہ تھے، بولے کہ اس چقلپش مین اتنی دور اور چلنا سخت مصیبت ہے، بہر حال مولوی سلیم صاحب کی مہمان نوازیون سے محروم رہنا مقدر ہو چکا تھا، مجبوراً محلہ مسفلہ ہی کو آئے اور ۱۲ ذی الحجہ کو رات کوئی دو ڈھائی گھنٹہ جا چکی ہوگی کہ اسی رباط حیدر آباد مین جہان سے ۸ ذی الحجہ کو روانہ ہوئے تھے،

Marfat.com

پانچ دن کے سفر کے بعد بحمد اللہ حج سے فراغت کر کے، پھر آ کر مقیم ہو گئے،

مراسم حج سب ادا ہو چکے تھے، اب صرف ایک طواف الوداع: جو رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے کرنا تھا، اور جن لوگوں نے طواف فرض کے ساتھ سعی نہیں کی تھی انھیں ایک سعی کرنی باقی تھی پس ان دو چیزوں کے سوا اور کوئی شے اب اعمال حج کے سلسلہ میں باقی نہ تھی، ہاں نفل طواف اور مسجد الحرام میں نمازیں پڑھنے کے موقعے تو ظاہر ہے کہ ہر وقت باقی تھے کتابوں میں پڑھا تھا، اور لوگوں سے زبانی بھی سنا تھا کہ مکہ میں متعدد مقامات و مکانات قابل زیارت ہیں، مولد النبیؐ مولد علیؓ، دار خدیجہؓ، جبل غار حرا، مسجد الجن وغیرہ ——— حقیقۃً زیارت گاہ بننے کے قابل تو اس زمین کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ ہے ——— لیکن

یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا!

اب ان زیارتوں کے موقعے کہاں حاصل، دور سعودی میں یہ سب افسانہ پارینہ ہے کہیں سنتریوں کے پہرے ہیں، اور کہیں ایک ایک اینٹ کھود کر ویرانہ بنا دیا گیا ہے، بہر حال اب ان مقامات کی زیارت کا تو خیال بھی نہیں البتہ جنت المعلیٰ میں جس وقت اور جس صورت سے بھی ممکن ہو گا. حاضری دینا ضرور ہے،

جنت المعلیٰ کا نام آپ کے کان میں ضرور پڑ چکا ہو گا، مکہ معظمہ کے قبرستان ہے، مسجد حرام سے کوئی ایک میل کے فاصلہ پر منیٰ کے راستہ میں وادی محصب کچھ ادھر ایک بڑا وسیع میدان، ایک طرف پہاڑ، باقی ہر طرف سے کھلا ہو

ایک حصہ چاردیواری سے گھرا ہوا۔ لیکن اب تو چاردیواری بھی ہر طرف سے شکستہ
اور جا بجا سربسجود، درمیان مین ایک سڑک نکلی ہوئی، اس لئے اندر بھی بے قید اس کے
انوار و برکات کا کیا بیان ہو، کوئی ایک دو بزرگ یہان مدفون ہون، تو ان کے
نام لئے جائین، جہان بے حساب آفتاب، اور بے تعداد ماہتاب پیوند خاک ہون، وہان
کس کس کے نام گنائے جائین، اور کن کن کے فضائل و مناقب کا پیمانہ ہاتھ مین لیکر
ناپا جائے، نبی کریم صلعم کے اجداد کرام، ایک روایت کے بموجب خیر البشر کی والدہ ماجدہ
ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، سیدنا قاسم بن نبی صلعم، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت
عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، امام ابوالقاسم قشیریؒ، خواجہ عثمان
ہارونیؒ (شیخ حضرت خواجہ اجمیریؒ)، امام نسفیؒ (صاحب کنز) اور فخر المتاخرین مرشد
اوران قطب زمان حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، اندازہ کے لئے یہ چند نام کافی ہین
جنت عربی محاورہ مین قبرستان کو بھی کہتے ہین، لیکن اگر اس بقعہ نور 'جنت' کے
یہی معنی لئے جائین، جو عربی اور اردو مین اس کے عام اور مشہور معنی ہین، تو کس کو
انکار ہو سکتا ہے؟ ان مقدس ہستیون کی فیض باریون، اور نور پاشیون پر اس سفرنامہ
کے راقم کا ایک ذاتی تعلق اس جنت خاکی کے ساتھ مزید بران۔ والد ماجد مرحوم و مغفور
مولوی عبدالقادر (ڈپٹی کلکٹر، اضلاع اودھ) نے مع والدہ ماجدہ مدظلہا و دیگر
اعزہ کے ۱۹۱۲ء مطابق ۱۳۳۰ھ مین سفر حجاز اختیار کیا، بیت اللہ کا جوار ایسا
بالحج سے فارغ ہونے کے معاً بعد ۱۱ ذی الحجہ کو منیٰ مین ہیضہ مین مبتلا ہوئے، اور
بجائے اس کے کہ دوبارہ دنیا کی آلودگیون مین مبتلا ہون، ۱۴ ذی الحجہ کو صبح صادق
کے وقت مکہ معظمہ مین سفر آخرت پر روانہ ہو گئے، اور اسی قبرستان مین مدفون ہوئے۔

Marfat.com

کوئی ہندوستانی حکومت برطانیہ کا کتنا ہی وفادار وہوا خواہ ہو، ذرا اُسے ریل کے اونچے درجون مین دوچار بار سفر کر لینے دیجئے، ہمسفر انگریزون کا برتاؤ دیکھ لینے کے بعد ممکن نہین کہ اُس کے جذبات وفاداری وہوا خواہی، بدستور قایم رہین، اور بجائے ان کے اس کے قلب مین بغاوت وعداوت کے جذبات حرکت مین نہ آنے لگین، ٹھیک ایسا ہی حال سلطان ابن سعود کے معاملہ مین جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کا ہے، عہد سعودی کے امن وامان کی ساری برکتین ایک طرف، اور جنت البقیع ہی کی طرح جنت المعلیٰ کی ویرانی وپامالی دوسری طرف! ممکن نہین کہ کوئی غیرت مند وصاحبِ احساس مسلمان اس وقت جنت المعلیٰ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے، اور دیکھ کر اپنے اوپر قدرت ... خیال یہ تھا کہ مولانا شفیع الدین صاحب مدظلہ العالی کی معیت مین جنت المعلیٰ کی ... کے لئے جائین گے (ممدوح بلاناغہ بعد نماز فجر، منہ اندھیرے جنت المعلیٰ اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب رح کے مزار پر حاضر ہوتے رہتے ہین) لیکن ممدوح ۱۳ ربیع ... تک منیٰ سے واپس تشریف نہین لائے تھے، اس لئے مجبوراً ہم لوگ تنہا بغیر کسی رہبر ورہنما کے روانہ ہوئے، قبرستان پہونچتے ہی، نہ پوچھئے، کہ آنکھوں کو کیا کیا دیکھنا پڑا! اب تک تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جنت البقیع سے زیادہ ابتر حالت اور کہان کی ہوسکتی ہے، لیکن آہ جنت المعلیٰ مین جو کچھ دیکھا، وہ کچھ اس سے بھی فزون تر تھا آہ جو سرزمین اس قابل ہے کہ اولیا وصالحین وا تقیا، کا ہمین بھی اگر وہان قدم رکھین تو لوازمِ ادب اور آدابِ احترام کے ساتھ، وہان آج بے ادبیون اور حرمتیون کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رہنے پاتا! انسان تو انسان، جانور تک یہان بدتمیزی کے لئے آزاد ہین! اونٹون کی قطار کی قطار حدودِ قبرستان کے

اپنی منزل بنائے ہوئے، کئی دن قبل منیٰ جاتے وقت دکھائی دی تھی، آج یہ دیکھا کہ جابجا اونٹون کی مینگنیان اور پیشاب پڑا ہوا! ہر طرف غلاظتون کے انبار سے لگے ہوئے کیسے کتبے اور کہان کے مزارات! یہ پتہ ہی نہین چل سکتا تھا، کہ کون صاحب کہان مدفون ہین! والد مرحوم کے متعلق یہ سنا تھا، کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے پائین مدفون ہین، اس پتہ پر اُن کی تربت کو تلاش کرنے کا ارادہ تھا، یہان سرے سے حضرت عبدالرحمٰنؓ ہی کی تربت کا پتہ نشان نہین! کسی دوسری تربت کا پتہ اُن کے پتہ سے کیا چلایا جائے! بہرحال چارہ کیا تھا، اندازہ سے اور اپنے ہی جیسے ناواقف عوام کی رہنمائیون مین مختلف مقامات پر کھڑے ہو ہو کر فاتحہ پڑھ لیا گیا اور بس ——— فاتحہ تنہا اُن اہل قبور ہی پر نہ تھا سعودی حکومت کی عقل اور تمیزداری پر بھی فاتحہ پڑھ لیا گیا!

---

۱۴ ذی الحجہ۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن (بہاری) کا ذکر مدینہ منورہ کے سلسلہ مین آچکا ہے، یہان بھی وہ اسی رباط کی ایک دوسری منزل مین مقیم ہین، یہ تو معلوم تھا کہ شیخ سنوسی اعظم عرصہ سے مکہ معظمہ ہی مین مقیم ہین، مگر نہ یہ معلوم تھا کہ کہان مقیم ہین، اور نہ ان کی خدمت مین حاضر ہونے کا کوئی خیال تھا، آج صبح ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، کہ شیخ موصوف کی طبیعت کچھ عرصہ سے ناساز ہے، اور ڈاکٹر صاحب ہی کا علاج ہو رہا ہے، یہ سنکر طبیعت مین قدرۃً اشتیاق پیدا ہوا، اور تھوڑی دیر کے بعد جب ڈاکٹر صاحب وہان چلنے لگے، تو ہم لوگون کو بھی ہمراہ لے لیا، حرم سے کچھ دور ایک بہت بلند تکیہ جبل ہندی کے نام سے ہے، راستہ باب الصفا سے ہو کر گیا ہے، شیخ وہین مقیم ہین،

Marfat.com

صبح آٹھ ساڑھے آٹھ کا وقت ہوگا جب ہم لوگ روانہ ہوئے، اور جس طرح پہاڑوں پر چڑھتے ہیں بلندیاں اور بلندیوں کے بعد پھر بلندیاں طے کرتے کرتے، شیخ کی قیامگاہ تک پہونچے، یہ تو ایک اچھا خاصا قلعہ ہے، بڑی وسیع اور لق و دق عمارت بلکہ ایک مجموعہ عمارات! اخبارات میں شیخ کا نام آج سے نہیں، کم از کم دس، بیس سال سے پڑھتے چلے آرہے ہیں، طرابلس میں اطالیوں کے خلاف جہاد، اور اس کے بعد سے اب تک کتنی اور بار جہاد و غزا ہی کے سلسلہ میں شیخ کا نام سننے میں آچکا تھا۔ دل خوش ہو رہا تھا بلکہ خوشی سے اچھل رہا تھا کہ آج اپنے زمانہ کے مجاہد اعظم کا دیدار نصیب ہوگا۔ شیخ کوئی تارک الدنیا زاہد گوشہ نشین نہیں، ماشاءاللہ مع پورے خدم و حشم کے یہاں تو رئیسانہ بلکہ شاہانہ ساز و سامان، اپنی ضرورت کی ہر شے الگ موجود، یہاں تک کہ ... بھی موجود، مختلف درجوں اور منزلوں میں متعدد خدام اور دربان ملتے رہے، سب سے سلام علیک ہوتی رہی، اور کسی میں نجدی سپاہیوں کی سی درشتی اور خشونت نہ تھی، یہاں تک کہ سب سے اوپر کی منزل میں پہونچے، اور ایک کمرہ میں تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد شیخ کے سامنے طلبی ہوئی،

کمرہ سامان آرائش و نمائش سے خالی، سادگی کی ایک تصویر بنا ہوا، وسط میں تکیہ لگائے، ایک نہایت حسین سفید ریش بزرگ، سفید براق کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے چہرہ سفید، بال سفید، کپڑے سفید، اور ان ساری سفیدیوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر کی نورانیت! باطن کے نور اور قلب کی نورانیت کی خبر تو خدا کو، لیکن چہرہ کی نور کا یہ عالم، کہ نظر سے نظر ملانی مشکل! طریق ولایت پر راہ سلوک طے کرنے والے

اپنے اپنے بزرگ نظر سے اندر چلے تھے، اس وقت اس شیر مرد کا سامنا تھا، جو راہِ سلوک طریقِ نبوت پر طے کر رہا ہے، تسبیح و سجادہ، حلقہ و خرقہ والے بہت سے بزرگون کی زیارت کی سعادت نصیب مین آچکی تھی آج اس بزرگ کی حضوری حاصل ہو رہی تھی، جو صحابہ کرام خصوصاً خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے نمونہ پر مجاہد بھی ہے، اور صاحب سیف بھی، خانقاہ کے اندر بیٹھ کر ذکر و شغل کرنے والا بھی، اور میدان مین نکل کر اعداء اللہ سے غزا و قتال کرنے والا بھی، صوفیہ نے جہاد کی دو قسمین قرار دے رکھی ہین، جہادِ اصغر و جہادِ اکبر، اس گھڑی سوا جہہ اس ذات کا تھا، جو جہادِ اصغر و جہادِ اکبر دونون کی جامع ہے، قبل اس کے کہ شیخ کی زبان سے ایک لفظ بھی نکلے حضرت [illegible] پر نظر پڑتے ہی دل اپنے پہلو سے غائب تھا، اور جس وقت شیخ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ان کے دست پاک سے اپنا دست ناپاک مس ہوا [illegible] ایک [illegible] معلوم ہوا کہ آنکھون کے سامنے ایک بجلی سی کوند گئی، آنکھین [illegible] اور جی بے اختیار یہی چاہ رہا تھا کہ شیخ سے [illegible] دل کی بھڑاس نکال لے،

جلالت فاروقی کے متعلق مثنوی [illegible] مین ایک [illegible] ہوئی پڑھا تھا ؎

ہیبتِ حق است این از خلق نیست

ہیبت این مردِ صاحب دلق نیست

اس ہیبت حق کے معنی یکبار ہندوستان مین روشن ہوئے تھے، اور ایک آن عالم روشن ہوئے، جب نسبت فاروقی رکھنے والون کی ہیبت و جلالت کا یہ عالم ہے، تو خود فاروق اعظمؓ کی ہیبت و جلالت کا اندازہ اس زمانہ کے ضعیف القوی کیا اور کیونکر لگا سکتے ہین!

شیخ کا سن کچھ ایسا بہت زائد نہیں معلوم ہوتا، اور قویٰ تو ماشاء اللہ قابلِ رشک
ہیں، اللہ ان کی عمر و اقبال میں برکت دے ...... اس کی سپاہ کو نصرت و فتح نصیب کرے
کہ اس بیسویں صدی کے دورِ بالحجی میں جہادِ اسلامی اور غزائے شرعی کا نام رہ دے، زمین پر
اگر کہیں زندہ ہے، تو اسی کے دم سے، ورنہ ہمارے "روشن خیالوں" نے تو حالاتِ موجودہ میں
اس کے صرف تاویل کرنے ہی پر بس نہیں کی، بلکہ سرے سے اس کی عدم ضرورت ہی کا
اعلان فرما رکھا ہے، شیخ گفتگو صرف عربی میں فرما سکتے ہیں، اور عربی ماشاء اللہ خوب
فصیح و شستہ بولتے ہیں، گفتگو مختصر فرماتے ہیں لیکن ایک ایک فقرہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا
مولانا مناظر صاحب نہ صرف اپنی طرف سے گفتگو کر رہے تھے، بلکہ مجھ جیسے جاہل و بے زبان کے
ترجمان بھی وہی بنے ہوئے تھے، موضوعِ گفتگو کیا تھا؟ وہی مسلمانانِ عالم کی پستی و زبونی
کلمہ گویانِ اسلام کی بے حسی اور بے بسی، ہندوستان کا ذکر آیا، ہندوستان کے مجاہدوں کا
ذکر آیا، خلافت کمیٹی کی جد و جہد کا ذکر آیا، محمد علی و شوکت علی کی سرفروشیوں کا ذکر آیا، جانشینِ
شیخ الہند کا ذکر آیا، آخر میں شیخ نے جس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہیں، تو ہم لوگ تو بہرحال
انسان تھے، معلوم یہ ہوتا تھا، کہ کمرہ کے اندر بیجان چیزوں کے بھی جان پڑ گئی ہے، اور در و دیوار
سقف و فرش کا ایک ایک ذرہ ان دعاؤں پر آمین کہہ رہا ہے! ——— سلوک بطرق
نبوت، ہندوستان کے لئے کوئی بالکل نئی اور نامعلوم چیز نہیں، ابھی بہت زمانہ نہیں ہوا کہ ا
ہی کے ایک خاندان سے ایک "سید" اٹھا اور سرحد پر سکھوں کے مقابلہ میں اللہ کی راہ میں ا
سب کچھ لٹا کے، اور اپنے آپ کو مٹا کے، دنیا کو دکھا دیا کہ ہندی مسلمان بھی جہاد و غزا کے
معنی سے ناآشنا نہیں، خیر یہ تو پھر بھی اب سنی سنائی حکایت ہو گئی ہے، لیکن حضرت شیخ الہند
دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد اور ذوقِ شہادت تو موجودہ نسل کی آنکھوں دیکھی

Marfat.com

ہے، اسے کون بھول سکتا ہے؟ اسے کیونکر بھلایا جا سکتا ہے؟ اور پھر شیخ الہند کے بعد
آج بھی خدائے حی و قیوم کے فضل و کرم سے ایک زندہ سلامت ذات شیخ الہند کی روایات
کو زندہ اور قائم رکھے ہوئے ہند اور اہل ہند کے درمیان موجود ہے، جو لوگ اسے دیکھ کر
پہچان چکے ہیں، ان کی آنکھوں کو مبارک باد دیں، اور جنھوں نے نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا، ان
انھیں دکھانے اور پہچاننے کی اجازت ملے۔

باب ۳۶

حج ربّ البیت

لیجئے! حج ختم ہو گیا، ارکان و اعمال حج ختم ہو لئے، طواف ہو چکا، عرفات میں حاضری ہو لی، مزدلفہ میں رات گزار لی، منیٰ میں کنکریاں پھینک چکے، قربانی کر چکے، سر منڈا چکے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لی، احرام میں رہ چکے، لبیک پکار چکے، جو حاجی نہ تھے وہ حاجی ہو گئے ——— کیا واقعی حج ہو گیا؟ کیا حقیقۃً اعمال حج ادا ہو چکے؟ کیا صورت ہی نہیں معنی و حقیقت طواف و سعی و وقوف اور رمی، تلبیہ و قربانی کے فرائض و واجبات سے بلکہ روح بھی ادا ہو گئی؟ کیا جس کو دوستوں اور عزیزوں نے "حاجی" کہہ کر پکارنا شروع کر دیا وہ اللہ کے رجسٹر میں بھی "حاجی" لکھ لیا گیا؟ فرشتوں کی زبان پر بھی حاجی کے لقب سے موسوم ہو گیا؟ جس نے بار بار کعبہ کو دیکھا، اس کے کان میں ادھر سے کبھی کوئی آواز آئی؟ جس کا جسم مکے اور مدینے کی گلیوں میں چلتا پھرتا رہا، اس کا دل بھی وہیں لگا؟ جو گونگا اور بہرا اور اندھا ہو کر آیا تھا، وہ واپسی کے وقت کچھ بھی گویائی، شنوائی اور بینائی کی قوتیں ساتھ لے کر گیا؟ ——— جواب کون دے، اور کس زبان سے دے؟

شیخ عثمان بن علی ہجویری لاہوری (داتا گنج بخش) کشف المحجوب میں

فرماتے ہیں کہ ایک صاحب حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ جواب ملا کہ حج سے واپس ہو رہا ہوں۔ پوچھا حج کر چکے؟ عرض کیا کہ کر چکا۔ فرمایا کہ جس وقت گھر سے روانہ ہوئے اور عزیزوں سے جدا ہوئے تھے اپنے تمام گناہوں سے بھی مفارقت کی نیت کر لی تھی؟ کہا نہیں یہ تو نہیں کیا تھا۔ فرمایا بس تم سفر حج پر روانہ ہی نہیں ہوئے۔ پھر پوچھا کہ راہ میں جوں جوں تمہارا جسم منزلیں طے کر رہا تھا تمہارا قلب بھی قرب حق کی منزلیں طے کرنے میں مصروف تھا؟ جواب ملا کہ یہ تو نہیں ہوا۔ ارشاد ہوا کہ تم نے قرب حق کی منزلیں بھی طے نہیں کیں۔ پھر پوچھا کہ جس وقت احرام کے لئے اپنے جسم کے [illegible] کپڑے اتارے تھے اس وقت اپنے نفس سے بھی صفات بشریہ کا لباس اتارا تھا؟ کہا کہ یہ تو نہیں کیا تھا۔ ارشاد ہوا کہ تم نے احرام ہی نہیں باندھا۔ پھر پوچھا کہ جب عرفات میں وقوف کیا تھا تو کچھ معرفت الٰہی بھی حاصل ہوئی؟ کہا کہ یہ تو نہیں ہوا۔ فرمایا کہ پھر تم نے عرفات میں وقوف ہی نہیں کیا۔ پھر پوچھا کہ جب مزدلفہ پہنچ کر اپنی مراد کو پہنچ چکے تو اپنی ہر مراد نفسانی کے ترک کا عہد کیا تھا؟ کہا کہ یہ تو نہیں کیا تھا۔ ارشاد ہوا کہ پھر مزدلفہ تم حاضر ہی نہیں ہوئے۔ پھر پوچھا کہ خانہ کے طواف کے وقت صاحب خانہ کا بھی جمال نظر آیا تھا؟ کہا کہ یہ تو نہیں ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ پھر تمہارا طواف ہی نہیں ہوا۔ پھر پوچھا کہ جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی تو مقام صفا اور درجہ مروہ کا بھی کچھ ادراک ہوا تھا؟ کہا کہ یہ تو نہیں ہوا تھا۔ ارشاد ہوا کہ پھر سعی بھی تم نے نہ کی۔ پھر پوچھا کہ جب منیٰ آئے تو اپنی ساری آرزوؤں کو تم نے فنا کیا؟ کہا کہ یہ تو نہیں کیا تھا۔ ارشاد ہوا کہ پھر تمہارا منیٰ جانا لاحاصل رہا۔ پھر پوچھا کہ قربانی کے وقت اپنے نفس کی گردن پر بھی چھری چلائی تھی؟ کہا کہ یہ تو نہیں

Marfat.com

کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر تم نے قربانی ہی نہیں کی، پھر پوچھا کہ جب کنکریاں ماری تھیں تو اپنے جہل اور نفسانیت پر بھی ماری تھیں؟ کہا کہ یہ تو نہیں کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر تم نے رمی بھی نہ کی، اور اس ساری گفتگو کے بعد آخر میں فرمایا کہ تمھارا حج کرنا نہ کرنا برابر رہا، اب پھر جاؤ، اور صحیح طریقہ پر حج کرو۔

سیدالطائفہؒ کی یہ ساری تقریر محض خیال آرائی و تخیل طرازی نہیں حضرت ذوالنون مصریؒ اپنی آنکھوں کی دیکھی بات بیان کرتے ہیں، کہ منیٰ میں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جس وقت ساری خلقت قربانیوں میں مصروف تھی، وہ سب سے الگ چپکا بیٹھا ہوا ہے، میں برابر اس کی طرف دیکھتا رہا کہ دیکھوں اب یہ کیا کرتا ہے، آخر میں نے دیکھا کہ اس نے مناجات شروع کی، کہ اے پاک پروردگار! ساری خلق قربانی کرنے میں مشغول ہے میں چاہتا ہوں کہ تیرے حضور میں خود اپنے نفس کی قربانی پیش کر دوں، اسے قبول فرما، یہ کہا اور اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا، اور دھڑ سے زمین پر گر پڑا، میں نے قریب جا کر دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی! اللہ اللہ! بڑوں کی باتیں بھی کیسی بڑی ہوتی ہیں! انھیں جو کچھ ملتا ہے، وہ کسے نصیب میں کہاں آ سکتا ہے، وہ جو کچھ دیکھ لیتے ہیں، اسے دیکھنے کے لئے ہر اندھا کہاں سے آنکھیں لائے! حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ وہ عبادت ہی کیا جو کل آج جائے! اور اس کا ثواب کل کے لئے ادھار رہے، اللہ کی طاعت کے معنی تو یہ ہیں کہ طاعت اور مزدِ طاعت ساتھ ہی ساتھ دم نقد وصول! چنانچہ اپنے متعلق فرماتے ہیں، کہ جب پہلی بار حج کو گیا، تو بجز خانۂ کعبہ کے اور کچھ دکھائی نہ دیا، دوبارہ گیا تو خانۂ او

اور صاحب خانہ دونوں کا جلوہ دیکھا، اور جب تیسری بار گیا، تو صرف صاحب خانہ ہی کا جلوہ ہر طرف دکھائی دیا اور مکان کے درو دیوار نظروں سے غائب! شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب حکایات و اقوال نقل فرمائے ہیں، خود اپنی تحقیق تحریر فرماتے ہیں کہ حرم کو حرم اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اندر مقام ابراہیم ہے، اور مقام ابراہیم کی دو قسمیں ہیں، ایک مقام تن، ایک مقام دل، مقام تن کا نام مکہ ہے اور مقام دل کی تعبیر مرتبۂ خلت ہے جن کی ہمتیں محض مقام تن تک محدود ہیں انھیں چاہیے کہ اپنا معمولی لباس اتار کر احرام کی کفنی پہنیں، حدود حرم میں شکار نہ کھیلیں، عرفات میں حاضر ہوں، طواف کریں، وقس علی ہذا، لیکن جسکا حوصلہ یہ ہو کہ مقام ابراہیم کے مقام دل تک پہونچے تو اسے چاہیے کہ:-

چون کسے قصد مقام دل دے کند از اوطان	اپنے شوق و خواہش کی چیزوں کو چھوڑ دے لذتوں
اعراض باید کرد و بہ ترک لذات و راحات	اور راحتوں کو ترک کر دے غیر اللہ کا تذکرہ
و ملاقات اخوان و ذکر اغیار معرض شود و از آنچہ	تک زبان پر نہ لائے اس لئے کہ عالم کون
التفات وے بہ کون محظور باشد آنگاہ	کی جانب التفات ہی اس وقت ممنوع ہے
بہ عرفات معرفت قیام کرد و از آن جا	اس کے عرفات معرفت میں وقوف کرے
قصد مزدلفہ الفت کرد و از آن جا سر	وہاں سے مزدلفۂ الفت کا قصد کرے وہاں سے
را بہ طواف حرم تنزیہ حق فرستد و سنگ	اپنے قلب کو تنزیہ حق کے طواف کے لئے
ہوا و خاطرہائے فساد را بہ منائے ایمان	روانہ کرے اور منائے ایمان میں خواہشات
بیندازد و نفس را اندر منحرگاہ مجاہدت	نفس کے سنگریزوں کو پھینک دے اور قربانگاہ
قربان کردہ بہ مقام خلت رسد پس دخول	مجاہدات میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرے

مقام تن امن باشد از دشمن و شمشیر ایشان
و دخول مقام دل امان بود از قطیعت
واخوات آن،
(کشف المحجوب کشف الحجاب الثامن)

اور اس طرح مقام غلت پر فائز ہو جائے، مقام
تن میں داخل ہونے کے معنی دشمن و شمشیر دشمن
سے امان پا جانے کے ہیں، اور مقام دل میں
داخل ہونے کے معنی اللہ کی جدائی اور
اس کے نتائج سے محفوظ ہو جانے کے ہیں،

دل والوں نے جب جب حج کئے ہیں اس طرح کئے ہیں کہ محض تن ڈھکنے کو رہ گئے ہیں نہ زاد و توشے کی فکر کی ہے، نہ مرکب اور راحلہ کا سامان کیا ہے نہ رفیق و غمگسار ہمراہ لیا ہے، نہ منزلوں پر پہنچ کر قیام کیا ہے، نہ پانی کی صراحیاں ساتھ لی ہیں، تن کے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور خالی ہاتھ چل دیئے ہیں، بادیہ کی جھلتی ہوئی ریگ پر ننگے پیر، اور عرب کی تپتی ہوئی دھوپ میں ننگے سر ایک دو دن کی نہیں ہفتوں اور مہینوں کی مسافتیں طے کی ہیں، روزوں پر روزے رکھے ہیں، اور فاقوں پر فاقے کئے ہیں، کوئی ایک دو مثالیں ہوں تو درج کی جائیں کس کس کے نام، اور کہاں تک گنائے جائیں، طاؤس الفقراء شیخ ابونصر سراج اپنی کتاب اللمع میں اس طرح کی بہت ساری حکایات و روایات درج کر کے لکھتے ہیں، کہ ان اللہ والوں کے آداب حج یہ ہیں کہ، جب میقات پر پہونچ کر غسل کرتے ہیں، تو اپنے جسم کو پانی سے دھونے کے ساتھ ہی اپنے قلب کو توبہ میں غسل دیتے ہیں، جب احرام پہننے کے لئے اپنے جسم سے لباس اتارتے ہیں تو قلب سے بھی لباس محبت دنیا اتار ڈالتے ہیں جب زبان سے لبیک لاشریک لک لبیک کہنا شروع کرتے ہیں، تو حق کو پکارنے کے بعد شیطان و نفس کی پکار پر جو

Marfat.com

دینا اپنے اوپر حرام قرار دے لیتے ہین، جب خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگتے ہین تو آیۂ کریمہ و
تری الملٰئکۃ حافین من حول العرش کو یاد کرکے، عرش الٰہی کے گرد طواف کرنے
والے فرشتون کا تصور جماتے ہین، جب حجر اسود کو بوسہ دیتے ہین، تو گویا اس وقت حق تعالیٰ
کے ہاتھ پر اپنی بیعت کی تجدید کرتے ہین، اور اس کے بعد اپنے ہاتھ کا کسی خواہش کیطرف
بڑھانا گناہ سمجھ لیتے ہین، جب صفا پر چڑھتے ہین تو اپنے قلب کی کدورت کو بھی صفائی
سے بدل لیتے ہین، جب سعی کرتے ہین تیز دوڑتے ہین، تو گویا شیطان سے بھاگے ہوتے
ہین، جب عرفات مین حاضر ہوتے ہین تو تصور کے سامنے میدان حشر کا نقشہ جماتے
ہین، جب مزدلفہ مین آتے ہین تو ان کے قلب ہیبت و عظمت حق تعالیٰ سے لبریز
ہوتے ہین، جب کنکریان پھینکتے ہین تو اپنے اعمال و افعال یاد کرتے جاتے ہین، جب
سر منڈاتے ہین تو ساتھ ہی حب جاہ و خود پسندی پر بھی استرہ چلاتے جاتے ہین، اور
جب قربانیون کو ذبح کرتے ہین تو ساتھ ہی ساتھ اپنے نفسون پر بھی چھری چلاتے
رہتے ہین — جنھون نے یہ آداب حج اپنی کتابون مین لکھے، اور جنھون نے عمل
کرکے دکھلا دیے، وہ آسمانون پر اڑنے والے فرشتے نہ تھے، ہماری آپکی
طرح مٹی کے پتلے، اور اسی مادی زمین پر چلنے پھرنے والے انسان ہی تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء مین مناسک حج کی فقہی تفصیل کے بعد ایک مستقل
مفصل باب حج کے دقائق اعمال اور آداب باطنی پر لاتے ہین، اور اس کے اندر جتنے
اعمال حج ہوتے ہین اول سے آخر تک ان سب کے اسرار و آداب باطنی بیان فرماتے
ہین، کہ فلان عمل کے وقت یہ نیت رکھنا چاہیے، فلان عمل کے وقت اس مقصد کا تصور

Marfat.com

رکھنا چاہئے. فلان عمل کے ذریعہ سے یون تزکیہ نفس کرنا چاہئے، فلان عمل کو یون اپنی اصلاح کا وسیلہ بنانا چاہئے، اور فلان فلان اعمال سے ان ان مجاہدات کا کام لینا چاہئے، اور پھر ہر ہر مجاہدے کے ساتھ تابعین سے لیکر اپنے زمانہ کے اولیاء کبار کی حکایات بھی درج کی ہین، جس حج کے قبول کے لئے مقبولون کو یہ مشقتین جھیلنی پڑی ہون، اس کی مقبولیت کا ہم جیسے تباہ کار کبھی خواب مین بھی گمان نہین کرسکتے ہین؟ جس طاعت کے ادا کرنے مین اللہ والون کو یہ ریاضتین اٹھانی پڑی ہون اس کے مقبول ہونے کا ہم نفس کے بندے کبھی بھی حوصلہ کرسکتے ہین؟ عبادت کی جس عبادت کا معیار یہ رکھا ہو، ہم تہی مایہ کس منہ سے کہہ سکتے ہین کہ وہ کس درجہ مین بھی بن پڑی! ——— پھر کیا سفر حج کی یہ ساری دوڑ دھوپ خدانخواستہ لاحاصل ہی رہی؟ اور وطن سے بے وطن ہونے، سیکڑون میل کا سفر دور دراز سیکڑون روپیہ صرف کرنے، موسم کی سختیان اٹھانے کا نتیجہ خدانخواستہ کچھ بھی نہ نکلا؟

بڑون کی باتین بڑون پر چھوڑیئے، کچھوا دوڑ مین خرگوش کا دم کہان لائے جو مفلس و بے نوا ہے، وہ تاجدارون اور زرّین کلاہون کی ریس کا حوصلہ کیون کرے؟ مور ضعیف سلیمانؑ وقت کی ہمسری کا سودا ہی اپنے سر مین کیون پیدا کرے؟ جو ادنیٰ شیر ہین ان کا معاملہ انھین پر چھوڑیئے. اگر کہین لوازم حج مین وہی سب کچھ داخل جو ابھی بیان ہوا ہے. اگر کہین قبول حج کے لئے یہی سب شرطین ہوتین، تو ذرا سوچیے کہ ہم جیسے ضعیفون اور زبون ہمتون کا کیا حشر ہوتا؟ جنیدؒ و بایزیدؒ، ہجویریؒ و غزالیؒ. تو کہیں

صدیوں کی مدت میں اور لاکھوں کی آبادی میں اندر ہی جا پیدا ہوتے ہیں، یہ کروڑہا کروڑ افراد اور یہ سارا بے مخلوق جو اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں اس زمین کے ہر ہر گوشے میں پیدا ہوتی رہی، اور آئندہ خدا معلوم کب تک پیدا ہوتی رہے گی، کیا ان سب کی محنت رائج اور سفر حج کے لئے سرے سے بے کار و ناکارہ کی گئی ہے؟

—— قربان جائیے اس کی رحمت کے جو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم اور سب کرم کرنے والوں سے بڑھ کر کریم ہے کہ اس نے ایسی ہی رحمۃ للعالمین کو ہادی و دلیل، عالم و حکیم، مرشد و معلم بنا کر بھیجا جس نے اپنے ہر نمونۂ عمل میں اقویاء سے کہیں زیادہ ضعفاء کا، حوصلہ مندوں سے کہیں زیادہ پست ہمتوں کا، بڑوں سے کہیں زیادہ چھوٹوں کا اور طاقت والوں سے کہیں زیادہ کمزوروں کا خیال رکھا۔ اس سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ مقبول حج کرنے والے کے حج و اعمال حج و سفر حج کی ایک ایک تفصیل حدیث و فقہ کی کتابوں میں محفوظ ہے، اور وہ قیامت تک ہر بے کس کا سہارا، اور ہر بے آس کا آسرا ثابت ہوگا۔ اس دنیا میں بھی ہر طاقت اور ہر نوع کی طرح حج کے معاملے میں اپنے ذاتی عمل سے تنگیوں اور مشقتوں کے بجائے سہولتوں اور آسانیوں کی راہ کھول گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی کے اتباع میں ہر ایک کو اس کی جھلک اور ہر امید کو بندگی متاع عطا ہو رہی ہو۔

باب ۱۳

رخصتی

مدرسہ صولتیہ کا نام اور مجمل تذکرہ اوپر کئی بار آچکا ہے۔ تمام ہندوستان میں اتنی ہی مشہور ہے مجمل تذکرہ نے دلوں میں اشتیاق بڑھا دیا ہوگا تفصیل کی یہاں نہ تو گنجائش ہے نہ اس کا محل لیکن اتنا کہہ دینے میں حرج نہیں کہ یہ مدرسہ ہندوستان کے باہر سرزمین عرب پر ہندوستانیوں کے قائم کئے ہوئے مدارس میں شاید سب سے زیادہ پرانی اور مشہور درسگاہ ہے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی ضلع مظفرنگر کے باشندے [illegible] ہندوستان کے ایک نامور مناظر عالم تھے مشہور دشمن اسلام پادری فنڈر کو ان ہی کے میدان مناظرہ میں شکست دی تھی۔ غدر کے [illegible] انگریزوں [illegible] مشکوک قرار دیا [illegible] ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے آئے اور یہیں [illegible] فیاض و فیاضی [illegible] صولت النساء بیگم کی مالی [illegible] (۱۲۵) [illegible] مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور اس وقت [illegible] مدرسہ چل رہا ہے [illegible] سلطان [illegible] مولانا کی بڑی قدر و منزلت [illegible] حکومت حجاز کی [illegible] مدرسہ کے ساتھ [illegible]

کا کفارہ کر رہی ہے لیکن مدرسہ اب بھی ماشاء اللہ اچھی حالت میں ہے، غالباً بارہ [illegible]
سالانہ کی اعانت سرکار نظام اور سرکار بھوپال دونوں سے ہوتی رہتی ہے، ۱۸ سو
سالانہ نواب چھتاری کے ہاں سے مقرر ہیں، اور متفرق چندے ہیں، مدرسہ کی عمارتیں
خاصی وسیع و عالیشان ہیں، لاکھ سوا لاکھ سے کیا کم لاگت میں تعمیر ہوئی ہونگی، [illegible]
کہ ۲۵ ہزار کی رقم سرکار آصفیہ سے یکمشت ادا ہوئی تھی، طلبہ میں حجازی، بخاری،
ہندی، جاوی، مراکشی، سب ہی قومیں شامل ہیں، گو افسوس ہے کہ حجازیوں کی تعداد
بہت کم ہے، تعلیم شروع میں طلبہ کی مادری زبان میں ہوتی ہے، استاد بھی مختلف قوموں
کے ہیں، دار المطالعہ میں اس وقت [illegible] دیا جاتا تھا، [illegible] اور [illegible] ہندوستان
کے خلاف پروپیگنڈہ بحیثیت مجموعی ہندوستانیوں کا ایک اچھا خاصا مرکز ہے، ناظم مدرسہ
مولانا محمد سعید کیرانوی اس وقت رخصت پر اپنے وطن میں ہیں، قائم مقام ناظم مولوی
سلیم کے حسن اخلاق کا تذکرہ بار بار آچکا ہے، مدرسہ باوجود اپنے موجودہ [illegible]
کے اہل خیر کی امداد کی ضرورت سے بے نیاز نہیں۔

خیر البلاد میں ہندیوں ہی کا ایک دوسرا قابل ذکر مدرسہ، مدرسہ فخریہ عثمانیہ
ہے، یہ مدرسہ تاجدار دولت آصفیہ میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ کے اسم گرامی کیساتھ
منسوب ہے۔ اور حرم سے بالکل متصل، بلکہ کہنا چاہئے کہ حرم شریف کے اندر ہی
باب ابراہیم کے بالاخانہ کی چھت پر اس کے کمرہ واقع ہیں، ان کمروں میں اگر
نماز پڑھی جائے، تو گویا حرم شریف ہی کی نماز سمجھی جاتی ہے، طلبہ میں ہندی،
بخاری، جاوی سب قوموں کے بچے شامل ہیں، دو سو روپیہ ماہوار سرکار نظام

Marfat.com

اور سو اسو روپیہ ماہوار غالباً دربار بھوپال سے امداد ملتی رہتی ہے، کچھ متفرق چندون سے مل رہتا ہے، موسم حج مین مکان مدرسہ کرایہ پر اٹھا دیا جاتا ہے، اور چونکہ حاجیون کے لئے بہترین موقع پر واقع ہے، اس لئے کرایہ خاصہ معقول وصول ہوجاتا ہے، ۱۳۴۳ھ ۱۳۴۴ھ مین دو دو ہزار سے اوپر کی رقمین حاصل ہوئین، مجموعی آمدنی اوسطاً ۵ ہزار سالانہ کی رہتی ہے، مصارف بھی ۵ ہزار سے کم نہین ہوتے، ۱۳۴۵ھ مین آمدنی بہت ہی کم ہوئی تھی، مالی حالت قابل اطمینان نہین، اہل خیر کی توجہ و التفات کی ضرورت ہے، مدرسہ کے مہتمم قاری محمد اسحق صاحب مدرسہ کی رپورٹ ہمدرد دہلی مین چھپوا لیتے تھے، ان کے نام سے واقفیت اسی ذریعہ سے ہوئی، پھر ایک بار غالباً [illegible] مین حیدرآباد مین سرسری ملاقات بھی ہوئی تھی، بڑے مستعد کارگذار اور صاحب ہمت اور خدمت گذار شخص ہین، مدرسہ کی ترقی کے لئے بڑے بڑے منصوبے رکھتے ہین، لیکن بیچارے بے زری اور تہیدستی سے معذور ہین، مدرسہ کی عمارت اپنی ذاتی نہین کرایہ کے مکان مین ہے، اور مصارف کی سب سے بڑی مد یہی کرایۂ عمارت ہے، یعنی ایک سال مین بارہ بارہ تیرہ تیرہ سو روپیہ کرایہ مین دینا پڑتا ہے، ہندوستان کے جو اہل کرم مدد کرنا چاہین، وہ قاری عبداللہ صاحب کلکتوی علی جان صاحب مرحوم بھائی جو کہ [illegible] یا حاجی عبداللہ [illegible] عبدالرحیم صاحب ناگپوری امرت بازار کے ذریعہ سے روپیہ مدرسہ کے بھیج سکتے ہین،

مکہ مین ان دونون کے علاوہ اور بھی مدرسے ہین، لیکن ان کا [illegible]

کا نہ وقت ملا، نہ اُن کے باب میں کوئی مفصل واقفیت حاصل ہوئی، بلکہ محض عبادتگاہ نہیں
اچھا خاصا وسیع متمدن شہر ہے، مدرسے، اسپتال، موٹریں، سائکلیں، بجلی کی روشنی اور پنکھے
برنٹ پریس، ہوٹل سارے لوازم تمدن موجود، عبادات سے اگر قطع نظر کرکے محض تمدنی
حیثیت سے نگاہ دوڑائی جائے، تو یہ معلوم ہی نہ ہوگا کہ حجاز کا کوئی شہر ہے، بس یہ معلوم ہوگا
کہ لکھنؤ یا کان پور یا آگرہ میں بیٹھے ہوئے ہیں، بہت وسیع بازار جسمیں اعلیٰ سے اعلیٰ ولایتی
کپڑا ہر قسم کا موجود، بہتر سے بہتر کھانے کی دوکانیں اور ہوٹل تلاش کیجائے، تو ہر مذاق
کا کھانا مل سکتا ہے، مٹھائیاں پھل میوے بہ افراط، تار گھر ٹیلیفون ہی، اور غالبًا
لاسلکی کا بھی اسٹیشن موجود، علاج ترکوں کے زمانہ سے عمومًا ڈاکٹری ہونے لگا ہے، تاہم
یونانی طبیبوں کی بھی کمی نہیں، اور دہلی کے دواخانوں سے آئی ہوئی یونانی دوائیں بھی
اچھی اور قابل اطمینان مل جاتی ہیں، دہلی، اودھ، پنجاب، دکن، بمبئی، گجرات، ہندوستان کے
ہر صوبہ اور ہر گوشہ کے باشندے اچھی خاصی تعداد میں آباد، اور ہندوستان کی یاد کو
تازہ رکھے ہوئے ہیں، حکومت وقت کی عنایت قدرۃً گروہ اہل حدیث پر زیادہ ہے، اور
جسکا اس گروہ سے کچھ بھی تعلق ہو وہ فی الجملہ صاحب رسوخ و اثر، مصری اخبارات
رسائل کے علاوہ ہندوستان سے اردو کے پرچے بھی اچھی تعداد میں جابجا آتے
رہتے ہیں، ایک ہفتہ وار اخبار ام القریٰ کے نام سے نکلتا ہے، ہر جمعہ کو شایع ہوتا
ہے، دفتر حرم شریف سے قریب ہے، ولیعہد کے محل کی پشت پر واقع ہے، سچ سے تنہا
ہے، وقت ہوتا تو اندر جاکر مدیر سے ملاقات کیجاتی، اور دفتر کے حالات کا مشاہدہ
ہوتا باہر سے تو دفتر کی عمارت خاصی شاندار معلوم ہوتی ہے، پرچہ کی حیثیت نیم
سرکاری بلکہ کہنا چاہیے کہ سرکاری ہی ہے، بڑی تقطیع کے چار صفحے ہوتے ہیں ہر صفحہ

Marfat.com

ین پانچ کالم، حجاز مین سالانہ چندہ ۳ ریال ہے، اور باہر کے لئے ۶ ریال (ایک ریال سعودی، انگریزی سکہ مین ۸ ر آنے کا ہوتا ہے، یا کچھ زائد) جو لوگ حج و حجاز کے متعلق سرکاری اطلاعات سے باخبر رہنا چاہتے ہین، اُن کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہی

حاجیون کو عموماً حج سے فراغت کے ساتھ ہی الگ ہے روانگی کی جلدی پڑجاتی ہے، کچھ مدینہ جانا چاہتے ہین، اور کچھ وطن واپس ہونا، ٹھہرنے والے بہت ہی کم ہوتے ہین، بعض بزرگون کے ارشادات بھی اسی قسم کے ہین، کہ حج کے بعد ہی روانہ ہو جانا چاہیے، زیادہ قیام نہ کرنا چاہیے، حضورؐ نے صحابہؓ سے بھی بعد حج صرف تین دن کیلئے قیام کے لئے فرمایا تھا، ہم لوگون کو واپسی کی عجلت تھی، اور پروگرام یہ تھا کہ جو پہلے جہاز پر روانہ ہو جائین گے، منشی احسان اللہ خان صاحب نے کہہ رکھا تھا، کہ پہلے جہاز پر جگہ ملنے کی ذمہ داری صرف اسی صورت مین کیجا سکتی ہے کہ جلد سے جلد یعنی ۱۳ ار کو جدہ آجاؤ، منیٰ سے ہم لوگ ۱۲ ار کی شام کو مکہ واپس آگئے تھے، اور خیال یہ کئے ہوئے تھے کہ ۱۳ ار ہی کو کسی وقت جدہ پہونچ جائین گے، موٹر کا دو ڈھائی گھنٹہ کا راستہ ہے بات ہی کیا ہے، جس وقت چاہین گے چل کھڑے ہون گے ——— تجربے معلوم ہوا کہ یہ محض حسن ظن تھا، واپسی اتنی آسان ہرگز نہین ہے جیسی ہم لوگ سمجھے ہوئے تھے، پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ واپسی کے لئے سواریان اس وقت مل سکتی ہین جب پہلے منشور سلطانی جاری ہولے، بغیر فرمان شاہی جاری ہوئے کسی سواری کا ملنا خلاف قانون ہے، اور فرمان کے لئے یہ لازمی نہین کہ اسکا اجرا ۱۳ ار ذی الحجہ کو ہو جائے، اخیر خدا خدا کرکے ۱۴ ار کو فرمان جاری ہوا، اور اس کے بعد سے تو صاف

نتر عزیزون سے ایکبار پھر سابقہ شروع ہوا،

مدینہ سے روانگی کے وقت، سواری کے دستیاب ہونے مین، جو جو زحمتین پیش آئی تھین، اُن کا تذکرہ اپنے مقام پر آچکا ہی، خیال یہ تھا کہ مکہ پایۂ تخت سلطانی ہی یہان کے انتظامات بہت بہتر ہون گے، اور ہر طرح نظم و باقاعدگی ہوگی، تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس زمین کا بھی آسمان وہی ہی، الحرمین کمپنی، جس کی لاریون پر جدہ سے مدینہ گئے تھے، اور مدینہ سے مکہ پہونچے تھے، اس کا معاہدہ ختم ہو چکا تھا، اب نئی سواری کا انتظام کرنا تھا، اور یہ یاد رہے کہ سواری کا انتظام معلم ہی کی معرفت ہو سکتا ہی، براہ راست کوئی حاجی اپنی سواری کا انتظام نہین کر سکتا، کرنا چاہے تو کوئی سواری والا اس سے سیدھے منہ بات بھی نہ کریگا، بلا وساطت معلم، سواری کا انتظام، قانون حکومت کا جرم ہے، ایک تاجر عبدالحمید کپتی ہندی ہین، ان کے نام بمبئی سے چلتے وقت سیٹھ عمر بھائی چاند بھائی نے تعارف نامہ لکھدیا تھا، ان کی موٹرین چلتی ہین، ان سے درخواست کی، اور بار بار کی، پہلے تو بہت اخلاق سے ملے، لیکن یہ خاص غرض جب پیش کی گئی، تو پہلے کچھ گول سے جوابات دیئے، اور کئی مرتبہ کی دوڑ دھوپ کے بعد بالآخر انکار فرما دیا، ایک تعارف نامہ دہلی کے مشہور حاجی علیجان والون کی کوٹھی کے شیخ عبدالوہاب صاحب کے نام بھی تھا، ہم اری صبح کو ان سے ملاقات کی، امداد کا وعدہ فرمایا، اپنے بعض بزرگ عزیزون کے نام چٹھیان لکھدین، ان مین سے ایک بزرگ جنکا نام غالبا عبیداللہ صاحب تھا، سواری دینے کا پورا وعدہ بھی کر لیا تھا، ان کے در دولت پر غدا معلوم کتنی بار حاضری دینی پڑی، اور بالآخر یہ معلوم ہوا کہ وعدہ اور ایفاے وعدہ

کے درمیان عدم تطابق صرف ہندوستان ہی کے لئے مخصوص نہین۔ بلکہ بیت اللہ کے جوار مین بھی بیٹھکر بہ آسانی ممکن ہی، بہرحال سارے دن کی بے نتیجہ تگ ودو کے بعد ہمارا یہ بھی دن ختم ہو گیا، اور سواری کے ہم پہونچنے کی کوئی صورت نہ نکلی، داروغہ حبیب اللہ بیچارے نے اخلاص مندی کے ساتھ بہت کچھ مدد کرنی چاہی لیکن معلم صاحب کے داؤ پیچ کے سامنے وہ بے بس تھے،

زائد سامان اونٹون پر لدکر ہمارے شب مین جدہ روانہ ہو چکا تھا۔ اب ہم لوگ تنہا اور بس ہی واپسیِ وطن، صبح اور شام کے اوقات اور دوپہر اور سہ پہر کے گھنٹے ان کن کے لئے وقف تھے۔ کہ اُدھر سے اِدھر، اِدھر سے اُدھر، سواری کی تلاش مین دوڑا جائے اور ہر در سے محروم و مایوس واپس آیا جائے، کیسی نمازین اور کہان کے طواف، ایک سودا تھا کہ سر پر اور ایک چکر تھا کہ پیرون پر سوار تھا، ۱۵ ر کو جمعہ کا دن تھا، صبح کے اوقات تو انھین سرگردانیون کی نذر ہوئے، دوپہر کو جب نماز جمعہ کے لئے حرم شریف کے اندر پہونچے ہین، تو جگہ مطلق نہین۔ آج حرم شریف ماشاء اللہ نمازیون سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے، رکوع و سجود کا ذکر نہین، کھڑے ہونے تک کی گنجایش نہین، مجبوراً حرم شریف کے اندر کی جماعت کا خیال ترک کرکے باب ابراہیم کے بالاخانہ پر مدرسہ فخریہ عثمانیہ کے جو کمرے ہین، اُن مین چڑھ گئے۔ اور قاری اسحٰق صاحب مہتمم مدرسہ کے لطف و کرم سے، کسی نہ کسی طرح یہان جگہ مل گئی، فاصلہ اس قدر اور باہر سڑک پر شور و ہنگامہ اتنا، کہ تکبیر کی آواز تک نہین سنائی دیتی تھی، الٹے سیدھے، جس طرح بن پڑا، کسی طرح نماز ادا ہو گئی، سہ پہر کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس تقریب سے

Marfat.com

یہاں بعد عصر پھر آنا ہوا، اور اس وقت ہر طرف سے عاجز و مجبور ہو کر یہیں سے اس مضمون کا تار قاری اسحٰق صاحب کی وساطت سے، منشی احسان اللہ صاحب انگریزی وائس کانسل جدہ کے نام دینا پڑا۔

"سواری کی تلاش ہے معلّم کے کبھی نہ پورے ہونے والے وعدے اب تک یہاں روکے ہوئے ہیں"

خدا کی شان کہ جو شقی القلب اللہ سے نڈر تھا، وہ احسان اللہ سے ڈر کر فوراً سواری کا انتظام کر گیا، اندر آدھ گھنٹہ کے اندر معلّم نے خود آکر یہ خبر دی کہ لاری کا انتظام ہو گیا اور اب ہم لوگ جب چاہیں روانہ ہو سکتے ہیں!

رخصتی کا طواف، طواف الوداع کہلاتا ہے، ملک الملوک کے دربار کا یہ آخری سلام ہوتا ہے، طواف الصدر و طواف لافاضہ بھی اسی کے نام ہیں، یہ طواف وطن واپس جانے والوں پر حنفی مذہب میں واجب ہے، البتہ عورتیں اپنے خاص زمانہ میں اس وجوب سے مستثنیٰ ہیں، یہ طواف اسی طرح ہوگا جس طرح اور سب طواف ہوتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں رمل نہیں، باقی سات چکر کاٹنا، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا، زمزم پینا، حجر اسود کو بوسہ دینا، اور موقع ملے تو ملتزم سے لپٹنا، یہ سب چیزیں اسی طرح بدستور، رخصت کے وقت کی بعض دعائیں جو حرم شریف کے دروازہ سے باہر نکلتے وقت پڑھی جاتی ہیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں معلّم اس وقت پڑھا دیتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ کعبہ سے جب روانہ ہونے لگے، تو الٹے پاؤں در حرم تک آئے، حج کی مقبولیت کی، اور دوبارہ حاضری کی بار بار دعا کرے، اور کعبہ سے جدائی پر آنکھیں روئیں یا نہ روئیں لیکن کم از کم دل ضرور روتا ہو

اور حرم شریف سے باہر آکر مساکین کو کچھ صدقہ بھی دیدے، عصر اور مغرب کے درمیان ہم لوگون کا سامان بندھ کر تیار ہو گیا، مغرب کی نماز حرم مین پڑھی، اور بعد نماز طواف وداع کے مراتب سے فارغ ہوئے مغرب پڑھتے ہوئے کوئی پون گھنٹہ گذرا ہوگا کہ ہم لوگون کے قدم حدود حرم شریف سے باہر آگئے، یہ وقت بھی عجیب ہوتا ہی، کوئی شاش بشاش کوئی غمگین وافسردہ، کسی کا دل امیدون اور امنگون سے لبریز، اور کسی کا قلب غم وحسرت کے بار سے دبا ہوا، کوئی یہ سمجھ رہا ہی کہ اب دوبارہ ان آنکھون کو یہ دربار اور یہ دیار دیکھنا کاہیکو نصیب ہوگا، کسی کو یہ یقین کہ پھر آئین گے اور بار بار آئین گے، اور سو بار اگر وداع ورخصت کی تلخیان جھیلین گے تو ہزار بار آمد و وصال کی لذتین اور حلاوتین بھی حاصل کرین گے، کوئی مغموم کہ کعبہ چھوٹ رہا ہے، کوئی مسرور کہ کعبہ ساتھ چل رہا ہے، اپنی اپنی نسبت اور اپنا اپنا ظرف، کس کو خبر کہ دلون کے مالک کی نظر مین کس کی نذر مقبول، اور کس کا تحفہ قابل قبول۔

Marfat.com

باب ۲۸

"جملۂ معترضہ"

معلم عبدالقادر سکندر کے مظالم کا تذکرہ بار بار آچکا ہے، عجب نہیں کہ بعض ناظرین اس تذکرہ سے اکتا گئے ہوں لیکن حقیقۃً جو کچھ کہا جا چکا ہے، اس سے کہیں زیادہ وہ ہے جو نہیں کہا گیا ہے! آپ بیتی کے یہ چند موٹے موٹے واقعات تھے جنکا ذکر آگیا، باقی اگر وہ کل جزئیات لکھے جائیں جو ہم لوگوں کو پیش آکر رہے، یا ہم نے دوسروں کو پیش آتے دیکھے، اور کسی ایک پر نہیں، بلکہ امیر احمد صاحب علوی کاکوروی ڈسٹرکٹ جج سے لیکر غریب سے غریب ہر طبقہ کے حاجیوں پر گذرتے دیکھے، اگر ان سب کو لکھا جائے، تو یہ سفرنامہ، سفرنامہ کے بجائے اچھا خاصہ سکندرنامہ بن کر رہ جائے، اور سکندرنامہ بھی پرانے طرز کا "بری" یا "بحری" نہیں، بلکہ نئے طرز کا "ریگستانی"! ——— خوش عقیدہ ناظرین اپنے دلوں میں کہہ رہے ہوں گے، کہ یہ عجب طرح کا مسافر حجاز ہے، گیا تھا حج کرنے اور لگا معلم کے مظالم کا دکھڑا رونے، اگر بالفرض واقعۃً معلم کی ذات ایسی ہی ظالم و طماع خودغرض و بے درد ہوتی ہے، تو آخر دوسرے حاجی یہ شکوہ کیوں نہیں کیا کرتے، اتنا شور و شغب یہی تنہا کیوں کر رہا ہے؟ لیکن خدا [illegible] صحیح نہیں [illegible] نہیں جس [illegible] دریافت کی ہے،

مولانا محمد حسین الہ آبادیؒ کا نام بالکل غیر معروف نام نہین، حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے، اور تمامتر عشق و محبت کے رنگ مین رنگے ہوئے، اجمیر مین عین حالت سماع مین انتقال فرمایا، اور اس زمانہ مین سارے ہندوستان مین اس واقعہ کی دھوم مچ گئی تھی، آج سے ۳۰، ۳۲ سال قبل ۱۳۱۸ھ مین چوتھی بار حج کے لئے تشریف لے گئے، اور واپسی پر والہانہ و مستانہ زبان مین مختصر سفرنامہ حالۃ المسکین الی البلد الامین کے نام سے شایع فرمایا، داستان سفر کیا ہے، گویا داستان عشق ہے، عرب اور اہل عرب کے ساتھ محبت و شیفتگی مین یہ غلو، کہ ان کے خلاف ایک حرف شکایت سننا بھی گوارا نہین (ملاحظہ ہو صفحہ وغیرہ) بایں ہمہ آپ بیتی بیان کرتے وقت یہ لکھنے پر مجبور ہین، کہ مکہ سے ۸ ذی الحجہ کو منی روانہ ہوتے وقت

"اس سال اونٹون کے ملنے مین بہت دیر لگی، اس وجہ سے عصر کے وقت مکہ سے روانگی ہوئی، مغرب حدود منیٰ مین پڑھی، اور عشا کے وقت منیٰ مین قیام ہوا، فجر کی نماز پڑھکر وہان سے چلنا چاہتے تھا، مگر بدوؤں اور مطوف کے ملازمین نے نہ مانا، منیٰ مین قیام بھی بمشکل میرے اصرار سے کیا تھا، آخر شب مین عرفات کو چل دیئے، اور قبل طلوع آفتاب وہان پہونچ گئے، بدو اور مطوف چونکہ ہمیشہ حج کو آیا جایا کرتے ہین، اور مقصود ان کا حج ہوتا بھی نہین، فقط حاجیون سے تحصیل زر مد نظر ہوتی ہے، اس وجہ سے ان کی نظر مین سنن یا مستحبات چندان باوقعت نہین ہوتے.......

یہ ستم پیشہ مطوفین اور ان کے ملازمین اس کا کچھ لحاظ نہین کرتے، اور اپنی تھوڑی سی راحت کے لئے ان کو (یعنی حاجیون کو) رنج بھی پہونچاتے ہین اور ثواب سے محروم رکھتے ہین" (صفحہ ۶۲)

چنانچہ مولانا مجبوراً آئندہ عازمِ حج کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ بجائے مطوف کے "مکہ سے کسی ذی علم سمجھدار کے ساتھ ہولے .... اور اداے ارکانِ حج میں مطوفوں کا پابند نہ رہے" (ص۶۲)

فقہ حنفی میں ۱۲ر کو منیٰ سے کہ کی واپسی بعد زوال ہی درست ہے نہ کہ قبل زوال لیکن ظالم مطوفوں کے ہاتھوں مولانا پر کیا گذری، اسے مولانا ہی کی زبان سے سنئے :-

"بارہویں کو صبح سے مطوف کے ملازمین نے مکہ چلنے کے لئے تقاضا شروع کیا اور بدؤوں کو ایسا سبق پڑھایا، کہ ہرگز زوال کے وقت تک ٹھہرنے کو راضی نہ ہوئے مطوف کے ملازم کچھ پڑھے ہوئے بھی تھے ایک کتاب میں سے ایک روایت امام ابوحنیفہؒ کی دکھائی جس سے اس دن قبل زوال بھی رمی کرنے کا جواز نکلتا تھا، میں نے کہا یہ روایت ظاہر روایت کے خلاف ہے، اور غیر مفتیٰ بہا ہے، مگر اُنھوں نے ایک نہ مانا، مجبوری اُن کا ساتھ چھوڑنا پڑا، وہ میرا سارا سامان لیکر چل دیئے، میں مع اپنے چند رفیقوں کے رہ گیا، اور زوال کے بعد رمی کرکے روانہ ہوا، راہ میں بمشکل سواری کے لئے گدھا ملا" (ص۶۲)

مولانا کے مذہب میں عرب و اہلِ عرب کے متعلق شکایت کا ایک حرف بھی زبان پر لانا گناہ، کیسی کچھ اذیت پہونچی ہوگی، جب جاکر وہ بے لفظوں میں اتنا بھی قلم سے نکلا،

سنہ ۱۹۰۳ء میں گورکھپور کے مشہور رئیس مولوی سبحان اللہ خان صاحب نے سفرِ حج کیا، اور واپسی پر اپنا سفرنامہ میرا سفرِ حج کے عنوان سے شائع کیا، اس سفرنامہ

کے بھی بعض فقرے سننے کے قابل ہیں، مولوی صاحب موصوف جانتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی بات زبان سے نکالنا خوش عقیدگی کے مذہب میں کتنا بڑا جرم ہے، اس لئے بیان کرنے سے قبل تمہید بیان یوں اٹھاتے ہیں :۔

"اس کے بعد میں مطوفوں کے پورے حالات لکھونگا، میں خوب جانتا ہوں کہ اول تو لوگ اس کو باور ہی نہ کریں گے، اور اگر واپس آئے ہوئے حاجی میری اس تحریر کو دیکھیں گے، تو یقیناً مجھ پر بیدینی یا اہلِ حرم کی عظمت کا دل میں خیال نہ ہونے کا الزام لگائیں گے، ...... مگر دو خیالوں نے اس گستاخی کا ارتکاب کرایا ہے، اول یہ کہ یہ تحریر نامکمل نہ رہے، دوسرے جانے والے اشخاص آگاہ ہو جائیں" (ص ۵۴-۵۵)

اس کے آگے مطوّفوں کے مناقب سنئے :۔

"اب سنئے، مطوف آپ کے ساتھ ہرگز ہمدردی سے نہ پیش آئیں گے، وہ ظاہری طور پر آپ کو چکنی چپڑی باتوں سے خوب خوش کریں گے، میں خادم ہوں، کفش بردار ہوں، آپ کی مرضی میں میری بھی مرضی ہے، جو حکم دیجئے بجا لاؤں ...... لیکن کسی ٹھہرولے سے حتی الوسع آپکو ملنے نہ دیگا، اگر ... جبراً قہراً ملائیگا، تو خود یا اپنے ملازم کو جسے وہاں کی اصطلاح میں صبی کہتے ہیں، ساتھ کریگا، جب آپ کے ساتھ ان میں کوئی ہوگا، تو اگر کوئی صلاح آپ چاہیں کہ وہاں کے کسی شخص سے لے سکیں ناممکن ہوگی، ...... یہ برتاؤ عام لوگوں کے ساتھ ہے، خاص لوگوں کے ساتھ علانیہ تو ایسا نہیں کرتے، مگر درپردہ یہی تمام باتیں ان کے ساتھ بھی کیجاتی ہیں، ......

سودے سلف میں تبرکات کی خریداری میں مطوف کا حق لازمی ہے، جسکا پتہ آپکو نہ چلیگا جیسے بنارس یا لکھنؤ کے دلال ساتھ ہو لیتے ہیں، اور اشارہ کے ساتھ خریداری میں حق قائم

Marfat.com

ہو جاتا ہی" (ص ۵۵-۵۶)

آگے مکان کے کرایہ خیمہ کے کرایہ وغیرہ مین معلم صاحبان کے "حقوق" کا تذکرہ کرنے کے بعد آخر مین کہتے ہین:۔

"یہ تو چند ظاہری باتین ہین جن کو مین نے ظاہر کیا، ورنہ اس کا تو منشا ہی یہ رہتا ہے کہ دھوکے سے فریب سے ہنت سے سماجت سے جس طرح ہو آپ سے حاصل ہی کرتا جائے" (ص ۵۶)

یہ الفاظ ایسے شخص کی زبان سے نکلے ہین جسکی فیاضیان حد اسراف تک پہونچی ہوئی ہین، اور جس کی داد و دہش کی صوبہ بھر مین شہرت ہے اور جس کو خود اپنے معلم سے متعلق کوئی شکایت نہین پیدا ہوئی تھی،

خان بہادر عبد الرحیم صاحب نقشبندی، علاقہ پنجاب کے رہنے والے، مدراس مین محکمہ سروے کے کسی معزز عہدہ پر ممتاز تھے، ۱۹۱۰ء مین انھون نے سفر حج کیا، اور سفر حرمین الشریفین کے عنوان سے اپنا مفصل و مبسوط سفرنامہ تین حصون مین شایع کیا، اس مین معلم صاحبان کے حالات و اسرار خاصی تفصیل سے بیان کئے ہین، سب کی نقل کی گنجایش نہین جستہ جستہ فقرے کافی ہون گے، فرماتے ہین:۔

"گو یہ امر بدمزہ ہے، اور طبیعت پر اس کے اظہار سے ناگواری اور گرانی ہے کیونکہ یہ اغیار کی برائیان نہین ہین، بلکہ خود اپنے عیب دوسری اقوام کے روبرو بیان کئے جاتے ہین، مگر ان واقعات کا چھپانا جو حجاج کی ایذا کے باعث اور عرب کی بدنامی کے موجب ہین، اس سے بھی زائد ناگوار ہے، پس کہنا ہی پڑا کہ علی العموم ان بزرگوارون (یعنی معلمون) سے ہندوستانی حجاج کو سخت ایذا و تکلیف پہونچتی ہی

Marfat.com

..... جس وقت حجاج جدہ شریف آتے ہیں، تو یہ لوگ خود یا اپنے مطوفوں کو جدہ روانہ کرکے حجاج کو اپنے دام میں کر لیتے ہیں...... حاجیوں کو یہ لوگ کھیتی سمجھتے ہیں اور سالانہ پیداوار جہاں تک ممکن ہو نکالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے........ جہاں تک ان سے ممکن ہوتا ہے، حجاج کو لوٹتے ہیں، اور کسی طرح اپنے سال بھر کے گذارے کا مبلغ جمع کر لیتے ہیں...... انتہا یہ ہے کہ مطوفین...... امیر حاجی کو لنگوٹی بندھوا کر چھوڑنا زیادہ ثواب سمجھتے ہیں، یہ حالت عام ہے، شاذ کا ذکر نہیں، خوف میں ڈالنا، غلط خبریں سنا کر روحی ایذا پہونچانا تو معمولی باتیں ہیں،....... ناواقف ہندوستانیوں کے لئے یہی کافی ہے کہ فلاں مطوف کی ہے، مکہ کے رہنے والے ہندوستانیوں کی نظر میں معصوم اور واجب التعظیم ہیں خواہ ان کے افعال کچھ ہی کیوں نہ ہوں....... یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے، میرا اور مخلف حجاج کا تجربہ ہے۔" (ص ۲۳۹ تا ۲۴۳ حصہ اول)

امرتسر کے ایک صاحب محمد شریف ہیں، انھوں نے ۱۹۲۶ء میں سفر حج کیا، اور واپسی پر اپنا مختصر سا سفرنامہ ۳ جزو کا شائع کیا، معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہیں، اس چھوٹے سے رسالہ کے اوراق میں بار بار اس کی تاکید کرتے ہیں، کہ جو کچھ گذرے، حاجی کو چاہئے کہ صبر و تحمل کے ساتھ اسے برداشت کرے، جو امور ناگوار طبع پیش آئیں، انھیں اللہ کی جانب سے آزمائش سمجھے، قس علی ہذا، لیکن ان مواعظ ونصائح کے باوجود، یہ لکھنے پر مجبور ہیں، کہ :-

"عموماً یہ سنا گیا کہ مکہ شریف میں بہت سے معلم لوگ اپنے فرائض پوری طرح ادا

نہین کرتے، جس کی وجہ سے لوگون کو تکلیف ہوتی ہی، یہ شکایت خانہ کعبہ مین (عاً
حرم شریف مراد ہے) لوگون کی زبانی سنی جاتی تھی، .... ہم کو بھی اپنے معلم سے
تکلیف ہی ہوئی اور کوئی ایسا آرام اس سے نہین ملا" (ص ۳۵)

اس کے آگے اپنی تکلیف کی تفصیلات لکھی ہین، یہ تکلیفین وہی ہین، جو اکثر و بیشتر
حاجیون کو معلّمون کے ہاتھون پیش آتی رہتی ہین، مثلاً عین وقت پر باوجود ہر طرح کے
پختہ وعدون کے، سواری کے انتظام سے جواب دیدینا، سواری کا سامان (شغدف
وغیرہ) باوجود پوری قیمت لینے کے بوسیدہ اور تکلیف دہ قسم کا دینا، کہ سے روانگی کے
وقت سواری کے بہم پہونچانے مین مطلق مدد نہ دینا، وغیرہ وغیرہ،

معلّم حضرات اگر صرف اسی پر بس کرتے، کہ حاجیون سے زیادہ سے زیادہ
وصول کر لیا کرین، اور اس کے بعد حاجیون کو پوری طرح اعمالِ حج ادا کرنے
دیتے، تو بھی زیادہ مضائقہ نہ تھا، معلّم بیچارون کا آخر ذریعۂ معاش یہی حاجیون
کی آمدنی ہی ٹھہری، لیکن اصلی رونا اُن کی حرص و ہوس کا نہین، بلکہ خیانت
یہ ہے کہ رہبری کا دعوی کرکے کام رہزنی کا کرتے ہین، مدعی اس کے ہوتے
ہین کہ حج صحیح طریقے پر کرادین گے، مگر ہوتا اس کے برعکس عموماً یہ ہے، کہ انھین
معلّمین کے باعث خدا معلوم کتنے مستحبات چھوٹ جاتے ہین، سنن رہجاتے ہین اور
کتنی بیش بہا گھڑیان محض ضایع ہو جاتی ہین، پھر ان کی وجہ سے قلب کو جس تشویش
وخلجان کا شکار بننا پڑتا ہی، اور مین شکستگی و فروتنی کے وقت زبان پر جیسے جیسے نالائم
کلام آتے ہین، یہ سب مستزاد، مولانا گنگوہی کے خلیفہ مولانا خلیل احمد مرحوم و مغفور

Marfat.com

(شارح ابوداؤد) شریعت وطریقت کے جامع بزرگ، حج کے موقع پر ۹ ذی الحجہ کو منیٰ مین قبل طلوعِ فجر، اپنے نوافل معمولہ مین مصروف تھے، کہ معلّم صاحب نے اکر شور مچانا شروع کر دیا، کہ عرفات کے لئے فوراً روانہ ہون، اس ہنگامہ مین سکونِ قلب کے ساتھ نماز مین مشغول رہنا مولانا ہی کا کام تھا، سلام پھیرنے کے بعد غصہ کے ساتھ معلّم سے ارشاد ہوا، کہ ہم نے تمھین ملوث قرار دیا ہے، استاد یا پیر نہین قرار دیا ہے، ہم شروقِ آفتاب سے ایک منٹ پہلے بھی نہین اٹھین گے، جمالون کو اپنے اونٹون پر اختیار ہے، اپنے اونٹون کو لیجائین، ہم پیدل انشاءاللہ عرفات پہونچ جائین گے" (تذکرۃ الخلیل ص ۔۔۔ ملخصاً) ان چند شہادتون سے اندازہ ہوا ہوگا، کہ عالم، عامی، صوفی، رئیس، جس کسی کو بھی حج کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اسے ساتھ ہی معلّم صاحبون کی ان عنایتون کا بھی لذت آشنا ہونا پڑا ہے، گویا ؎

جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

ان معلّمین ہی کے طائفۂ عالیہ کی شان مین ہے، بدوؤن کی لوٹ مار کے افسانے آج سے چند سال قبل ہر شخص کی زبان پر تھے، معلّمون کے کارنامے اب تک عام نظرون سے مخفی ہین، ــــــ ظاہر ہے کہ کسی طبقہ کے سب افراد یکسان نہین ہوتے، یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے، ایک عمومی اور اکثری حیثیت سے لکھا جا رہا ہے، بعض معلّم صاحبان یقیناً کلیہ مذ مستثنیات کی حیثیت رکھتے ہین، ناظر یار جنگ بہادر کے معلّم کو (جو شاید حیدرآبادی حجاج کے معلّم ہین) مین نے خود دیکھا، کہ وہ اپنے حاجیون

Marfat.com

کی خدمت گزاری پوری توجہ و تندہی کے ساتھ کر رہے تھے، اور بعض ثقہ بزرگون سے معلوم ہوا کہ سید امین عاصم مرحوم کے پوتے، سید عقیل عدنان معلمون کے طبقہ مین ایک یگانہ ہستی ہین،

باب ۳۹

جسد جہاز

"جملہ معترضہ" ختم ہوا، یہ ساڑھے چار کالمون کا "جملہ" صرف نحوی اصطلاح مین نہین، اپنے لفظی معنی مین بھی "معترضہ" ہی تھا، در معلّمون کی ہیرہ دستیون سے آئندہ حاجیون کو آگاہ و خبردار کرنے کے لئے یہ جملہ معترضہ، سفرنامہ کا ایک ضروری جزو تھا۔ اب پھر اصل سفر کی داستان شروع ہوتی ہے، عشا کا اول وقت ہو چکا تھا، جب مجمع کو چیرتے ہوئے، ہم سب لوگ اندریون پر سوار مکہ کی آبادی سے باہر اس مقام پر پہونچے جہان روانگی کے لیے موٹر ملتے ہین، معاً پہونچ گئے لیکن سواری نہ، ساری رات میدان مین گذاری کچھ وقت معلّم صاحب کے ساتھ زق زق بق بق مین گذرا اور باقی سونے مین، صبح ہوئی، نماز فجر پڑھی، آفتاب نکلا، چاے اور ناشتہ سے فراغت کی، سواری کا اب بھی پتہ نہین! دیر کے بعد معلوم ہوا کہ فرلانگ دو فرلانگ پر سرکاری تھانہ ہے، صلاح ٹھہری، کہ وہان چل کر قسمت آزمائی کیجائے، پولیس اگر مسافرون تک نہین آتی، تو مسافر تو بہرحال پولیس تک جا سکتے ہین، ممکن ہے، پولیس کچھ دستگیری کر سکے، ——— توکل کا یہ مرتبہ کہان نصیب تھا کہ اللہ کے گھر مین اگر تو اللہ ہی پر بھروسہ کئے بیٹھے رہین، خلق اللہ سے استعانت ناگزیر تھی، ———

Marfat.com

قافلہ سے ہم تین آدمی، تھانہ پہونچے، اور بہ مشکل تھانہ دار صاحب کے ہان باریابی نصیب ہوئی، نجدیون کی عام ذہنیت کا کافی تجربہ ہو چکا تھا، پھر یہ تھانہ دار صاحب تو ماشاء اللہ محکمۂ پولیس کے ایک ذی اختیار عہدہ دار تھے، اور گو نسباً نجدی ہون یا نہ ہون لیکن اپنے عہدہ کے اعتبار سے تو بہر حال حکومت سعودیہ ہی کے ایک رکن تھے، ان کے حسن اخلاق کا جو نمونہ دیکھنے مین آیا، خدا نہ کرے وہ آیندہ کبھی کسی حاجی کو دیکھنا پڑے! مولانا ناظم صاحب نے حجاز آکر خوب خوب مجاہدے کیے تھے، لیکن اس سرزمین پر اُن کے لیے سب سے بڑا مجاہدہ شاید اس سفر کی سب سے اخیر گھڑیون کے لیے اٹھ رہا تھا، گفتگو وہی فرما رہے تھے، ان بیچارہ پر جو زبردست ڈانٹ پڑی ہے، اس کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیجانا انھین کا ظرف تھا،

صبح ۵ بجے ہو چکی تھی، ۷ بجے، ۸ بجے، ۸½ بجے، ۹ بجے خدا خدا کرکے مشکل آسان ہوئی، اور کوکب الشرق کمپنی (ایک مصری موٹر کمپنی کا نام ہے) کی ایک لاری ہم لوگون کے لیے نظر آئی، رفیقان قافلہ اس پر سوار ہوئے، مجھے خود ایک چھوٹے موٹر مین جگہ مل گئی، اس موٹر پر مولانا شوکت علی کے داماد اور بھائی عثمان علی خان صاحب بھی اپنے دو رامپوری دوستون کے آرہے تھے، موٹر اور لاری کے کرایہ مین کچھ زیادہ فرق نہین، لیکن آرام مین اچھا خاصا فرق ہے، موٹر نسبۃً کم وقت لیتا ہے، اس مین جھٹکے کم لگتے ہین، بیٹھنے کی جگہ زیادہ آرام دہ ہوتی ہے، کرایہ اب خوب یاد نہین، لیکن ایک گنی سے غالباً ایک آدھ روپیہ زائد ہے، مدینہ سے روانگی کے وقت جیسا یاد ہوگا، کہ شہر سے ۲۰ ذی الحجہ کو رخصت ہوئے تھے، اور ۲۷ گھنٹے کے انتظار کے بعد، شہر پناہ کے پھاٹک

Marfat.com

سے ۲ بجے دوپہر کو نکلے تھے، اسی طرح شہر مکہ سے ۱۵ ذی الحجہ کو بعد مغرب روانہ ہوئے اور
۱۳، ۱۴ گھنٹے کے انتظار کے بعد ۱۶ کو نماز چاشت کے وقت شہر پناہ سے باہر ہوئے ہندوستانی
وقت کے حساب سے کوئی ۱ بجے ہوں گے، کہ حدود مکہ سے موٹر روانہ ہوگیا۔ ــــــ
دیکھتے ہی دیکھتے یہ چند روز کا بابرکت زمانہ قیام ختم ہوگیا۔ اب عمر بھر اسی کی یاد رہیگی
اور اسی کی حسرتیں، اسی کا دھیان رہیگا اور یہیں کا ارمان! یہیں کی تمنائیں رہینگی، اور
یہیں کی آرزوئیں! اسی در کی طلب اور اسی آستان کی تڑپ! ایک خواب تھا کہ چشم زدن
میں ختم ہوگیا! اب عمر بھر کی بیداریاں ہوں گی اور تمنائے خواب! ــــــ لیکن یہ یاس
کا غلبہ اور مایوسی کا ہجوم کیوں؟ جس قادر علی الاطلاق نے بلا کسی حق و استحقاق کے
باران آنکھوں سے اس کی زیارت کرادی، اُس کے فضل و کرم سے کیا کچھ بعید ہے کہ ایک
پھر اور ایک ہی بار کی قید کیوں، بار بار پھر جیتے جی اس جنت ارضی کی سیر کرادے اور نہ
کراتا رہے؟ لائے اور پھر لیجائے، لیجائے اور پھر لائے، لائے اور بار بار لائے۔ اور
ایسا لائے کہ پھر اس جسم ہوتی کو جنت البقیع یا جنت المعلیٰ کے احاطہ میں حشر تک کے
لئے سلادے! یہیں سلائے اور یہیں سے اٹھائے! "زندگی" کی طلب رکھنے والوں کو
انگلستان و فرانس، امریکہ و جرمنی کی سیر مبارک، لیکن "موت" کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے
والا حجاز اور حجاز والے کے سوا، کس کا آسرا لگائے؟ "جنت نظیر" کی آرزو والے کشمیر اور
"جنت نشان" کی تمنا والے فرنگستان کی گلگشت میں مصروف رہیں لیکن "جنت نظیر" اور
"جنت نشان" کی شاعری کا مفتون نہیں، جنت کی حقیقت کا بھوکا، اگر ادھر نہ آئے،
کدھر جائے؟

موٹر کا سفر بحمد اللہ ہر طرح خوشگوار و آرام دہ رہا، اور گومٹی کی ۲۵ رتھی، موسم بہت زائد سخت نہ تھا موٹر اچھا تھا مصری شوفر اچھا تھا، ہندی رفقار اچھے تھے۔ درمیان مین ذرا کی ذرا بحرہ مین ٹھہرے یہان جائے کی سیر پہ چند جاوی حاجیون کا ساتھ رہا، ایک دوسرے کی زبان سے یکسر اجنبی، اس پہ بھی ملاقات پُرلطف و شگفتہ رہی، ڈھائی گھنٹہ مین جدہ کی عمارتین دکھائی دینے لگین، اور چند منٹ کے بعد موٹر اپنی جگہ پر آکر ٹھہر گیا،

آج ہندوستان کی ڈاک کی تقسیم کا دن تھا، وطن چھوڑنے کے بعد یہ پہلی اخباری ڈاک تھی، جو سرزمین عرب پر ملنے والی تھی، عزیزون کی خیریت مین، دوستون کے ذاتی حالات مین، اور ملک کے عام قومی کیفیات مین دل لگا ہوا تھا، اپنی ڈاک پوسٹ ماسٹر جدہ کے پتہ پر طلب کر آیا تھا، موٹر سے اترتے ہی دوپہر مین پیدل ڈاکخانے پہونچا، یہ معلوم کرکے مایوسی ہوئی کہ ڈاک کے جہاز کی آمد ہے، لیکن ابھی آ نہین چکا ہے، مجبوراً واپس ہوا اور اپنے وکیل صاحب بسیونی کے مکان پر پہونچا، بیسیون قافلے اس وقت سے کہین پیشتر جدہ واپس پہونچ چکے تھے، اور اکثرون کے ٹکٹ کا انتظام ہو چکا تھا، وکیل صاحب کے مکان کے اندر ہجوم، اور باہر ایک میلہ سا لگا ہوا، ہم لوگون کے پہونچنے مین اچھی خاصی تاخیر ہوئی ——— وہی معلم صاحب کی عنایت ا——— اور اس اثنا مین جہاز کی سب جگہین بھر چکین، بمبئی کے لئے ٹرنر موریسن کا پہلا جہاز رحمانی کل ہی پرسون روانہ ہونے والا ہے، اس کی گنجائش بھر کے مسافر سب آ چکے، اب بھلا اس پر جگہ ملنے کی کیا صورت؟ وکیل صاحب نے بھی مایوس کر دیا، اور جہازی کمپنی کے دفتر والون نے بھی کمپنی کے دفتر ہی مین تھا کہ اتفاق سے منشی احسان اللہ صاحب وائس کانسل وہان آگئے، ٹکٹون کا معاملہ انھین کے ہاتھ مین ہے، مگر انھون نے اپنے ہان کے قاعدے

اور ضابطے ایسے مقرر کر رکھے ہین، کہ اگر کسی شخص کیساتھ خاص رعایت اور عنایت کرنا چاہین بھی، تو آسانی سے نہین کر سکتے، ہر شخص کو اس کے نمبر ہی پر ٹکٹ ملیگا، اس لئے ان سے جو گفتگو ہوئی وہ بھی کچھ امید افزا نہ تھی،

مین خود تو جدہ پہونچ گیا لیکن رفقا کہان ہین؟ موٹر پہونچے ہوئے مدت ہو گئی لیکن ساتھیون کی لاری کا اب تک پتہ نہین، موٹر مانا کہ لاری سے قبل پہونچتی ہے لیکن بس وہی گھنٹہ پون گھنٹہ قبل، اس سے زائد کا فرق تو نہ ہونا چاہئے، گھنٹہ گذرا، ڈیڑھ گھنٹہ دو گھنٹے، تین گھنٹے، چار گھنٹے مجھے پہونچے ہوئے ہو گئے، مین ظہر کے اول وقت پہونچا تھا اب عصر کا اوسط وقت ہو گیا، اور لاری کا کہین پتہ نہین، گھبرا کر بار بار وکیل صاحب سے دفتر کو کیا الشرق کو ٹیلیفون دلواتا تھا، اور وہان سے کوئی جواب نہ ملتا تھا، جب بالکل شام ہونے لگی، تو استعانۃً ایک منشی احسان اللہ صاحب کے مکان پر گیا، وہ خود تو موجود نہ تھے، البتہ اُن کے ہان مولوی حاجی نثار احمد صاحب کان پوری مل گئے، اور بڑے اخلاق اور تپاک سے ملے، وہ ماشاء اللہ متعدد حج کر چکے ہین، اور یہان کی زبان، جغرافیہ، حالات سب سے خوب واقف ہین، بیچارے ازراہ ہمدردی از خود میرے ہمراہ ہو گئے، اور کمپنی کے دفتر کی تلاش مین نکلے، اور جب اس سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا، تو اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ رضا بالقضا پر مجبوراً عمل کر کے، شہر پناہ کے پھاٹک پر کھڑے ہو کر صبر کے ساتھ انتظار دیکھا جائے، اتفاق دیکھئے کہ جون ہی پھاٹک پر پہونچے، پہلی لاری جو دکھائی دی، وہ ہمارے ہی قافلہ کی تھی عین غروب آفتاب کا وقت تھا، گویا مکہ سے جدہ تک جو فاصلہ میری موٹر نے ڈھائی گھنٹے مین طے

کرلیا تھا، وہ اس لاری نے ۲/۱ ۱ گھنٹے مین طے کیا! ساتھیون سے معلوم ہوا کہ راستہ مین ہر قسم کی افتاد، شوفر کی حرکتون سے لاری کو پیش آتی رہی، یہان تک کہ ایکبار اس کی سگریٹ کی چنگاریون سے لاری مین آگ بھی لگ گئی، اور کپڑے جلنے شروع ہو گئے، لیکن بے درد شقی القلب شوفر کسی قسم کی مدد و ہمدردی کرنا الگ رہا، لاری کو روکنے تک کا روادار نہ ہوا! مولانا ناظر صاحب اور دوسرے رفقا برابر النار النار الحریق الحریق پکارتے رہے، اور صراحیون کا پانی ڈال ڈال کر جس طرح بن پڑا، آگ بجھائی، ورنہ اگر جانین بھی چلی جاتین، تو کچھ بعید نہ تھا! کوکب الشرق کمپنی کی گاڑیون کا ایک ہی تجربہ ہوا، اور خدا نہ کرے اس تجربہ کے اعادہ کی نوبت آئے۔

رحمانی، بمبئی کے لئے ۱۸ ذی الحجہ کو روانہ ہو رہا تھا، اس پر جگہ ملنے سے بالکل مایوسی تھی، اور خیال یہی تھا، کہ دوسرے جہاز کے انتظار مین ابھی کئی ہفتے جدہ مین پڑا رہنا ہوگا، لیکن رحمت باری کو مایوس دلون کو شگفتہ کرتے کیا دیر لگتی ہے — اور اس سفر کے دوران مین تو اس کا مشاہدہ قدم قدم پر کر لیا گیا — ۱۷ کی صبح کو جب منشی احسان اللہ صاحب کے ہان ملنے گیا، تو کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ اسی جہاز مین پورے قافلہ کے لئے جگہ نکل آئی ہے! یہ احسان تمامتر منشی جی کا تھا، لیکن احسان کا واسطہ "احسان اللہ" کی ذات کو بنایا گیا! منشی صاحب کی عادت ہے کہ جب کوئی تعریف کرتا ہے، تو وہ چڑھنے لگتے ہین اور چشم تصور دیکھ رہی ہے کہ منشی صاحب سفرنامہ کی ان سطور کو پڑھتے جاتے ہین اور ان کا استقبال بھی اسی قسم کے چین ابرو سے کر رہے ہین، لیکن —— دوسرون کا تجربہ جو کچھ

ہو، اور جس شخص کو ہزارہا اہل حاجت سے سابقہ رہتا ہو، اس کے لیے سب کو مطمئن
و رضامند رکھنا آسان بھی نہین ——— اپنا تجربہ تو ان کے متعلق یہی ہوا کہ انھون نے
اپنے اسم بامسمّیٰ ہونے کا ثبوت دیا، اور علاوہ ٹکٹ مین مدد دینے کے جس کی اس وقت
نہایت درجہ قدر ہوئی کھلانے پلانے مین، چائے پلانے اور کھانا کھلانے مین جس لطف و
مدارات کا برتاؤ کرتے رہے اس سے تو رہ رہ کر دھوکا ہوتا تھا کہ کوئی نئے شناسا نہین
بلکہ پرانے بے تکلف دوست ہین اور (احباب پنجاب معاف فرمائین) پنجاب کے باشندہ نہین
اودھ کے رہنے والے ہین، ٹرنر ماریسن کے دفتر کے قاضی عزیز الدین صاحب سے بھی
اب کی زیادہ سابقہ رہا، ضلع بارہ بنکی کے قصبہ سیدن پور کے رہنے والے، گویا اپنے ہموطن
تھے، انھون نے اگر بالکل عزیزون کا سا برتاؤ کیا تو ان سے اس کی توقع بھی تھی، جدہ
سے روانگی کے وقت ہم میان بیوی انھین کے موٹر لانچ پر روانہ ہوئے، کمپنی کے
ایجنٹ، اور شہر جدہ کے حاکم، حاجی عبداللہ علی رضا ذیل کے اخلاق کی کیا تعریف ہو،
چہرہ کی نورانیت، انور باطن کا آئینہ، پردیسیون کے حق مین آیۂ رحمت، شیخ عبدالرحمٰن الفضل
سے بھی ملاقات رہی، ان کی محبتین اور خاطرداریان بھی بھولنے کی چیز نہین، اور شیخ
نصیف کا آرام دہ اور پرفضا چبوترہ، مئی کے آخری ہفتہ کی گرمی، اور جدہ مین حاجیون
کا ہجوم، اگر اب کی بھی فرط کرم سے شیخ نے اپنا چبوترہ عنایت نہ کر دیا ہوتا، تو خدا معلوم
دو راتین کس طرح بسر ہوتین! جدہ مین رہنے والے گویا اللہ کے گھر کے ڈیوڑھی بان
ہین، حجاج کی خدمت کرنے اور انھین آسائش پہونچانے کے انھین بہترین مواقع
حاصل ہین، خوش نصیب ہین وہ افراد جو ان موقعون کو ہاتھ سے جانے نہین دیتے
اور انھین اپنے لیے توشۂ آخرت بناتے جاتے ہین۔

Marfat.com

۱۷ ذی الحجہ اتوار کا دن ملنے جلنے، سامان سفر درست کرنے، اور اشیا کی خریداری
مین گذرا ہندوستان سے ڈاک خدا خدا کر کے آئی، سہ پہر کو تقسیم ہوئی لیکن میری
ڈاک کا ایک بہت قلیل جزو دیا صرف ایک پلندہ تھا جس کے اندر چند اخبارات لپٹے ہو
تھے میرے اندازہ مین ایسے ایسے پندرہ بیس پلندے ہونے چاہیے تھے معلوم ہوتا ہے
بقیہ ڈاک آیندہ جہاز سے موصول ہوگی پوسٹماسٹر کے پاس اپنا ہندوستان کا پتہ چھوڑے
جاتا ہون اب جو ڈاک آئیگی، وہ وہین واپس کر دین گے خیال یہ تھا کہ ڈاک یہان ملجاتی
تو جہاز پر اسے دیکھ ڈالتا، اور ہندوستان پہونچتے پہونچتے، پھر دنیا کے حالات سے باخبر
ہو جاتا خیر ۱۸ ذی الحجہ، ۲۰ مئی، دو شنبہ کا دن تھا کہ صبح سویرے اپنا اسباب ٹھیلون پر
لاد کر ساحل کی طرف روانہ کر دیا، سب قافلہ والے ہمراہ گئے، اور ساحل سے کشتی کرایہ
کر کے جہاز کے لئے روانہ ہوئے، جو دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر سمندر مین اور بہت سے
جہازون کے ہجوم مین کھڑا تھا، وکیل صاحب کے مطالبات دے دلا کر کچھ دیر کے بعد
ہم دونون میان بیوی ٹرنر ماریسن کے موٹر بوٹ پر روانہ ہوئے، اور بہت جلد جہاز
تک پہونچ گئے، جدہ مین کشتی سے جہاز پر چڑھنے کا مرحلہ سخت ہوتا ہے کشتی برابر ہلتی
رہتی ہے، اور اس سے بھی کہین بڑھکر لوگون کا ہجوم دھکا، سیڑھی پر ایک وقت مین
ایک ہی آدمی چڑھ سکتا ہے، اسباب چھوٹ جانے کا اندیشہ مزید بران بہرحال ناتوانون
اور ضعیفون کو اس وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، گو خدا کے فضل سے
حادثہ عموماً پیش نہین آتا لیکن اس کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے رحمانی ٹرنر ماریسن کمپنی
کا نو تعمیر جہاز ہے ۱۹۲۸ء مین تیار ہوا ہے، اور اس کے کل جہازون مین سب سے بڑا اور سب سے
بہتر اور سب سے وزنی ہے ۵۲۹۱ ٹن کے وزن کا ہے، کمرے اکبر کے کمرون سے بڑے

Marfat.com

بھی، اور زیادہ آرام دہ بھی، سکنڈ کلاس میں بھی پنکھے موجود، اکبر پر پندرہ سو مسافر تھے، اس پر سترہ سو ہیں، جہاز کا عملہ اس کے علاوہ، ۹ بجے تک ہم لوگ پہونچ گئے تھے، ۵ گھنٹے کے بعد سہ پہر کو روانگی کی سیٹی ہوئی، اور جہاز وطن کی طرف روانہ ہوا —

"وطن"! کیا خدا کی شان ہے، حجاز کا مسافر ہندوستان کو "وطن" لکھ رہا ہے، اور سمجھ رہا ہے! یہ وہی مسلم خانماں برباد ہے، جو کبھی حجاز آیا تھا، جس کے باپ دادا کی رگوں میں حجازی خون گردش کر رہا تھا، چند صدیوں کے بعد آج وطن پردیس ہو گیا ہے، اور پردیس وطن کے حکم میں داخل ہو گیا ہے، حجاز اب اس کے لیے پردیس ہے! اور مکہ و مدینہ کے جوار میں اب وہ اپنے تئیں غریب الوطن سمجھ رہا ہے!

باب ۴۰، ا

جہاز-ممبئی-وطن

جاتے وقت اکبر پر گئے تھے ــــــ اللہ اکبر کی بڑائی اور کبریائی پکارنے والوں کی سواری کے لئے "اکبر" سے زیادہ موزون جہاز اور کون ہو سکتا تھا؟ ــــــ

واپسی کے وقت رحمانی پر سوار ہونا نصیب میں آیا، سچ ذرہ کو آفتاب بنا دیتا ہے، جب اگر واپس ہونے والوں کے ساتھ رحم و رحیمیت کے معاملات شروع ہو گئے ہوں، اور تمام رحمت و رحمانیت کے کاروبار ہونے لگے ہوں، تو دل رحمانی کے نام سے کیوں نہ تفاؤل کرے، اور رحمٰن و رحیم کے مرحمت و غفران کے بیشمار حیلوں اور بے حساب بہانوں میں ایک تازہ عنوان کا اضافہ کرتے کیوں ہچکچائے؟ "رحمانی" صرف جہاز ہی کا نام کیوں سمجھئے، سواری پر جتنے سوار تھے، اگر وہ سب کے سب رحمانی ہوں، اگر اُن سب کا شمار رحمانیوں میں ہو گیا ہو، تو خدائے رحمان و رحیم کے رحم و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کسی کی بڑائی پکارنے والے دل نہ سہی، بڑائی پکارنے والی زبانیں تو سب ہی کی تھیں، اور خود اس بڑے کا دیدار نہ سہی، اُس بڑے کے گھر کی زیارت کرنے والی آنکھیں تو ہر ایک کی تھیں، پس اگر واپسی کے وقت بحر قدرت کے عبور کے لئے، سفینہ رحمت و رحمانیت عطا کر دیا گیا ہو، تو اس پر حیرت کیوں کیجئے اور اس جود و نوال فضل و کرم پر تنگدل کیوں ہوجئے؟

رہا۔ اس وقت تک ٹرنر مارلیسن کے جہازوں میں سب سے بہتر ہے، سب سے زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ آرام دہ، اول درجہ کے کیبن دوسرے جہازوں سے زیادہ گنجائش اور آرام دہ، بعض بعض کیبن بجائے دو آدمیوں کے چار آدمیوں کیلئے، ہر کمرہ میں پنکھے لگے ہوئے، ہر کیبن کے اندر پائپ میں پانی کے از خود آجانے کا انتظام موجود، نہ یہ کہ پانی والا پانی کے خزانہ میں الگ سے لاکر پانی انڈیل جائے، شروع کے سفر نامہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جاتے وقت اکبر جہاز میں جگہ سب سے اوپر کپتان کے کمرہ سے متصل مل گئی تھی، اس وقت تو مولانا شوکت علی کی عنایت تھی، واپسی میں اس جگہ کے ملنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی، لیکن جو خدائے مہربان بمبئی میں تھا وہی جدہ میں بھی تھا، اب کی اس نے کسی بیرونی کرم فرما کے نہیں بلکہ خود ٹرنر مارلیسن کمپنی کے ایجنٹ اور حاکم جدہ، حاجی عبد اللہ علی رضا زینل کے دل میں نیکی ڈال دی، انھوں نے کپتان کے نام چٹھی لکھ بھیجی، چنانچہ جب جہاز پر آنا ہوا تو دیکھا کہ وہی سب سے اوپر کے گوشہ میں کپتان کے کمرے کے متصل کمرہ، اس عاجز و گمنام کے لئے محفوظ اور خالی ہے! کپتان سے تذکرۃً ہر وقت کا سابقہ، اس کپتان کا نام لک ہے، گو نیکی اور خوش مزاجی میں کپتان وارڈ سے کمتر ہے، لیکن مستعدی، کارگذاری، و خوش تدبیری میں اس سے بڑھا ہوا ہے، جہاز کے دوسرے کارکن بھی مستعد و کارگزار ہیں، مسافروں کی خاصی بڑی تعداد حسب معمول بنگالی حاجیوں کی ہے، پشاوری و سرحدی بھی بکثرت ہیں، اپنے قافلہ کے علاوہ، پرانے ساتھیوں میں چودھری محمد علی ردولوی مع اپنے دونوں لڑکوں کے، بیکس اور بیمار لیکن نہایت ہمدرد و شریف، صحبت زوجہ کریمہ کے اب کی بھی ہم سفر ہیں، خوش مزاجی کی دھوم پہلے ہی سے تھی، اب حج کی برکت سے ماشاء اللہ

علمی ہمدردیوں اور خدمتگزاریوں پر زیادہ مستعد ہوگئے ہیں، ایک ایک کے علاج و دلداری کے لیے موجود، نئے ساتھیوں میں ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی، اور محمد اکرم خان صاحب (ایڈیٹر محمدی، کلکتہ) کا ساتھ بھی ہر طرح خوشگوار و دلچسپ رہا۔

اب پھر وہی ڈیڑھ ہفتہ کے لیے لق و دق اور اتھاہ سمندر سے سابقہ، خشکی اور خشکی کی ہر شے سے بے تعلقی، نہ پہاڑ نہ جنگل، نہ شہر نہ دیہات، نہ چرند نہ پرند، نہ باغ نہ مکان، نہ شجر نہ حجر، نہ سڑک نہ دکان، بس ہر وقت اور ہر سمت عالم آب، اوپر نیلا آسمان اور نیچے نیلا سمندر، نہ کہیں اسٹیشن نہ قیام، دن رات مسلسل روانی ہی روانی۔ اب کی کامران [illegible] تھوڑا بہت [illegible] ہلتا ہی رہتا ہے، کچھ تو [illegible] کی برکت، اور کچھ اس سے کہ طبیعت مانوس ہو چکی ہے، واپسی میں سمندر کی دہشت اور سمندر سے وحشت کسی قدر کم ضرور ہو جاتی ہے، لیکن جاتی نہیں رہتی، وطن کا شوق دل پر غالب، کہ کل کے بجائے آج ہی پہونچ جائیں، اور انتظار کی ایک ایک گھڑی طبیعت پر گراں، لیکن دن اور رات گنتے اور منٹ تو بہر حال اپنے وقت مقررہ ہی پر پورے ہوں گے، ہر شخص خوش خوش حساب لگا رہے ہیں، اور اندازے ہو رہے ہیں، کہ فلاں تاریخ فلاں وقت بمبئی پہونچیں گے، فلاں فلاں سے ملیں گے، فلاں ٹرین سے روانہ ہوں گے، بمبئی سے وطن کو تار دیں گے، یوں وطن پہونچیں گے، کپتان سے سوالات کی بوچھار ہو رہی ہے، جن بیچاروں کی رسائی کپتان تک نہیں وہ خلاصیوں [illegible] پوچھ پوچھ کر اپنے کو تسکین دے رہے ہیں، سب اپنے اپنے حال [illegible] اور اپنے اپنے تصور میں مگن، لیکن سمندر کا تلاطم ہر منصوبہ پر غالب، اور ہوا کے [illegible] ہیں۔

Marfat.com

ہر تخمینہ کے غارت گرا۔

سمندر میں برسات کا موسم اور برساتی ہوائیں بہت قبل سے شروع ہوجاتی
ہیں، کپتان وارڈ نے بتایا تھا کہ "۸۔۱۰ جون تک بمبئی ضرور پہونچ جانا ورنہ برسات
شروع ہوجائیگی، اور بحری سفر میں برسات کا وسط نہیں، بلکہ ابتدائی اور آخری
حصہ زیادہ خطرناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے" چنانچہ ہم لوگوں نے مکہ سے روانگی میں
جو اس قدر عجلت کی تھی، اس کا ایک بڑا سبب یہی تھا جدہ سے ۲ مئی کو روانہ ہوگئے
تھے۔ اب اطمینان تھا کہ خطرہ کے وقت سے قبل ہی بمبئی انشاءاللہ پہونچ جائیں
لیکن کیا انسان اور کیا انسان کا ارادہ اور اندازہ! تین چار دن تو سمندر کی حالت غنیمت
رہی اس کے بعد تیز و تند ہوائیں چلنی شروع ہوگئیں، اور موجوں نے بلند ہو ہو کر جہاز
سے ٹکریں کھانی شروع کیں، اس کیفیت کا پورا اندازہ بغیر بحری سفر کا ذاتی تجربہ کئے
ہو نہیں سکتا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ سطح سمندر سے دس دس اور بارہ بارہ، بلکہ پندرہ
پندرہ اور بیس بیس فٹ اونچی موجیں، ہر سمت سے امنڈ امنڈ کر اور بلند ہو ہو کر
جہاز پر حملہ آور ہورہی ہیں! اور ساتھ ہی جہاز ڈانواڈول ہونا شروع ہوا، اوپر
کے عرشہ پر بیٹھ کر دیکھئے، تو ابھی یہ نظر آرہا ہے کہ جہاز کا داہنا پہلو نیچا ہوتے ہوتے
بالکل زیر آب ہوجانے کو ہے، اور ابھی یہ نظر آنے لگا کہ داہنا پہلو تو نکل آیا
اور اب بایاں پہلو جھکتے جھکتے غرق ہونے پر ہے! دلوں کی گھبراہٹ کو چھوڑیئے،
زبانوں کی واویلا کا بھی ذکر نہیں، ستم یہ ہوا کہ سروں میں چکر آنے شروع ہوگئے
اور متلی کی بیماری پھیل گئی، جسے دیکھئے بستر پر پڑا ہوا، جو اٹھ کر چلا، وہ لڑکھڑا کر گرا،

کوئی دورانِ سر مین گرفتار، کوئی استفراغ مین مبتلا، الا ماشاء اللہ، کچھ اللہ کے بندے محفوظ بھی رہے، ——— نماز بہترین عبادت ہے، لیکن نماز کے بعد ہی دعا و استغفار کا بھی حکم ہے، روزہ افضل ترین مجاہدہ ہے، لیکن ختمِ رمضان پر روزہ کے بعد فطرہ کا بھی ارشاد ہے، حج جیسے بابرکت سفر مین، اپنی کوتاہیون اور نفس پرستیون سے جو جو آلائشین اور کثافتین جمع ہو جاتی ہین، اُن کے تصفیہ و تنقیہ کے لئے اس اضطراری مجاہدہ سے بڑھ کر لطیف و پر اثر نسخہ اور کیا ہو سکتا ہے!

دن جاتے اور فاصلے طے ہوتے دیر کیا لگتی ہے، ابھی نواحِ جدہ مین تھے، ابھی کامران کے سامنے سے گذرنے لگے، بحرِ احمر ختم ہوا، بحرِ عرب شروع ہوا، سقوطرہ گذرے، باب المندب سے نکلے، عدن کو پیچھے چھوڑا، ساحلِ عمان بھی نظر سے غائب ہوا، بحرِ ہند کی گہرائیون کے اوپر آ گئے، لیکن وطن جون جون قریب آتا جا رہا ہے، سمندر کا تلاطم بڑھتا ہی جا رہا ہے، گرمی کی شدت برسات کی سی امس، اس پر مستزاد، جسم پسینہ مین شرابور، غسل سے بھی تسکین نہین جاتے وقت مسلم نوڈ سیالی کمپنی کے کھانے کا انتظام اچھا تھا، اور انتظام مین اگر کچھ کمی تھی بھی، تو منیجر اور اسسٹنٹ منیجر کی خوش اخلاقیان اس کی تلافی کر دیتی تھین، اب کی مرتبہ یہ کوئی صورت بھی نہ تھی، جو چیز مانگئے ہوٹل مین موجود نہین، کھانا اول تو کھایا ہی کس سے جاتا تھا کہ غائب تھی، لیکن جو کھانا چاہتے، انھین ملتا ہی کیا تھا! جو خوشحال تھے، انھین مجبوراً انگریزی ہوٹل سے انتظام کرنا پڑا! جو بیچارے اتنا خرچ نہین کر سکتے تھے، اور محض مسلم ہوٹل کے بھروسہ پر تھے، اُن کی حسرت نصیبی قابلِ رحم تھی، کھانے سے کہین

بڑھکر مصیبت پانی کی تھی ٹھنڈا پانی عنقا! فرسٹ کلاس والے تک گویا نیم گرم پانی
پینے پر مجبور! جہاز پر برف تھی، اور روزانہ تیار ہوتی تھی لیکن اتنی قلیل مقدار میں، کہ
صرف انگریز افسرانِ جہاز کے لئے کافی ہو سکے۔ جہاز کے انگریز اور نیم انگریز افسر اور تحت
برف پی رہے ہیں، اور ٹھنڈے پھل (سنترے وغیرہ) کھا رہے ہیں، اور حاجی غریب
(بڑے سا بڑا حاجی بھی ہر چھوٹے سے چھوٹے انگریز کے سامنے غریب ہی ہی!) ہر قیمت
ادا کرنے کو تیار، اس پر بھی قسمت میں تشنگی و خشکی ہی لکھی ہوئی!

واپسی کے وقت جہاز پر عموماً موتیں بھی خاصی تعداد میں ہوتی رہتی ہیں، بڈھی
بے [illegible] اور بہت بڑھیاں، عالم سفر ہی رنگ الٰہی کر رہی ہیں، خصوصاً
لاغر و نحیف، مریض، ضعیف الجثہ ہوتے ہیں، اور ساتھ ہی اپنے آرام و آسائش
کیلئے زیادہ خرچ بھی نہیں کر سکتے، وہ تو ہجوم، غذا، موسم، آب و ہوا، وغیرہ کی تکلیفوں
کو اور بھی برداشت نہیں کر سکتے، زیادہ تر موتیں اسی طبقہ میں ہوتی ہیں، ہمارے
جہاز میں غالباً [illegible] موتیں ہوئیں، دس دن کے عرصہ میں، اور ستّرہ سو کی آبادی
میں یہ تعداد کچھ ایسی بہت زائد تو نہیں، تاہم دو ایک موتیں دھڑکن پیدا کر دینے کیلئے
بھی کافی سے زائد تھیں، ایک تیس سال کے جوان مرد کی موت جدہ سے روانہ ہو
اور ساحل [illegible] سے صرف چند میل ادھر ہوئی، بہت دردناک تھی۔ افریقہ کے ایک
[illegible] تاجر [illegible] فرسٹ کلاس کے مسافر تھے، ان کی [illegible]
[illegible] ہوئی۔ [illegible]
[illegible]

کا کوئی معقول انتظام نہیں، وقت تو مردوں کے لئے بھی بڑی کڑی ہے، جب تو ان کے لئے اس سے بھی کہیں بڑھ کر پیش آتی رہتی ہے ——— لیکن ان خوش نصیبوں کی موت کا کیا پوچھنا، گناہوں سے پاک صاف تازہ حج کئے ہوئے، حرم پاک کی طواف و زیارت اور دیدار کعبہ سے مشرف، غریب الوطنی کی موت مقدر کی، جی چاہتا ہے کہ سینہ کھلا ہوا، جی میں آتا ہی کہ آنسو بہانے کے بجائے ان مرنے والوں اور مرنے والیوں کی خوش قسمتی پر جی کھول کر رشک کیجئے، رحمت حق کا نزول ان پر بھی نہ ہوگا تو اور کس پر ہوگا!

---

۲۴ مئی (۱۰ ذی الحجہ) کو دوشنبہ کا دن تھا، جب سہ پہر کے وقت جدہ سے روانہ ہوئے تھے، ۳۰ جون کو ایک ہفتہ پورا ہو کر دوشنبہ آگیا، اور وطن کی آتش شوق اب تیز سے تیز تر ہوگئی، دن کے گھنٹے اور رات کی گھڑیاں اب کاٹے نہیں کٹتی تھیں، ایک ایک دن پہاڑ ہو رہا تھا، بھوک اور پیاس سے حال ابتر ہو رہا تھا، اس پر بھی سہ شنبہ کا دن سامان کے رکھ رکھاؤ، ٹھیک ٹھاک میں بسر ہوا، نہ معلوم کتنی بار بستر بندھتے تھے اور کھلتے تھے، اور پھر بندھتے تھے، بکس، صندوق، سوٹ کیس، بیگ، تھیلے، ہر ایک بار بار بند ہوتے تھے، کھلتے تھے اور پھر بند ہوتے تھے، چہار شنبہ کو طوفانی حالت تیز ہوگئی، سمندر میں تلاطم تو تھا ہی، بارش بھی اچھی خاصی ہوئی، جہاز پر بارش کا منظر خاصہ مہیب و دہشت انگیز ہوتا ہے، مگر وہ دل والے پابہ رکاب کیا گھبرا سکتے تھے جو گھر لوٹ رہے ہوں، نہ وہ بارش کے شور اور فضا کے اندھیرے سے کچھ ڈرے، دیکھ کر ہنستے جا رہے تھے، اور جہاز اس فضائے تیرہ و تار میں دوسرے جہازوں کو اپنے ہاتھ سے اطلاع

کرنے کے لئے بار بار بھیانک سیٹیاں دے رہا تھا، کسی کا دل ناخدا سے، اور کسی کا خدا سے اٹکا ہوا، دلوں میں ہول و اضطراب، اور زبانوں پر دعا و استغفار، پورا طوفان تو نہ تھا، البتہ طوفان کا ایک ہلکا سا نمونہ ضرور دیکھنے میں آگیا، جہاز کے لاسلکی کے ذریعہ سے بمبئی، دفتر خلافت کمیٹی، کو اپنی آمد کا تار دیدیا، اور جی بے اختیار یہ چاہ رہا تھا کہ تار ہی میں ناشتہ کی خصوصاً تازہ پھلوں کی بھی فرمائش کر دیجائے! چہارشنبہ کی شام کیسی خوش آیند شام تھی! جہازوں کی شکلیں اور دور دور کی عمارتیں سہپہر ہی سے نظر آنی شروع ہوگئیں، غروب آفتاب کے بعد ساحل کی روشنیاں صاف دکھائی دینے لگیں، ——— یہ روشنیاں کوئی نئی اور انوکھی نہ تھیں بارہا کی دیکھی ہوئی ہیں، لیکن آج کی سی کشش اور دلکشی ان میں کبھی پیشتر محسوس ہوئی تھی؟ ——— شب کے دس بجے ہوں گے، کہ جہاز سمندر میں ساحل سے فاصلہ پر لنگر انداز ہوگیا، اب صبح کو گودی میں داخل ہوگا، اور کہیں نو دس بجے تک اترنا ہوگا، اتنا انتظار کس سے ہوگا! اور یہ رات کیسے کاٹے کٹے گی!

بیت اللہ کے زائروں کے صبر و انتظار کا آخری لطیف مجاہدہ خدا خدا کرکے ختم ہوا ۶ رجون پنجشنبہ کی صبح ہوئی، بندرگاہ کے افسروں اور ڈاکٹر وغیرہ کی آمدورفت جہاز پر شروع ہوئی، دن نکلا اور کچھ دیر کے بعد جہاز نے آہستہ آہستہ گودی کی طرف کھسکنا شروع کیا، نیچے کے درجوں کے مسافر بیچارے اپنی گٹھری مٹھری سنبھالے، اپنے کندھوں اور سروں پر لوجھ لادے اوپر کے حصہ پر آگئے، اور

فرسٹ کلاس والے سب سے اوپر کے عرشہ پر آکھڑے ہوئے، سب کی نگاہین شوق واشتیاق کی تصویر بنی ہوئی ساحل کی طرف جمی ہوئین، لیجیے، اب پلیٹ فارم صاف نظر آنے لگا، اور استقبال کرنے والون کے چہرے دکھائی دینے لگے، ہلکا ترشح ہو رہا ہے بہت سے سرون پر چھتریان لگی ہوئی ہین، اس وقت کی خوشی کا کیا ٹھکانا! کوئی اپنے کسی عزیز کو ڈھونڈھ رہا ہے، کوئی اپنے کسی دوست کو، اور جس کے کوئی دوست یا عزیز موجود نہین، اس کے لئے اس وقت، وطن کے غیر اور بیگانے بھی کسی دوست یا عزیز سے کم نہین! "باباے خلافت" (اس موزون و دلچسپ لقب کو لوگون نے خواہ مخواہ طنزیہ مفہوم مین لینا کیون شروع کر دیا ہے) جناب شوکت صاحب ماشاءاللہ اپنے اس تن و توش کے ساتھ بھلا کسی مجمع مین کسی کے چھپائے چھپ سکتے ہین! اپنی رنگین چمکدار عبا، اور مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ، رومال ہلاتے ہوئے سب سے پہلے نظر پڑے، مولانا عرفان، مولوی شفیع داؤدی، سیٹھ عبداللہ ہارون مولوی سید مرتضیٰ صاحب بہادر (مدراس) کہنا چاہیے کہ ساری کی ساری خلافت کمیٹی پلیٹ فارم پر موجود، آج کی تحقیقاتی کمیٹی کا اجلاس بمبئی مین شروع ہو رہا ہے اس کے سارے ارکان جمع ہین، باہم اشارے ہو رہے ہین، صاحب سلامت، مبارکباد، مزاج پرسی، سارے کام ہاتھون کی حرکت سے انجام پا رہے ہین، اور ظالم جہاز ہے، کہ ایک ایک انچ کی رفتار سے سرک رہا ہے!

آدھ گھنٹہ، پون گھنٹہ، خدا خدا کر کے انتظار کی گھڑیان ختم ہوئین، کوئی نو بجے ہون گے، کہ جہاز پلیٹ فارم پر آکر رکا، سیڑھیان لگین، لیکن ابھی مسافرون کو اترنے

کی اجازت نہین، جہازی کمپنی کے اعلیٰ افسرون اور حج کمیٹی کے ممبرون نے جہاز پر
قدم رکھا، ٹرزمارسین کے ایجنٹ بمبئی مسٹر براؤن سے ملاقات ہوئی، اور حالاتِ سفر
پرمنٹ دو منٹ کی گفتگو، شوکت صاحب، مولوی عرفان، مولوی شفیع داؤدی، سب
اس وقت عزیزون سے بڑھکر عزیز معلوم ہورہے ہین، جہاز سے اترنے کا مرحلہ بھی جہاز
پر چڑھنے کے مرحلہ سے کچھ کم نہین ہوتا، بھیڑ بھاڑ، دھکم دھکا، چقلش کے سارے لوازم موجود،
مولانا شوکت علی کی مہربانی سے ساتھ کی بیویان فوراً اتر گئین، اور اُسی وقت موٹر پر
"دارالخلافہ" کی طرف روانہ بھی ہوگئین، کچھ دیر کے بعد ہم لوگ بھی اترے جہاز کے رکتے
ہی قلیون کی ایک پوری جماعت اوپر آجاتی ہی، یہ لوگ خوب سدھے ہوئے اور ہوشیار
ہوتے ہین، اور بڑی بات یہ کہ ایماندار اور دیانت دار بھی ہوتے ہین، مزدوری
طے کرکے، جو چیز چاہیے ان کے سپرد کردیجے، اترنے کے ساتھ ہی بمبئی کے مشہور خادم
حجاج حاجی یحیٰ علی صاحب کی طرف سے ہر حاجی کی خدمت مین ایک ایک کلچہ نان
اور دو دو کیلے پیش ہوتے ہین، ٹھنڈے پانی اور پھلون کو مدت سے ترسے ہوئے
تھے، اس وقت کیلون کا یہ تحفہ بڑی ہی نعمت معلوم ہوا، اور ایسے محسن کے حق مین دل سے
دعا نکلی، جہاز سے اترنے کے بعد ایک بڑا مرحلہ "چنگی خانہ" (کسٹم) کا ہوتا ہے، گھنٹون
لگ جاتے ہین، ایک ایک چیز کھول کر دکھانی پڑتی ہے، مین خود تو حسب معمول، بغیر
کسی دقت مین پڑے ہوئے موٹر پر اپنے معزز میزبانون کے ساتھ روانہ ہوگیا، اور سامان
کا لانا اپنے رفیق و عزیز شیخ مشیر الزمان صاحب کے جو بہترین رفیق سفر ثابت ہوئے، نیز
اپنے ہان کے خانہ زاد ملازم، حاجی محب علی کے، جس کی ذات سے سفر کی تقریباً ہر مشکل
آسان ہوتی رہی، سپرد کرآیا، چنانچہ کچھ دیر کے بعد سامان بخیریت پہونچ گیا،

Marfat.com

دارالخلافہ پہونچتے پہونچتے ۱۱ ربج چکے تھے، مدت کے بعد آج اطمینان و فراغت سے اپنی مرضی کے موافق غسل کیا، اور جب کھانا سامنے آیا، تو گویا مر بھوکون اور ندیدون کی طرح کھایا، وطن کی قدر سفر کے بعد ہی ہوتی ہے، ہر ہر شے مین ایک خاص لذت محسوس ہو رہی ہے، خاص خاص دوستون اور عزیزون کے نام تار روانہ کر دیئے

بمبئی مین ڈیڑھ دن، باوجود شدید بارش کے مصروفیت ہی مین گذرا، سیٹھ عمر بھائی چاند بھائی سے مل کر بقیہ امانت اُن سے واپس لینا، گنیون کو روپیہ مین تبدیل کرانا، عزیزون دوستون کے لئے تحفہ تحائف خرید کرنا، سارا وقت اسی دوڑ دھوپ مین بسر ہوگیا، اخبارات کو مدت سے ترسا ہوا تھا، دنیا کے انقلابات، ہندوستان کے واقعات کی کچھ خبر نہ تھی، دفتر خلافت مین جلدی جلدی اخبارات کی فائلون پر ایک نظر کر گیا، ۷ رجون کو شب کے وقت پیشاور اکسپرس سے لکھنؤ کے لئے روانہ ہوا، قافلہ کے دوسرے اشخاص اپنی اپنی منزلون کے لئے متفرق ہو گئے، چودھری محمد علی ردولوی کا ساتھ لکھنؤ تک رہا، بھوپال اسٹیشن پر حیات صاحب (پبلسٹی آفیسر) اور سید مرتضیٰ علی صاحب جج ہائی کورٹ (جنھین آج مرحوم لکھتے ہوئے قلم کا کلیجہ شق ہوتا ہے) سید الطاف احمد صاحب مع دوسرے احباب کے موجود تھے، ۸ رجون کو صبح ۶ بجے لکھنؤ اسٹیشن پہونچا، اور احباب و مخلصین کی ایک پوری جماعت کو موجود پایا، گھر پہونچ کر والدۂ ماجدہ کی قدمبوسی کی، بچیون کے سر پر ہاتھ پھیرا، عزیزون کی خوشی کا کیا پوچھنا لیکن ماں کی مسرت کا رنگ ہی سب سے الگ ہے، ہر لفظ اور ہر عبارت اس کیفیت کے اظہار سے قاصر ہے، قریب ایک ہفتہ کے لکھنؤ مین قیام رہا، اور سب سے ملنا ہوتا رہا، ۳۰ ر مارچ کو دریاباد سے روانہ ہوا تھا، اور ۱۶ ر جون کو پورے تین مہینے تین دن

Marfat.com

کے بعد، پھر وہین واپس پہونچا، پہلے حج کا سفر برسون کا کام تھا، چھ چھ مہینے تو ابھی چند سال قبل تک لگ جاتے تھے، اب بحمد اللہ تین مہینے کے اندر، بہ اطمینان وفراغت تمام یہ سارا سفر ممکن ہوگیا ہے، بلکہ اگر جہازون کا انتظار آمد و رفت مین کرنا نہ پڑے اور مدینہ منورہ مین مختصر قیام پر اکتفا کیا جائے، تو چھ سات ہفتے بھی کافی ہو سکتے ہین۔

اللّٰھم لک حججتُ وبک آمنتُ وعلیک توکلتُ ولک اسلمتُ وایاک اردتُ فتقبل نسکي واغفر لي ذنوبي وکفر عني سیاٰتي واستعملني في طاعتک ابداً ما ابقیتني واعذني من النّاس، اللّٰھم انّي استودعک دیني وامانتي وخواتیم عملي فاحفظھا عليّ وعلی کلّ مؤمنٍ ومؤمنةٍ انّک سمیع الدّعاء، اللّٰھم لا تجعل ھذا آخر العھد من بیتک وارزقني العود الیه واحسن ادبي حتی تبلغني اجلي واکفني مؤنتي ومؤنة جمیع خلقک آئبون تائبون عابدون ساجدون لربّنا حامدون صدق اللّٰہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ لا الٰه الا اللّٰہ وحدہ لا شریک له،

ضمیمہ (۱)

حکومت حجاز اور خدمت حجاج

حکومت حجاز کی اصلی اور نمایان حیثیت، دنیاے اسلام کی نظر مین خصوصاً حاجیون اور زائرون کی نظر مین خادم حرمین کی ہی، حجاز کا حاکم مکہ و مدینہ کا خادم ہوتا ہی مناسک حج، آداب زیارت، حاجیون کی خدمت اور اُن کی ضروریات کے سلسلہ مین بہت سے کام اسی کے کرنے کے ہوتے ہین، ان خدمات کا ذکر رو داد سفر کے ضمن مین اپنے اپنے موقع پر جا بجا آچکا ہی، ذیل مین ان کی پوری فہرست مرتب کرکے یکجا پیش کیجاتی ہے، جن اردو خوان حضرات کو موجودہ حکومت حجاز مین رسوخ و تقرب حاصل ہی، اگر وہ ان معروضات کو سلطان تک پہونچا دین، تو علاوہ خدمت حجاج کے اجر کے، یہ حکومت حجاز کے ساتھ بھی عین ہوا خواہی ہوگی،

(۱) سرزمین حجاز، سالہا سال سے بدامنی کا مرکز بنی ہوئی تھی، حاجیون کا مال الگ رہا، جان تک ہر وقت خطرہ مین رہتی تھی، سعودی حکومت کی سب سے بڑی برکت و سعادت یہ ہے، کہ راستون مین امن و امان قایم ہوگیا، اور بدویون کی لوٹ مار کے واقعات، افسانے بن گئے، اس خدمت عظیم پر موجودہ حکومت کی جسقدر بھی شکرگذاری کیجائے، بجا و درست ہی،

Marfat.com

پوسٹرون کی صورت مین ہون، جو جدہ، بلکہ مدینہ منیٰ وغیرہ بلکہ راستہ کی منزلون مین نمایان مقامات پر چسپان کر دیئے جائین،

(۴) منیٰ مین ایک یا ڈیڑھ سڑک کا ہونا (جیسا اس وقت ہی) سرتا سرنا کافی ہی اور حاجیون کو خصوصاً واپسی کے وقت بڑی ہی شدید زحمت اور کشمکش کا سامنا کرنا ہوتا ہے، تین یا چار راستون کا ہونا ضروری ہے، کم از کم دو راستون کا فوری انتظام ہونا تو ازبس ضروری ہی اس وقت تو حالت یہ ہے، کہ اونٹ، خچر، گھوڑے، موٹر، پیدل اور آنے والون اور جانے والون سب کے لئے کل ایک ہی راستہ ہی، ہجوم کے وقت وہ نفسی نفسی کا عالم ہوتا ہی، کہ میدان حشر کا نقشہ نظرون کے سامنے پھر جاتا ہی،

(۵) عرفات اور مزدلفہ مین مختلف ممالک کے لحاظ سے الگ الگ کیمپ قایم ہونے چاہئین، مثلاً ہندی کیمپ مصری کیمپ، جاوی کیمپ وغیرہ، وقس علیٰ ہذا، ان مختلف محلون کے لئے الگ الگ عارضی سڑکین بھی ہونی چاہئین، شارع ہندیہ، شارع مصر وغیرہ تاکہ بھٹکے ہوئے حاجی بآسانی اپنے اپنے کیمپ تک پہونچ سکین، ہر ہر معلم کیلئے کوئی خاص نمایان علامت یا نمبر ہونا چاہیے پھر اس کے ماتحت ہر ہر خیمہ کا نمبر ہونا چاہیئے، اس وقت خیمون کے جنگل مین بچھڑے ہوئے حاجیون پر جو مصیبت گذرتی ہے اس کا حال کوئی انھین کے دل سے پوچھے،

(۶) بھٹکے ہوؤن کی رہنمائی کے لئے عرفات اور مزدلفہ مین حکومت کی چوکیان بھی جابجا، اور نمایان مقامات پر قایم ہونی چاہیئے، ان مین ایسے افسر رکھے جائین جو مختلف زبانین جانتے ہون، اور شفقت، حلم، و ہمدردی مین ممتاز ہون،

(۷) عرفات و مزدلفہ مین دوکانون کا موجودہ انتظام بھی اصلاح کا محتاج

Marfat.com

ہے، بجاے اس کے کہ ایک جگہ بہت سی دوکانین لگادیجائین، جن کے وجود کی خبر بھی دورافتادہ حاجیون کو نہین ہونے پاتی، بہتر یہ ہوگا، کہ ہر ہر کیمپ کے لئے الگ الگ بازار، اس کیمپ کے مذاق کی مناسبت سے قایم کرایا جائے،

(۸) انتظامات حج کے لئے کوئی کمیٹی اس وقت بھی حکومت کے ماتحت یقیناً موجود ہو گی، اس کمیٹی کے حلقۂ خدمت کو وسیع تر اور اس کی خدمات کو مفید تر بنانے کے لئے ضروری ہے، کہ اس حج کمیٹی مین ہر سال، باہر سے آنیوالے حاجیون کے بھی کچھ نمایندے شریک کئے جائین، جو اپنے اپنے ملک کے حاجیون کی ضروریات کا حتی الامکان پورا انتظام کرسکین،

(۹) شفاخانون اور متعدد شفاخانون کے عارضی قیام کی ضرورت منی، عرفات، مزدلفہ اور ان کے علاوہ مکہ و مدینہ و جدہ کی درمیانی منزلون مین ہے، اس کی بھی شدید ضرورت ہے، کہ یہ شفاخانے اپنی جگہ اور اپنے رنگ وغیرہ کے لحاظ سے بہت نمایان ہون تاکہ ہر شخص بلا دشواری اور بہ آسانی اُن تک پہونچ سکے،

(۱۰) طواف و داخلۂ حرم شریف کے سلسلہ مین، سلطان معظم کو خود اپنے طرز عمل پر بھی غور و نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے، خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کا اسوہ اُن کے سامنے ہے، وہ حضرات جب حرم شریف کے اندر داخل ہوتے تھے اور طواف کرتے تھے، تو نہ اُن کے ہمراہ مسلح غلامون یا سپاہیون کا غول ہوتا تھا، نہ اُن کے لئے مطاف خالی کرایا جاتا تھا، نہ اور کسی حیثیت سے وہ اپنے کو عام حاجیون سے ممتاز رکھتے تھے،

(۱۱) مدینہ منورہ کے والی کا طرز عمل جمعہ کے دن، مسجد نبوی مین اور بھی

Marfat.com

زیادہ رنج دہ ہوتا ہے، عشاء کی نماز سے قبل سے روضۂ شریفہ کا ایک بڑا حصہ (یعنی منبر نبوی اور محراب نبوی کا درمیانی حصہ) والی اور اُن کے رفقاء کے لئے خالی کرا لیا جاتا ہے اور حکومت کے سپاہی، نماز پڑھنے والوں اور تلاوت کرنے والوں کو جبراً اٹھا دیتے ہیں جب یہ سب ہو لیتا ہے، تو عین نماز کے وقت والیٔ مدینہ، مسلح سپاہیوں اور بندوقچیوں کے غول کے ساتھ مسجد میں آتا ہے، سلطان، بدعات کے دشمن ہیں۔ پھر خدا معلوم یہ سب سے زیادہ کھلی ہوئی "بدعت" اب تک کیونکر روا رکھی گئی ہے؟

(۱۲) مسجد نبوی کے موجودہ قالین، بوسیدہ و ادنیٰ، اور موجودہ روشنی ناکافی اور بار بار بجھ جانے والی، ہرگز اس مسجد کے شایانِ شان نہیں، اعلیٰ و بہتر فرش اور بہتر روشنی کی فوری ضرورت ہے،

(۱۳) مسجد نبوی کے موجودہ وضوخانوں کے نل ایک تو تعداد میں بہت کم ہیں دوسرے جتنے ہیں، وہ بھی ناقص و از کار رفتہ، بعض اوقات نمازیوں کو وضو کے لئے سخت دقتوں کا سامنا ہوتا ہے،

(۱۴) مسجد نبوی کے اندر، ستونوں کے پاس، یا صفوف کے درمیان، گندے، بدبودار اور نجاست آمیز جوتوں کو لا کر ڈھیر کر دینے کا نظارہ سخت تکلیف دہ ہے، اس کی قطعی ممانعت ہو جانا چاہئے،

(۱۵) مسجد نبوی کے اندر سائلوں پر کوئی روک ٹوک نہیں، عین حالتِ نماز، تلاوت، ذکر و دعا میں اُن کے ہاتھوں، خصوصاً اُن کے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں جو اذیتِ قلب اٹھانی پڑتی ہے، اس کا اندازہ تجربہ کے بعد ہی ممکن ہے، اور اس سے بھی بڑھکر مزدورین کا شور و شغب، اور عین مقصورۂ شریفہ کے پہلو میں، یہ آوازِ بلند

Marfat.com

لین دین کرنا تکلیف دہ ہوتا ہی، سائلون اور مزوّردن دونون کی یہ حرکتین، ہر مسجد کے ادب و احترام کے منافی ہین، چہ جائیکہ مسجد نبویؐ کے! خدا معلوم حکومت اب تک کیون اس باب مین رواداری وچشم پوشی سے کام لے رہی ہی،

(۱۶) مسجد نبویؐ کے پانچ دروازون مین سے ایک دروازہ، باب النساء کے نام سے موسوم، عورتون کے لئے مخصوص کہا جاتا ہی، لیکن عموماً اس دروازہ پر بھی مردون کا برابر قبضہ رہتا ہی، اگر مردون کی آمد و رفت اس دروازہ سے قطعاً روک دی جائے، تو عورتون، اور خصوصاً ہندوستان کی کمزور اور شرمیلی عورتون کو بڑی راحت وسہولت ہوجائے،

(۱۷) ارکانِ حج کے ادا کرنے مین، ہر اسلامی فرقہ اپنے اپنے طریق پر آزاد ہے اور یہی ہونا چاہئے تھا، لیکن ضرورت یہ ہے اس رواداری وفراخ مشربی کو زیارت مدینہ منورہ کے باب مین بھی وسیع کیا جائے، اور آدابِ زیارت مین بھی ہر فرقہ کو اسکے طریق پر آزاد چھوڑ دیا جائے، تاوقتیکہ اُس کی آزادی، دوسرے فرقون کی دلآزاری کا سبب نہ بنجائے،

(۱۸) مسجد نبویؐ مین، اور مقصورۂ شریفہ سے متعلق جو سپاہی اور پہرہ دار مقرر رہتے ہین، ضرورت ہی کہ وہ خاص طور پر خوش خلق، متحمل اور شیرین زبان بنکر خلق محمدیؐ کا نمونہ ہون، اور سب وشتم، بدزبانی، و درشت کلامی کو کسی حال مین بھی کام مین نہ لائین،

(۱۹) جنت البقیع اور جنت المعلیٰ دونون مسلمانانِ عالم کے محترم ترین اور متبرک ترین قبرستان ہین، ان کی موجودہ حالت دیکھکر مسلمانانِ عالم کے جذبات

سخت اور ناقابلِ برداشت ٹھیس لگتی ہی، یہ مقصود نہین، کہ ان پر از سرِ نو قبے تعمیر ہون لیکن ان کو غلاظت اور گندگی سے صاف رکھنا، اور ہر قسم کی توہین اور بے ادبیون سے بچانا ہر حال لازمی ہے۔ قبرین بالکل پست اور خام سہی، لیکن یہ تو نہ ہو، کہ صحابۂ کرام و ازواجِ مطہرات، اولیاء وصالحین کی قبور پر، معاذ اللہ، مزبلہ کا دھوکا ہونے لگے!

(۲۰) مکہ، مدینہ، اور جدہ، تینون مقامات پر کرایہ کی سواریون کا انتظام فوری توجہ کا محتاج ہے، موسمِ حج مین شرحِ کرایہ کی گرانی کا مضائقہ نہین، لیکن اس کے بعد سواری تو خاصی آسایش و آرام کی ملنی چاہیے، یہ تو نہ ہو کہ راکب کو خود مرغ بنکر رہنا پڑے!

ضمیمہ (۲)

عام ہدایات

(۱) سفر خواہ چند ہی میل کا ہو، بہر حال سفر ہوتا ہے، پھر حج کا سفر تو ہزارون میل کا سفر ہے، ریل، جہاز، اونٹ، موٹر سب ہی سواریون سے سابقہ پڑتا ہے ملک کی اجنبیت زبان کی ناواقفیت، آب وہوا کا اختلاف ہجوم کی چپقلش، اس کے علاوہ ہین، تھوڑی بہت تکلیف پیش آنی ناگزیر ہے، لیکن یہ تکلیف ہرگز ایسی نہین ہوتی، کہ کسی معنی مین بھی ناقابلِ برداشت کہی جاسکے، خیالی تکلیفون اور اندیشون کا بیشتر حصہ بالکل باطل ثابت ہوتا ہے، اور اسے اس سفرِ مبارک کی کرامت سمجھئے یا جو کچھ کہ اکثر دقتین عین وقت پر ایک بالکل غیر متوقع طور پر حل ہوجاتی ہین، جن صاحبون پر حج فرض ہے، وہ صعوباتِ سفر کے اندیشہ سے ہرگز اپنی ہمت کو پست نہ ہونے دین،

(۲) بڑی چیز، جذبۂ شوق و ولولۂ عقیدت ہے، جو لوگ اپنے دلی شوق سے اور حج کی اہمیت کو سمجھ کر آتے ہین، انھین کوئی دقت، دقت محسوس ہی نہین ہوتی، سارا سفر ہنسی خوشی، صبر ہی کے ساتھ نہین، شکر کے ساتھ گذار دیتے ہین، بخلاف اس کے جن کے دل اس سفر کی اہمیت سے خالی ہین، اور وہ محض کسی کے اصرار

Marfat.com

یا خاطر سے اُس کے رفیقِ سفر تنگ آجاتے ہین، اُنھین کو سب سے زیادہ تکلیف محسوس کرتے اور
بات بات پر پریشان ہوتے دیکھا، اللہ اس ابتلا سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے،

(۳) حجاز مین اب تقریبًا سب ہی چیزین ملنے لگی ہین، اس لیے گھر سے زائد سامان
لانے کی ہرگز ضرورت نہین، باربرداری وغیرہ کے مصارف اتنے پڑجاتے ہین کہ کفایت
کا پہلو بھی نہین نکلتا، ضروری سامان بمبئی مین خرید لیا جائے، جہاز پر اگر عملۂ جہاز سے رسم
پیدا کر لیا جائے، تو بہت سی مشکلین آسان ہوجاتی ہین، مکہ مین سب کچھ مل جاتا ہے، اور
مدینہ مین بھی ضرورت بھر کی چیزین، پہلے لوگ گھی کے پیپے ساتھ لیکر چلتے تھے، اب
حجاز مین بہتر سے بہتر گھی ملنے لگا ہے، البتہ اگر کھانے کی خشک چیزین، جو عرصہ تک
اچھی رہ سکتی ہون، گھر سے ہمراہ لے لیجائین، تو بہتر ہے، کھانا نہ ملنے کی صورت مین
وقت بے وقت بہت کام دین گی،

(۴) بخار، قبض، پیچش وغیرہ کی چند دوائین، جو اپنے تجربہ مین آچکی ہون ہمراہ
ہمراہ رکھ لینا چاہیے، میرٹھ کے مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب (دار الشفاء مصطفائی
میرٹھ) نے شفاء الحجاج کے نام سے ایک چھوٹا سا بکس ایسی ہی مجرب دواؤن کا
تیار کیا ہے، چند روپیون مین آجاتا ہے،

(۵) حاجیون کو جہاز کے اوپر نماز با جماعت مین جو دقتین پیش آتی رہتی ہین
وہ تو اپنی جگہ پر ہین ہی، اُن کے علاوہ ایک بڑی دشواری سمت قبلہ متعین کرنے مین
پیش آتی رہتی ہے، قطب نما کا ساتھ رکھنا ضروری ہے، لیکن محض قطب نما سے بھی کام
نہین چل سکتا، مدراس کے ایک صاحب نے (خدا انھین جزائے خیر دے) ایک
مستقل رسالہ "دریافت سمت قبلہ" کے نام سے مرتب کر کے شایع کر دیا ہے، جسمین نہایت

Marfat.com

اور کراچی سے لیکر عدن تک اور پھر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیانی راستہ کی
تمام منزلون کے لئے قیمت شمار کے درسیے اور دقیقے درج کردیئے ہین، رسالہ مذکور
حسب ذیل مقامات سے غالبًا بلا قیمت مل جائے :۔

(۱) مولوی محمد عبداللہ صاحب احقر، مکان نمبر ۴۲ کوچہ حسین الملک، پرانا باغ، ڈاکخانہ رودلے پیٹا، مدراس،

(۲) منیجر صاحب مظفری کمپنی، مینار والی مسجد بمبئی،

(۷) ہر شخص کی آسائش اور ضرورتون کا معیار دوسرون سے جدا ہوتا ہے، اس لئے کوئی ایک تخمینہ مصارف سب کے لئے نہین بتایا جا سکتا، تاہم عمومًا و اوسطًا یہ کہنا غالبًا غلط نہ ہوگا کہ جہاز مین تیسرے درجہ کے ٹکٹ لینے والے اور حجاز مین اونٹ پر سفر کرنے والے چھ سو روپیہ اور جہاز مین اونچے درجون کے ٹکٹ لینے والے، اور حجاز مین موٹر پر سفر کرنے والے ایک ہزار روپیہ فی کس کے حساب سے اپنے ہمراہ رکھین، تو بہتر ہوگا، ہم لوگون کا اوسط خرچ اس تخمینہ سے بہت کم پڑا، لیکن ہم لوگون کو خدا کے فضل سے بعض غیر معمولی سہولتین حاصل ہوگئی تھین ہر شخص کو یہ کفایتین نہین حاصل ہوسکتین، بہت سے مصارف ناواقفیت کی بنا پر بڑھ جاتے ہین، اگر انسان پہلے حج کر آیا ہے، یا حجاز مین اس کے شناسا موجود ہین تو خاصی کفایت ہوسکتی ہے، کئی شخص مل کر ایک ساتھ سفر کرین تو بھی کافی بچت ہوجاتی ہے،

(۸) ہمسفری کی برکتین ظاہر و واضح ہین، اور اگر کوئی واقف کار و تجربہ کار شخص بطور رفیق سفر مل جائے تو مصارف مین بھی کمی رہتی ہے اور صعوبات سفر سے بھی ایک حد تک نجات ہوجاتی ہے، تاہم اس سفر کی رفاقت ہے بڑی نازک چیز

Marfat.com

آسانی سے ہر شخص کو رفیق و شریک ہرگز نہ بنا لینا چاہیے، بڑی بڑی پرانی دوستیاں اور عزیزداریاں اس سفر میں ٹوٹتے دیکھیں بھی اور سنیں بھی، محض خلوص اور دوستی کے بھروسہ پر ہرگز کام نہ چلیگا، انقیاد و بے نفسی کو رفاقت و شرکت سفر کا ضروری معیار رکھنا چاہیے، کھانے پینے کے انتظام میں جتنی علحدگی رہ سکے بہتر ہو،

(۸) حجاز میں گنیاں بہت کم آتی ہیں، اس لئے بمبئی سے بجائے نوٹ اور روپیوں کے گنیاں ضرور ہمراہ لے لینی چاہئے، اونٹ کا کرایہ معلم صاحب کے مطالبات، موٹر کا کرایہ ان سب مواقع پر گنی ہی کام آئیں گی، البتہ جہاز کے مصارف کے لئے، روپیہ یا نوٹ بھی کچھ ضرور رکھ لینے چاہیے، اٹھنی، چونی، اکنی وغیرہ ریزگاری کی بھی ایک معقول تعداد ہر وقت موجود رہنی چاہیے، حجاز میں چاندی کی ریزگاری آسانی سے چل جاتی ہے، نکل کے سکوں میں دقت ہوتی ہے،

(۹) بمبئی میں حاجی عموماً مسافر خانوں میں ٹھہرتے ہیں، تین مسافر خانے مشہور ہیں، ایک مسافر خانہ سیٹھ اسمٰعیل حبیب کا بھنڈی بازار میں ہے، بھنڈی بازار بڑا بازار ہے، جہاں تمام چیزیں بہ آسانی مل جاتی ہیں، یہ مسافر خانہ عام ہے، حاجی اور غیر حاجی سب اسمیں ٹھہر سکتے ہیں، حاجیوں کے لئے مخصوص ایک مسافر خانہ داری بندر میں ساحل سمندر کے قریب سیٹھ نور سلیمان کا ہے اور دوسرا مسافر خانہ حاجی صابو صدیق مرحوم کا کرناک روڈ پر بڑے اسٹیشن کے قریب اور کرافرڈ مارکٹ سے بالکل متصل ہے، مارکٹ میں دنیا بھر کی چیزیں ملجاتی ہیں، عظیم الشان پنج منزلی عمارت ، ۱۸ کمرے ہیں، ہر کمرہ وسیع و ہوادار، ۱۰۰۰ مسافروں کے قیام کی گنجائش، سب سے اوپر کا صحن ایک خوش منظر تفریح گاہ، ہر منزل میں آٹھ آٹھ

Marfat.com

پاخانے، اور چار چار غسل خانے مع پانی کے نل اور بجلی کی روشنی کے موجود، دو دو بڑے باورچی خانے ۱۹۲۶ء مین والد ماجد مرحوم جب حج کے لئے جا رہے تھے، ان کے ہمراہ اس مسافرخانہ مین کئی دن قیام کا اتفاق ہوا تھا، اب کی پھر گھوم پھر کر دیکھا، داروغۂ مسافرخانہ مولوی حضرت اللہ صاحب، ماشاءاللہ ایک پیکرِ نور اور اُن کے نائب منشی عبدالستار صاحب، سراپا خدمت و ایثار،

(۱۰) حاجیون کے لئے جہازی کمپنیان تین ہین، ان تینون مین سب سے بڑی مغل لائن ہے، جو عملاً اب ٹرنر مارسین کمپنی کے ہاتھ مین ہے، یورپ کے جانے والے جہازون کے آرام و آسائش کا تو خیال ہی حاجیون کو چھوڑ دینا چاہئے، بہ حالت موجودہ ٹرنر مارسین کے انتظامات سب سے بہتر ہین، اور انھین کو غنیمت سمجھنا چاہئے اس کے جہاز رحمانی اور رضوانی حال کے بنے ہوئے، اور نسبتہً سب سے زیادہ آرام دہ ہین، ان سے اتر کر اکبر اور جہانگیر ہین،

(۱۱) مسافر زیادہ تر تکلیف، خود اپنی جلدبازی، گھبراہٹ اور بےصبری سے اٹھاتے ہین، اگر جہاز سے اترتے وقت، یا چڑھتے وقت ذرا صبر و سکون سے کام لیا جائے، اور اس کی کوشش نہ کیجائے، کہ خواہ مخواہ دھکے کھاتے ہوئے، اور ہجوم کو چیرتے پھاڑتے ہوئے بہتر سے بہتر جگہ پر قبضہ ہو جائے، تو بالآخر جگہ سب کو مل ہی جاتی ہے، کوئی رہ نہین جاتا، ضرورت صرف تھوڑے سے صبر و تحمل کی ہے

(۱۲) اگر کفایت، آسایش، اور ہجوم کی کشمکش سے بچنا مدنظر ہے تو لازمی ہے کہ سفر عین موسم حج مین نہین بلکہ اس سے کچھ قبل اختیار کیا جائے، اور واپسی فوراً نہین بلکہ کچھ ٹھہر کر ہو، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ سب کہین زیادہ دقتین اور

Marfat.com

گرانیاں عین اسی وقت ہوتی ہیں، جب ہجوم کا شباب ہوتا ہے،

(۱۳) معلم سے سابقہ پڑنا ناگزیر ہے، حتی الامکان معلم [illegible] رکھئے [illegible] لیکن
اس پر بہت زیادہ اعتماد ہرگز نہ کرنا چاہیے، مسائل حج سے [illegible] سے آپ کی
زیادہ واقفیت ہوگی، اسی نسبت سے معلم کی محتاجی سے بے نیازی رہے گی، مسائل
و زیارت کی بہترین وجامع ترین رہنما، اردو میں مولانا [illegible] صاحب دیوبندی
کی ضخیم و مفصل کتاب [illegible] الزیارت ہے، ضروری مسائل کے لئے مولانا رشید احمد
گنگوہی قدس اللہ سرہ کی مختصر سی زبدۃ المناسک بالکل کافی ہے، عربی میں
بیسیوں کتابیں ہیں،

Marfat.com

ضمیمہ (۳)

منازل سفر از جدہ تا مدینہ

جدہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان موٹر جن جن منزلون پر ٹھہرتا ہے ان میں سے چند کا ذکر سفرنامہ میں ضمناً آگیا ہے۔ بعض کے نامون میں کچھ غلطیان ہو گئی ہین۔ ذیل میں کل منزلون کے صحیح نام مع ان کے درمیانی مسافتون کے درج ہین۔ یہ فاصلہ بحساب کیلو میٹر ہین۔ ایک کیلو میٹر تقریباً ۵ فرلانگ کا ہوتا ہے :-

جدہ - ذہبان	۴۵ کیلو میٹر
ذہبان - قول	۳۴ ״
قول - القضیمة	۰ ״
القضیمة - رابغ	۵۵ ״
رابغ - مستورہ	[illegible] ״
مستورہ - بیار بن حصانی	[illegible]
بیار بن حصانی - شفیة	[illegible]
شفیة - مسیجد	[illegible]

Marfat.com

۸ کیلومیٹر	مسجد - بئرالراحۃ
۲۸ "	بئرالراحۃ - قریش
۴۰ "	قریش - بیارعلی
۸ "	بیارعلی - المدینۃ

میزان ۴۲۰ کیلومیٹر یا تقریباً ۲۶۲ میل،

Marfat.com